پاکستان اور ہندوستان میں

اردو تحقیق و تدوین

کا تاریخی و تنقیدی جائزہ

www.KitaboSunnat.com

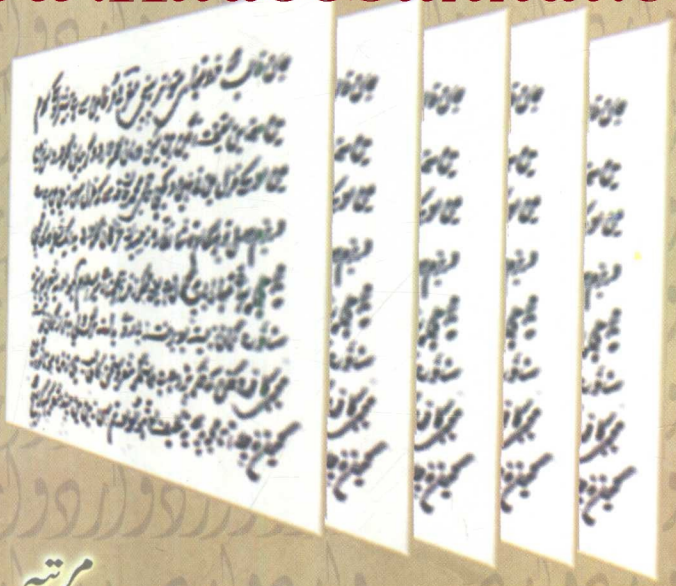

مرتبہ

رؤف پاریکھ

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

پاکستان اور ہندوستان میں

اردو تحقیق وتدوین

کا تاریخی وتنقیدی جائزہ

مرتبہ

رؤف پاریکھ

www.KitaboSunnat.com

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ یادگار غالب

شمار: ۶۷

طبع اول: ۲۰۱۳ء

طابع: احمد برادرز ناظم آباد کراچی

تعداد: پانچ سو

قیمت: تین سو پچاس روپے

☆☆☆☆

اس کتاب کی اشاعت کے لیے اکادمی ادبیات پاکستان نے
خصوصی مالی امداد فراہم کی جس کے لیے ہم ان کے ممنون ہیں

☆☆☆☆

ادارۂ یادگار غالب و غالب لائبریری

پوسٹ بکس: ۲۲۶۸، ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۳۶۶۸۶۹۹۸

سرورق: کاشف حفیظ قریشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

۱۔معروضات	فاطمہ ثریا بجیا	۵
۲۔تقدیم	رؤف پاریکھ	۹
۳۔اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے	گیان چند	۱۲
۴۔بیسویں صدی میں اردو تحقیق (ہندوستان میں)	سیدہ جعفر	۵۴
۵۔ہندوستان میں اردو تحقیق اور تدوین کا کام (۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک)	خلیق انجم	۹۸
۶۔اردو میں تحقیق و تدوین: (۱۹۶۰ء تا ۱۹۸۰ء)	گیان چند	۱۲۰
۷۔ہندوستان میں اردو تحقیق (رفتار و معیار)	گیان چند	۱۴۴
۸۔پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کے ۴۰ سال (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۸ء، رفتار اور معیار)	سید معین الرحمٰن	۱۷۲
۹۔پاکستان میں ادبی تحقیق: کچھ ماضی کچھ حال	معین الدین عقیل	۲۰۹
۱۰۔آزادی کے بعد اردو تحقیق کی رفتار اور سمت	ایم۔سلطانہ بخش	۲۲۱
۱۱۔تحقیق کے جدید رجحانات	جمیل جالبی	۲۳۴
۱۲۔اردو تحقیق کی جائزہ نگاری	فہمیدہ شیخ	۲۴۳
۱۳۔اردو میں تحقیقی اصول سے متعلق سرمایہ	رابعہ اقبال	۲۴۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نومنتخب اراکین مجلس عاملہ

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

(منتخبہ ۲۴ ستمبر ۲۰۱۲ء)

فاطمہ ثریا بجیا	صدر
احمد حسین صدیقی	نائب صدر
ڈاکٹر رؤف پاریکھ	معتمد عمومی
ڈاکٹر تنظیم الفردوس	معتمد
حسن مصطفیٰ	خازن
عبدالعزیز منصور	نائب معتمد
ڈاکٹر جمیل جالبی	رکن
ذوالفقار مصطفیٰ	رکن
اظہر عباس ہاشمی	رکن
راجا ظفر جنجوعہ	رکن
عظمیٰ محمد حسین سید	رکن

☆☆☆☆

پروفیسر عبدالقیوم لائبریری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ ثریا بجیا

صدر

ادارۂ یادگارِ غالب

معروضات

نسیم احمد صاحب ہمارے ادارے کے قدیم کارکن ہیں۔ وہ ابتدا ہی سے اس ادارے کے [بانی] مرزا ظفر الحسن کے ساتھ تھے۔ ان کے بعد بھی غالب لائبریری اور ادارۂ یادگار غالب کو پروان چڑھانے میں دن رات مصروف رہے اور اب بھی ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف نظر آتے ہیں۔ یہی نہیں انجمن ترقی اردو کے لیے بھی ان کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔

لیکن ایک خاص بات جو نسیم میاں کے بارے میں ضرور کہنا چاہوں گی یہ ہے کہ اردو کے [...] معروف اداروں اور کتب خانوں سے وابستہ ہونے اور اردو کے بے شمار نامور اہلِ قلم اور دیگر مشاہیر سے ربط و ضبط کے ساتھ ساتھ ان کا تعلق اردو ادب اور تحقیق کے طالب علموں سے برابر قائم اور نہایت مضبوط ہے۔ چالیس سال سے زیادہ عرصے سے ایم اے اردو اور پی ایچ ڈی کے طالب علموں کی مدد اور ان کی تدریسی، تحقیقی ضروریات کا خیال رکھنے کے سبب ان کے حافظے میں نہ صرف اہم کتابیں اور ان کے مصنفین کے نام محفوظ ہیں بلکہ ادبی رسائل کے خاص نمبروں کے [...] میں بھی طالب علموں کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ نسیم میاں کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ ادب کے طالب علموں کو یا محققین [...]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلاں فلاں کتابیں نہیں ملتیں یا فلاں موضوع پر کام ہی اتنا کم ہوا ہے کہ طالب علم کتابوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں اور مایوس ہوتے ہیں۔

کچھ عرصے سے پاکستان میں تحقیق اور ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طالب علموں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا ہے یہ بڑی خوش آئند بات ہے لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ اب بھی اردو تحقیق کے بعض پہلوؤں پر کام یا تو تشنہ ہے یا یکجا دستیاب نہیں۔ نسیم میاں بیٹھ کر کڑھتے رہتے ہیں کہ تحقیق کے طالب علم کیا کریں گے؟ اس کڑھن میں ایک روز غالب لائبریری میں ہمارے معتمد مونی ڈاکٹر رؤف پاریکھ صاحب سے نسیم میاں نے یہ رونا رویا کہ تحقیق کی تاریخ اور تحقیق کے معیار پر تنقید کے موضوع پر طالب علم کتابیں ڈھونڈتے رہتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں کیونکہ اب تو ایم ایس یا ایم فل اور پی ایچ ڈی کا کورس ورک بھی ہوتا ہے اور اس میں اساتذہ تحقیق کے موضوع پر گویا تحقیق کا چھوٹا کام بطور امتحانی کارِ مفوضہ (assignment) دیتے ہیں۔

اس پر رؤف میاں نے کہا کہ اس موضوع پر کچھ مقالے لکھے تو گئے ہیں لیکن وہ سب مختلف کتابوں اور جرائد میں بکھرے پڑے ہیں۔ نسیم میاں نے کہا کہ اگر آپ ان کو جمع کر دیں تو تحقیق کے بہت سے طالب علموں کا بھلا ہو جائے گا۔ میرے کان میں یہ بھنک پڑی تو میں نے رؤف میاں سے کہا کہ یہ کام ضرور کرو۔ میں اس کو اسی ادارے سے چھپواؤں گی۔ رؤف میاں دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ اس پر بھی کچھ نہ کچھ مواد جمع کرتے رہے اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کام پورا ہو گیا اور اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور جب اس پر نظر ڈالی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ صرف طالب علموں کے لیے ہی نہیں بلکہ اس سے محققین بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس میں شامل بعض مقالے تو اتنے اہم اور وقیع ہیں کہ ان کو اب کتابی صورت میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے۔

ہماری کوشش یہی ہے کہ غالب لائبریری کو کراچی کا بلکہ پاکستان کا ایک مثالی علمی و ادبی ادارہ بنادیں اور یہاں سے ایسی علمی، تحقیقی اور ادبی مطبوعات پیش کر سکیں جن کو عام ناشرین چھاپتے ہوئے کتراتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے جب کہ ہمارا یا ادارہ علم و ادب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت کے لیے وجود میں آیا ہے اور اس کا مقصد پیسا کمانا نہیں ہے۔ اسی غیر تجارتی سوچ کے تحت ہم نے اس ادارے کے جریدے "غالب" کا دوبارہ اجرا کیا جو مشفق خواجہ صاحب کی وفات سے بعد تعطل کا شکار رہا۔ خدا کے فضل سے اب بارہ برس کے بعد اس کا بیسواں شمارہ بھی منظرِ عام پر آ گیا ہے۔

میں اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ان ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جو اس علمی ادارے کی مجلس عاملہ میں شامل ہیں اور اپنا وقت اور توانائی صرف کر کے علم کے فروغ میں بلا معاوضہ ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں ڈاکٹر جمیل جالبی، احمد حسین صدیقی، حسن مصطفیٰ، ذوالفقار مصطفیٰ، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، ڈاکٹر تنظیم الفردوس، عبدالعزیز منصور، راجا ظفر جنجوعہ اور منظمی محمد حسین سید۔ مجھے ان لوگوں نے زبردستی صدر بنا رکھا ہے۔ بارہا کہہ چکی ہوں کہ اب کسی اور کو صدر بناؤ لیکن یہ نہیں مانتے۔

ہمارا یہ ادارہ چھوٹا ہے اور اس کا وہی حال ہے جو بقول مرزا ظفر الحسن غالب کا تھا یعنی دست نگر اور امیدوار کرم۔ ایسے ادارے میں قلیل تنخواہوں پر خدمات انجام دینے والوں کا صحیح معنوں میں شکریہ بھی ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ایسے مخلص کارکنوں کے نام یہ ہیں: نسیم احمد، نادیہ مختار، سید صادق ابدالی، ارباز احمد، محمد فاروق خان اور رابرٹ مسیح۔

ہم اکادمی ادبیات پاکستان کے شکر گزار ہیں کہ اپنی سالانہ امداد کے علاوہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لیے خصوصی مالی تعاون کیا۔

میری خدا سے یہی دعا ہے کہ مجھے اتنی زندگی اور ہمت دے کہ میں اس ادارے اور اس کے کارکنوں کے لیے کچھ کر جاؤں اور یہ کہہ سکوں کہ علم، ادب اور تحقیق کے فروغ میں اس ناچیز کا بھی ایک حقیر سا حصہ ہے۔ آمین۔

☆☆☆☆

ے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعاتِ ادارۂ یادگارِ غالب

کتاب	مصنف	قیمت
محرابِ تحقیق	عبدالعزیز ساحر	۲۵۰ روپے
رفت و بود (خودنوشت)	ابواللیث صدیقی	۴۵۰ روپے
ہماری قومی ثقافت	فیض احمد فیض	۲۵۰ روپے
یادگارِ غالب	الطاف حسین حالی	۲۰۰ روپے
تذکرۃ الشعرا	حسرت موہانی	۳۰۰ روپے
مآثرِ غالب	قاضی عبدالودود	۱۵۰ روپے
تدوین تحقیق متن	نذیر احمد	۸۰ روپے
فلسفیانہ مکالمے	قاضی قیصر الاسلام	۲۵۰ روپے
زمانۂ تحصیل	عطیہ فیضی	۲۰۰ روپے
املائے غالب	رشید حسن خان	۱۵۰ روپے
انشائے غالب	رشید حسن خان	۱۵۰ روپے
تلامذۂ غالب	مالک رام	۶۰۰ روپے
مصطلحات الشعرا	سیالکوٹی مل وارستہ	۱۰۰۰ روپے
عمر گذشتہ کی کتاب	مرزا ظفر الحسن	۷۵ روپے
غالب اور آج کا شعور	محمد علی صدیقی	۱۳۰ روپے
شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب	محمود احمد برکاتی	۱۷۵ روپے

☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

یہ کتاب کیوں مرتب کی گئی؟ اس کا جواب محترمہ فاطمہ ثریا بجیا صاحبہ ''معروضات'' میں دے چکی ہیں۔ مختصراً یہ کہ یہ کتاب تحقیق کے طالب علموں کے لیے ترتیب دی گئی ہے۔ اصولِ تحقیق، رسمیات تحقیق اور طریقِ تحقیق پر تو اردو میں اب بفضلِ باری تعالیٰ کچھ کتب مہیا ہوگئی ہیں لیکن طلبہ کسی ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جس میں اردو تحقیق و تدوین کی تاریخ بیان کی گئی ہو اور اس کے معیار کا بھی تنقیدی جائزہ لیا گیا ہو۔ اردو تحقیق و تدوین کی تاریخ پر کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں جس میں اردو میں کیے گئے تمام تحقیقی و تدوینی کاموں کا جائزہ، گو مختصر ہی سہی، پیش کیا گیا ہو۔ معین الدین عقیل کا کام پاکستان میں تحقیق سے متعلق ہے لہٰذا اس میں ہندوستان میں کی گئی تحقیق کا ذکر بہت کم ہے۔ گیان چند کا کام (مقالات کو چھوڑ کر) بنیادی طور پر کتابیات تحقیق اور خاکہ ہے۔ رفیع الدین ہاشمی اور سہیل عباس بلوچ کے کام بھی کتابیات یا فہرست کے زمرے میں آتے ہیں اگرچہ ان کاموں کی اہمیت اور قدر و قیمت پر کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

ویسے بھی اردو تحقیق اور تدوین کے ذیل میں ماشاء اللہ اتنے کام ہوگئے ہیں کہ کسی فردِ واحد کا ان سب کو سمیٹ لینا بہت ہی مشکل ہے۔ کسی فردِ واحد کی رسائی میں سارے کام ہو بھی نہیں سکتے۔ کچھ نہ کچھ رہ ہی جاتا ہے۔ اور پھر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ڈاک کی ترسیل کے ضمن میں اکثر کچھ نہ کچھ رکاوٹیں آتی رہی ہیں اور یوں بھی ایک ملک میں کی گئی تحقیق بتمام و بکمال دوسرے ملک تک نہیں پہنچ پاتی۔ چنانچہ دونوں طرف کے محققین نے اردو تحقیق اور تدوین کے جو جائزے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین اور مقالات کی صورت میں لیے ہیں ان کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح اس کتاب سے مجموعی طور پر ایک ایسی تصویر ابھرتی ہے جس میں اگر دونوں ملکوں کے تمام نہیں تو تمام نمایاں کاموں کا ذکر موجود ہے۔

کتاب میں مقالات ومضامین زمانی ترتیب کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر کے حق دار قرار پائے ہیں۔ پہلے وہ مقالات ہیں جو آزادی سے قبل کی ادبی تحقیق و تدوین کا حال بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ مقالات ہیں جو آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد دونوں کے ادوار میں تحقیق و تدوین کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان میں سے بعض ہندوستان اور بعض پاکستان میں تحقیق کا حال بیان کرتے ہیں۔ ایک آدھ میں دونوں طرف کا مجموعی جائزہ بھی پیش کیا گیا۔ اس کے بعد تحقیق کے جدید رجحانات اور حالیہ کاموں پر مبنی مقالات ہیں اور آخر میں وہ مقالات ہیں جن میں تحقیقی جائزوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بعض نکات ایسے ہیں جن کی مختلف مقالات میں تکرار ملے گی۔ یہ فطری بات ہے۔ اسی طرح بعض امور میں بعض مقالوں میں باہمی تضاد بھی نظر آئے گا۔ یہ بھی فطری امر ہے۔ کیونکہ ہر مصنف اپنا مبلغِ علم اور اپنی رائے رکھتا ہے۔ اسی طرح بعض مقالوں میں بعض معمولی تسامحات بھی ہیں۔ کچھ مقالے چونکہ خاصے عرصے قبل لکھے گئے تھے لہٰذا ان میں دی گئی کچھ معلومات اب پرانی ہوگئی ہیں۔ ان کو درست کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ ایک طرح سے اس دور کی تاریخ ہے جس دور میں یہ مقالے لکھے گئے تھے۔

دوسرے یہ کہ ان کی تصحیح واضافہ بذاتِ خود ایک ایسی تحقیق ہوتی جس میں خاصا وقت صرف ہوتا اور پھر یہ راقم کا منصب بھی نہیں، نہ راقم خود کو اس کا اہل پاتا ہے۔

ان مقالات ومضامین میں ظاہر کی گئی آرا مصنفین کی اپنی ذاتی آرا ہیں۔ مرتب یا ادارۂ یادگارِ غالب ان کے سلسلے میں کسی طرح ذمے دار نہیں ہے۔ ویسے بھی اختلافِ رائے دنیا کا حسن ہے اور تحقیق میں کوئی بات حتمی نہیں ہوتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیرِ نظر کتاب میں شامل تحریروں میں ۱۹۸۰ء کے عشرے تک کے تحقیقی کاموں کا جائزہ ہے۔ البتہ سید جعفر کے مضمون میں ۱۹۹۰ء کے عشرے کے نصفِ آخر کی بعض تحقیق کا حال بھی ملتا ہے۔ لیکن وہ ہندوستان تک محدود ہے۔

گیان چند جین صاحب نے اردو تحقیق کی تحقیقی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور پھر اس کا خاکہ بھی شائع کر دیا تھا۔ کاش اس خاکے کے کچھ اجزا، مثلاً محققین پر کچھ کام کیا جا سکے۔

امید ہے کہ ہمارے محققین بالخصوص محققین کی نئی نسل اس سلسلے کو آگے بڑھائے گی اور پچھلے بیس تیس برسوں میں جو تحقیقی کام ہوئے ہیں ان کا اسی طرح کا جائزہ لیا جائے گا۔

رؤف پاریکھ

☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیان چند

اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے

اردو ادب کی مسلسل تخلیق بہمنی، دور سے شروع ہوتی ہے۔ پہلی مکمل ادبی کتاب نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' ہے جو ۸۲۵ھ اور ۸۳۹ھ یعنی ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۵ء کے بیچ کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد سے اردو کی ادبی تخلیقات کی ایک اٹوٹ روایت ملتی ہے۔ اردو کے ادیب عام طور سے نہ اہلِ زر تھے نہ ان کا ادب درباروں کی زینت کے لیے تخلیق کیا گیا۔ عوامی زبان تھی جس ادبی و غیر ادبی تحریروں کو عامۃ الناس نے پسند کیا۔ یہ تحریریں زبانوں پر چڑھ کر دور تک مشتہر ہوئیں۔ سینوں میں محفوظ ہو کر زبان پر غالب رہیں لیکن اس ہر دل عزیزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدر دان اپنے حافظے اور مذاق کے مطابق اس میں ترمیم کرتے رہے۔ اردو کے اہلِ قلم لاابالی بھی ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تخلیقات کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر محفوظ کرنے کی طرف بقدرِ بایست توجہ نہیں کی۔ ان کے دور میں ان کے مفصل اور مستند حالات قلم بند نہیں کیے گئے جس کی وجہ سے ادیبوں کے حالات اور تخلیقات میں بعید از حقیقت عناصر در آگئے۔

ہمیں حق اور حقیقت عزیز ہے۔ ہم اپنے محسن ادیبوں سے عقیدت اور سب سے محبت کے حالات جاننا چاہتے ہیں۔ ہم ان کی تخلیقات کے اس روپ تک رسائی چاہتے ہیں جو انھوں نے آخری طور پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کیا تھا۔ اس کھن ڈگر میں اہل تحقیق ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ تحقیق کوشاں ہے کہ ماضی کے ادب پاروں کو غیر مسخ شدہ معتبر ہیئت میں تعمیر کیا جا سکے نیز ان کے خالقوں کی زندگیاں ہمارے سامنے اس طرح افشا ہو جائیں جیسے کہ وقت کی مشین پیچھے کو چلا دی گئی ہو۔ اس مشکل کام میں جزوی کامیابی ہی ہو سکتی ہے لیکن اس راہ میں مسلسل کوششیں جاری رکھنی ہیں تا کہ اغلاط کا بیش از بیش ازالہ اور صحت کی بیش از بیش تعمیر ہو سکے۔

میں اس تحریر کو صرف ادبیات تک محدود رکھوں گا۔ زبان، قواعد، لغات اور معانی و بیان وغیرہ کو نہ لوں گا۔ لغات و قواعد کے باب میں ہمارے یورپی مستشرقین کے قابلِ فخر کارنامے موجود ہیں جن کی شرح کے لیے ایک علیحدہ دفتر درکار ہے۔

جو ادیب و ادبیات زمانی حیثیت سے ہم سے دور ہیں ان کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ جوں جوں وہ ہم سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں ہماری بصیرت و بصارت روشن تر ہوتی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ماضی میں ہمارا تاریخی و دستاویزی شعور اتنا رسیدہ نہ تھا جتنا اب ہو گیا ہے۔ قدیم تذکروں میں حالات کی وہ تفصیل و صحت نہیں جو بعد کے تذکروں اور تواریخِ ادب میں ہے لیکن اپنی تمام کمزوریوں اور فروگذاشتوں کے باوجود ہم قدیم تذکروں سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔ حال، ماضی سے انقطاع نہیں کر سکتا، وہ ماضی پر قائم ہے۔ اردو کے محققوں کے لیے خشتِ اول بلکہ حبل المتین یہی تذکرے ہیں جنھیں چشمِ کم سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

مجھے اعتراف ہے کہ تذکروں میں تفحص کے بجائے تساہل سے کام لیا گیا ہے۔ حالات کے جمع کرنے میں کد نہیں کی گئی۔ جس کے بارے میں جو کچھ معلوم تھا وہی زیبِ قرطاس کر دیا۔ کسی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تو "از دست" ہی پر اکتفا کر لی گئی لیکن اکثر تذکروں میں چند شعرا کے حالات میں کچھ کام کی باتیں اور کچھ تفصیلات مل جاتی ہیں۔ ضخیم تذکرے اس خصوص میں مفید تر ہیں۔ ایک شاعر کے بارے میں متعدد تذکروں کے اندراجات کو جمع کیا جائے تو اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات فراہم ہو ہی جاتی ہیں۔ کم اہم شاعروں کے بارے میں کم تو اہم شاعروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں زیادہ۔ چونکہ تذکرہ نگاروں نے تحقیق کو اپنا شعار نہیں بنایا اس لیے ان میں غلط بیانیاں بھی ہیں۔ مختلف تذکروں کے بیانات میں عدم مطابقت ہوتی ہے۔ محقق کا کام ہے کہ ان کو چھان پھٹک کر ایک صحیح نقشہ تیار کر سکے۔ اردو کی ادبی تحقیق کا پہلا قدم، پہلی منزل تذکرے ہیں جو دکن، گجرات اور شمال سب مقامات پر لکھے گئے۔ انیسویں صدی کی ابتدا تک تمام تذکرے فارسی میں ہیں۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء تک بیشتر تذکرے فارسی میں لکھے گئے۔ معدودے چند اردو میں، ۱۸۵۷ء کے بعد معاملہ برعکس ہو گیا۔ چند غیر اہم تذکرے فارسی میں ہیں، بقیہ سب اردو میں ہیں۔ ذیل میں تذکروں کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں جو جامع نہیں لیکن اس میں کسی اہم تذکرے کا نام نہیں چھوٹا۔ ان میں سے بعض تذکرے فارسی شعرا کے ہیں لیکن چونکہ ابتدائی دور میں فارسی اور اردو کے شعرا مشترک تھے اس لیے ہم اردو ادیبوں کے لکھے فارسی شعرا کے تذکروں کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مثلاً ملاحظہ ہو:

نام تذکرہ	مصنف	سنہ تصنیف
نکات الشعرا	میر	۱۱۶۵ھ
نکات الشعرا	میر	۱۱۶۵ھ
نکات الشعرا	میر	۱۱۶۵ھ
تحفۂ الشعرا (فارسی شعرا)	افضل بیگ تاقشال	۱۱۶۵ھ
گلشنِ گفتار	خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی	۱۱۶۵ھ
گلشنِ راز یا تذکرہ بے بدل ہندی	سید فتح علی خاں حسینی گردیزی	۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء
مخزنِ نکات	قائم	۱۱۶۸ھ
مخزنِ نکات	قائم	۱۱۶۸ھ
ریاضِ حسنی (قلمی)	خواجہ عنایت اللہ فتنت	۱۱۶۸ھ
خزانۂ عامرہ	غلام علی بلگرامی	-

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب	سنہ طبع و کیفیت
حبیب الرحمان خان شیروانی	۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۶ء
مولوی عبدالحق	۱۹۳۵ء
محمود الٰہی	۱۹۷۲ء
ڈاکٹر حفیظ قتیل	۱۹۶۱ء
سید محمد	۱۳۳۹ فصلی
عبدالحق	۱۹۳۳ء
عبدالحق	۱۹۲۹ء
ڈاکٹر اقتدا حسن	۱۹۶۶ء، لاہور
-	سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد
-	-

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام تذکرہ	مصنف
سروآزاد	غلام علی بلگرامی
مقالات الشعرا	قیام الدین حیرتؔ
چمنستانِ شعرا	لچھمی نرائن شفیق
طبقات الشعرا	قدرت اللہ قدرت وشوق
تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن
خزاں و بہار	بہاء الدین خاں عروج
مسرت افزا	ابوالحسن امیر الدین احمد امراللہ
رموز الشعرا یا یادگار دوستاں تذکرہ شورش	شورش المتوفی ۱۱۹۵ھ
تذکرۂ عشقی	شیخ وجیہ الدین عشقی
گلِ عجائب	اسد علی خاں تمنا
بہار و خزاں	اسد علی خاں تمنا
گلشنِ سخن	مرزا کاظم مخاطب بہ مرواان علی خاں مبتلا لکھنوی
انیس الاحبا (قلمی)	موہن لال انیس
گلزارِ ابراہیم	علی ابراہیم خلیل
گلشنِ ہند	مرزا علی لطف
گلشنِ ہند	حیدر بخش حیدری
عقدِ ثریا (فارسی شعرا)	مصحفی
تذکرہ ہندی	مصحفی
ریاض الفصحا	مصحفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنہ تصنیف	مرتب	سنہ طبع و کیفیت
-	-	۱۹۱۲ء
۱۱۷۴ھ	نثار احمد فاروقی	رسالہ تحریر ۱۹۶۸ء
۱۱۷۵ھ/۱۷۶۲ء	عبدالحق	۱۹۲۸ء
۱۱۸۸ھ	نثار احمد فاروقی	لاہور ۱۹۶۸ء
۱۱۹۲ھ	حبیب الرحمٰن خان شیروانی	طبع اول ۱۹۲۲ء/دوم ۱۹۴۰ء
۱۱۹۲ھ	-	-
۵-۱۱۹۲ھ/۸۱-۱۷۷۸ء	قاضی عبدالودود	معاصر، ۱۹۵۴ء
۱۱۹۳ھ	کلیم الدین احمد	۱۹۵۹ء جلد اول
۱۱۸۸ء تا ۱۲۴۶ھ	دو تذکرے کے نام سے	جلد دوم ۱۹۶۳ء
۱۱۹۴ھ	عبدالحق	۱۹۳۶ء
-	-	آصفیہ لائبریری حیدرآباد میں
۱۱۹۴ھ	مسعود حسن رضوی	۱۹۶۵ء
۱۱۹۴ھ	مرزا فاخر مکین کے شاگردوں کے احوال	-
۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء	ڈاکٹر زور کی ترتیب سے مع گلشن ہند	۱۹۳۴ء
۱۲۱۵ھ	ترتیب شبلی و مقدمہ عبدالحق	۱۹۰۶ء
۱۲۱۵ھ	ڈاکٹر مختار الدین آرزو	طبع اردو ادب، ۱۹۶۶ء
۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء	مقدمہ عبدالحق	۱۹۳۴ء
۱۲۰۹ھ	مقدمہ عبدالحق	۱۹۳۳
۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء	مقدمہ عبدالحق	۱۹۳۴ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام تذکرہ	مصنف
عمدۂ منتخبہ	اعظم الدولہ سرور
مخزن الغرائب	احمد علی سندیلوی
تکملۂ الشعرا	شوق رام پوری
عیار الشعرا	خوب چند ذکا
مخزن الشعرا، تذکرہ شعرائے گجرات	قاضی نور الدین فائق
مجمع الانتخاب	شاہ کمال مانک پوری
سفینۂ ہندی	بھگوان داس ہندی
سفینۂ خوشگو	بندرابن داس خوشگو
مجموعۂ نغز	قدرت اللہ قاسم
دیوانِ جہاں	بنی نرائن
تذکرہ ابنِ امین طوفان	ابنِ امین طوفان
طبقاتِ سخن	غلام محی الدین عشق و مبتلا میرٹھی
تذکرۂ بے جگر	خیراتی لال بے جگر
تذکرۂ آزردہ	منشی صدر الدین آزردہ
گلشنِ بے خار	شیفتہ
دستور الفصاحت	حکیم احمد علی خاں یکتا
گلشنِ ہمیشہ بہار	نصر اللہ خاں خویشگی
خلاصۂ دواوین شعرائے مشہور	امام بخش صہبائی
گلستانِ سخن یا آثار المعاصرین	مرزا قادر بخش صہبائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنہ تصنیف	مرتب	سنہ طبع و کیفیت
۱۲۱۶ھ، لیکن اضافے تقریباً ۱۲۳۱ھ تک	ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی	۱۹۶۱ء
۱۲۱۸ھ	-	-
۱۲۱۸ھ	-	-
۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۷ھ	ڈاکٹر نور الحسن نقوی	غیر مطبوعہ
-	عبدالحق	طبع ۱۹۳۳ء
۱۲۱۹ھ	-	-
۱۲۱۹ھ	شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی	۱۹۵۸ء
-	شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی	۱۹۵۹ء
۱۲۲۱ھ	محمود شیرانی	۱۹۳۳ء
۱۲۲۲ھ	کلیم الدین احمد	۱۹۵۹ء
-	قاضی عبدالودود	۱۹۵۴ء
۱۲۲۲ھ	-	-
۱۲۴۱ھ	-	انڈیا آفس لندن میں
۱۲۲۹ھ، ۱۲۳۱ھ کے درمیان	مختار الدین احمد	رسالہ تحریر ۱۹۷۰ء میں
۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء	کلب علی خاں فائق	۱۹۷۳ء
۱۸۳۴ء	امتیاز علی خاں عرشی	۱۹۴۳ء
۱۲۵۷ھ	ڈاکٹر اسلم فرخی	۱۹۶۷ء (طبع اول ۱۳۷۰ھ)
-		۱۸۴۴ء یا ۱۸۴۶ء
۱۲۷۱ھ	خلیل الرحمٰن داؤدی	۱۹۶۶ء، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام تذکرہ	مصنف
مدائح الشعرا	عنایت حسین خاں مہجور
گلستانِ بے خزاں یا نغمۂ عندلیب	میر قطب الدین باطن
خوش معرکۂ زیبا	سعادت خاں ناصر
خوش معرکۂ زیبا	سعادت خاں ناصر
بہارِ بے خزاں	احمد حسن سحر
بہارِ بے خزاں	احمد حسن سحر
گلدستۂ نازنیناں	کریم الدین
طبقات الشعرائے ہند	کریم الدین وفیلن
انگریزی تذکرہ	اشپرنگر
یادگارِ شعرا	اشپرنگر کا ترجمہ
سراپا سخن	سید محسن علی
شوکتِ نادری	کلب حسین خان نادر
تذکرہ نادر	کلب حسین خان نادر
سخن شعرا	نساخ
خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم یا گلدستہ	درگا پرشاد نادر
نادر الاذکار یا تذکرہ شعرائے دکن	
انتخاب یادگار	امیر مینائی
شمع انجمن	نواب صدیق حسن خاں
بزم سخن	سید علی حسن خاں سلیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنہ تصنیف	مرتب	سنہ طبع و کیفیت
۱۸۴۴ء، رامپور	افسر صدیقی	کراچی، طبع
-	-	۱۲۶۱ھ
۱۲۶۲ھ	مشفق خواجہ	۱۹۷۰ء
۱۸۴۵ء	شمیم انہونوی	-
۱۲۶۱ھ	ڈاکٹر نعیم احمد	۱۹۶۸ء
۱۲۶۱ھ	حفیظ عباسی	۱۹۶۹ء
۱۲۶۱ھ	-	طبع ۱۲۶۱ء، ۱۸۴۵ء
۱۸۴۷ء	-	طبع ۱۸۴۸ء
۱۸۵۰ء	-	۱۸۵۰ء
-	طفیل احمد	۱۹۴۳ء
۱۲۶۷ھ	-	طبع ۱۲۶۹ء
۱۲۴۷ھ	-	-
۱۲۸۳ھ	مسعود حسن رضوی	۱۹۵۷ء اصلاً دیوان غریب میں ۱۲۸۴ھ میں شائع
۱۲۸۱ھ	-	-
۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء	-	فائق کے مخزن شعرا کا انتخاب
۱۲۹۰ھ	-	طبع ۱۲۹۷ھ
۱۲۹۳ھ	-	
۱۲۹۷ھ	-	۱۲۹۸ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام تذکرہ	مصنف
روزِ روشن	مظفر حسین صبا بھوپال
طورِ کلیم	سید نور الحسن کلیم
بہارستانِ ناز	حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی
شمیمِ سخن	مولوی عبدالحئی صفا بدیونی
آثار الشعراءِ ہنود	دیبی پرشاد بشاش
جلوۂ خضر	صفیر بلگرامی
یادگارِ ضیغم	عبداللہ خاں ضیغم
نم خانۂ جاوید	لالہ سری رام
محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن ۲ جلد	محمد عبدالغفار صوفی ملکاپوری
اعجازِ سخن	شیر علی سرخوش
انتخابِ زریں	راس مسعود
قاموس المشاہیر	نظامی بدایونی
انڈو یورپین شعرائے اردو (انگریزی میں)	رام بابو سکسینہ
یورپین شعرائے اردو	محمد سردار علی
شعرائے اورنگ آباد	محمد سردار علی
آبِ بقا	خواجہ عبدالرؤف عشرت
ہندو شعرا	خواجہ عبدالرؤف عشرت
تذکرہ کاملانِ رام پور	حافظ احمد علی خاں شوق
تذکرہ خندۂ گل	عبدالباری آسی

محکم ۲۲ لائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنہ تصنیف	مرتب	سنہ طبع وکیفیت
۱۲۹۷ھ	-	-
۱۲۹۸ھ	-	-
۱۸۸۴ء	خلیل الرحمن داؤدی	-
-	-	طبع ۱۸۸۴ء
-	-	۱۸۸۵ء
۱۳۰۲ھ، ۸۵_۱۸۸۴ء	ڈاکٹر ظفر اوگانوی	۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء
۱۳۰۲ھ	-	-
-	کیفی	جلد اول ۱۹۰۸ء، دوم ۱۹۱۱ء، سوم ۱۹۱۷ء، چہارم ۱۹۲۶ء، پنجم ۱۹۴۰ء
-	-	طبع ۱۳۲۹ھ
-	-	۱۹۲۳ء
-	-	-
۲۶_۱۹۲۴ء	-	-
-	-	-
۱۳۴۴ھ	-	-
۱۳۴۵ھ	-	-
-	-	۱۹۲۸ء
-	-	۱۹۲۹ء
-	-	۱۹۲۹ء
-	-	۱۹۲۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام تذکرہ	مصنف
معرکۂ سخن	عبدالباری آسی
بہارِ گلشن کشمیر	جگموہن رینہ شوق، برج کشن کول بے خبر
بہارِ سخن یا تذکرہ ہندو شعرا	شیام سندر لال برق سیتاپوری
سخن ورانِ دکن	تسکین عابدی
آثار الشعرا	ممتاز احمد
تذکرۂ بے نظیر	عبدالوہاب افتخار
تذکرۂ نیرنگ سودا	غالباً عبدالرفیع علوی
منتخب ہندو شعرا	پرنسپل عبدالشکور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنہ تصنیف	مرتب	سنہ طبع و کیفیت
-	-	۱۹۲۹ء
-	-	۱۹۳۱ء
-	-	طبع ۱۹۳۲ء
-	-	۱۹۳۸ء
-	-	-
۱۹۴۰ء	-	-
-	-	-
-	-	۱۹۴۳ء

قدیم تذکروں میں سب سے ضخیم خوب چند ذکا کا عیار الشعرا ہے۔ اس کے محض دو نسخے ملتے ہیں۔ حال میں اسے ڈاکٹر نور الحسن نقوی نے ترتیب دے کر علی گڑھ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری لی ہے۔ یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے بعد عمدۂ منتجبہ کا نمبر آتا ہے۔ تیسرا ضخیم تذکرہ قاسم کا مجموعۂ نغز ہے۔ ان تمام تذکروں کی مدد سے اہم شعرا کے حالات مرتب کیے جا سکتے ہیں۔ گو تاریخ ولادت و وفات کا تعین بعض صورتوں میں ہو پاتا ہے، بعض میں نہیں۔ ہمارا جدید تذکرۂ بزرگ خم خانۂ جاوید ان ہی تذکروں کا عطر مجموعہ ہے اور اس سے ناآسودگی کی کوئی وجہ نہیں۔ جناب مالک رام نے اس تذکرے کو اپنے طور پر مکمل کر لیا ہے لیکن شائع نہیں کیا۔

ایک انگریزی اور ایک فرانسیسی تذکرے کا ذکر کرتا ہوں۔ الواس اسپرنگر کو ۱۸۴۶ء کے اواخر میں شاہانِ اودھ کے اور دوسرے کتب خانوں کی فہرست بنانے پر مامور کیا گیا۔ اس کی فہرست مخطوطات ۱۸۵۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کے باب اوّل میں ان شاعروں کا تذکرہ ہے جن کے مخطوطات شاملِ فہرست ہیں۔ اس طرح اس میں ۱۵۱۶ شاعروں کے حالات ہیں گو نہایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر۔ اس کا اردو ترجمہ طفیل احمد نے یادگارِ شعرا کے نام سے ۱۹۴۳ء میں شائع کیا اور دوسری کتاب گارساں دتاسی کی تاریخ ادبیاتِ ہندوی و ہندوستانی ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۸۳۵ء میں اور دوسری ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔ دوسرے ایڈیشن کے وقت اس نے تین جلدیں کر دیں جو ۱۸۷۰ء، ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئیں۔ اس میں اردو اور ہندی دونوں شعرا کا تذکرہ ابجدی ترتیب سے ہے۔ چونکہ گارساں دتاسی نے بہت دور بیٹھ کر یہ تذکرہ مرتب کیا اس لیے اس میں اغلاط بار پا گئے ہیں۔ اس پر کریم الدین وفیلن کا تذکرہ شعرائے ہندمتی ہے اور وہ بھی غلطیوں کی پوٹ ہے۔ گارساں دتاسی کی تاریخ کا اردو ترجمہ کراچی میں ایک فرانسیسی خاتون سکستاں لیلین نذرو نے دو جلدوں میں ۱۹۶۱ء میں کیا۔ اس کی ترتیب وتحشیہ کر کے اس پر کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ یہ ترجمہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

تذکروں کے بعد تحقیقِ ادب میں دوسرا سنگِ میل تاریخ ادب ہے۔ تذکرے حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیے جاتے ہیں، تواریخِ ادب تاریخی اعتبار سے ہیں۔ ان میں ادوار کی تقسیم ہوتی ہے۔ ہر دور کی خصوصیات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تاریخِ ادب صرف افراد کی تاریخ نہیں ہوتی بلکہ اصنافِ سخن اور ادبی رجحانات کا ارتقا بھی پیش کرتی ہے۔ جدید تاریخیں ادب کا مطالعہ اس کے سماجی پس منظر میں کرتی ہیں۔ یہ بالکل فطری ہے۔ ابتدائی تاریخیں ہماری جملہ توقعات پوری نہیں کرتیں۔ جس طرح بعد کے تذکرے ابتدائی تذکروں کے مقابلے میں بالیدہ ہیں اسی طرح تواریخِ ادب نے ابتدا سے انتہا تک ترقی کی کئی منزلیں طے کر لیں ہیں۔

ہماری پہلی تاریخِ ادب آبِ حیات (طبع ۱۸۸۰ء) ہے۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔ آبِ حیات ہماری صنفِ غزل کی طرح ہے۔ اس میں لاکھ کیڑے نکالیے لیکن اس سے مفر ممکن نہیں۔ شبلی نے آزاد کے لیے کہا تھا کہ اگر وہ گپیں بھی ہانک دیتا ہے تو لوگ اسے وحی مان لیتے ہیں۔ آبِ حیات کے مصنف نے دلکشی اور دلچسپی پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ وہ حکایت کو لذیذ بنانے کے لیے دراز تر کر دیتا ہے، گو اس میں اپنے تخیل رسا سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبارت آرائی بلکہ حاشیہ آرائی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ آزاد نے اردو کے زرّیں دور کے زعمائے ادب کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ اس نے آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی کو سپردِ قلم کر کے بڑی خدمت کی ہے۔ آج ہمارے سامنے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ہر اہم شاعر کا جو تصور ہے وہ آبِ حیات ہی کا عطا کردہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے آبِ حیات ہر جگہ درست نہ سہی لیکن ہماری ہر تاریخ ادب پر بھاری ہے۔ اس میں جو چمکتی بولتی زندگی جو روح جھندہ ہے وہ دوسری تاریخوں میں کہاں۔ یہ تاریخ بھی ہے، تخلیق بھی۔ اس نے آبِ حیات پیا ہے، پلایا ہے۔

آبِ حیات کے بعد انیسویں صدی میں ایک اور تاریخِ ادب لکھی گئی۔ یہ امداد امام اثر کی کاشف الحقائق ہے جس کی دونوں جلدیں ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئیں۔ تذکروں کی طرح آبِ حیات صرف شاعروں تک محدود رہی۔ بیسویں صدی میں ایسی کئی تاریخیں لکھی گئیں جنھوں نے صرف شاعروں سے سروکار رکھا۔ ان میں حکیم عبدالحئی کی گلِ رعنا (۱۳۴۰ھ) اور عبدالسلام ندوی کی شعرالہند کی دو جلدیں (۱۹۳۸؟) قابلِ ذکر ہیں۔ شعرالہند کی دوسری جلد میں اصناف کے بارے میں بھی لکھا گیا ہے۔ شعرالہند کی اہمیت تحقیق سے زیادہ تنقید میں ہے۔ اس نے پہلی بار دلی اور لکھنؤ کے دبستانوں کا تصور پیش کیا جو تاریخ میں چپک کر رہ گیا نیز ہر دور میں دو دو حریفوں کے جوڑے قائم کیے۔

ادب کی کچھ تاریخیں ایسی ہیں جو صرف نثر نگاروں تک محدود رہیں۔ ان میں سب سے پہلی احسن مارہروی کی نمونۂ منشورات یا تاریخِ نثرِ اردو (۱۹۳۰ء) ہے جس میں حالات بہت کم اور نمونے بہت زیادہ ہیں۔ اس کے بعد محمد یحییٰ تنہا کی سیر المصنفین کی دو جلدیں ہیں جو ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئیں۔ انھوں نے ۱۹۴۸ء میں اس پر نظرِ ثانی کی۔ اس کتاب میں اردو ادب کے عناصرِ خمسہ یعنی حالی و شبلی وغیرہ کے بارے میں جامعیت سے لکھا ہے۔ نثر کی ایک اہم تاریخ حامد حسن قادری کی داستانِ تاریخِ اردو (۱۹۴۱ء) ہے۔ اس میں مستشرقین کے کارناموں کو بڑی تفصیل سے پیش کیا ہے نیز سرسید اور ان کے رفقا پر بھی بڑی بھرپور نظر ڈالی ہے۔ نثر کی حد تک یہ کتاب اب بھی حوالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ں کتاب ہے۔ سید محمد کی ارباب نثر اردو فورٹ ولیم کالج کے نثر نگاروں کے بارے میں بڑا جامع تعارف پیش کرتی ہے۔

مکمل تاریخ ادب وہی کہلائے گی جو نظم و نثر دونوں کی تاریخ پیش کرے۔ آزادی سے قبل اس خصوص میں رام بابو سکسینہ کی تاریخ ادب اردو ممتاز ہے۔ اسے انھوں نے انگریزی میں، غالباً ۱۹۲۷ء میں لکھا۔ [۱] وہاں یہ نسبتاً مختصر تھی۔ محمد عسکری نے اس کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۴۹ء میں شائع کیا۔ یہ صرف ترجمہ نہیں۔ حق یہ ہے کہ عسکری نے بہت کچھ اضافہ کیا ہے لیکن اس غریب کی یہ حیثیت نظروں سے اوجھل رہ گئی۔ اس تاریخ ادب کی جامعیت آج بھی مسلم ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۶ جلدوں میں تاریخ مسلمانانِ پاکستان و ہندوستان شائع ہوئی جس کی چھٹی تا دسویں جلد اردو ادب سے متعلق ہے۔ اس میں سکسینہ کی تاریخ کو ان الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے:

''اگرچہ اس کتاب کی بعض تاریخی غلطیاں اب ظاہر ہو گئی ہیں تاہم اب بھی اردو ادب کی سب سے جامع تاریخ یہی ہے۔'' [۲] آپ نے بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کی ضرب المثل سنی ہوگی۔ اسے دیکھنا ہو تو مولوی عبدالحق کے رسالے اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام (۱۹۳۳ء) کی سیر کیجیے۔ علم کے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی یہ بہترین مثال ہے۔

کچھ ادبی تاریخیں علاقائی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے دیار دکن کو لیجیے۔ کئی صدیوں تک دکن میں کتنا ادب تخلیق ہوا اللہ اللہ۔ حیرت کہ اہل شمال بلکہ خود جدید اہل دکن بھی اس سے غافل تھے۔ میر کے تذکرہ نکات الشعرا میں گجرات کے میر عبدالولی عزلت اور ولی کا ذکر ہے۔ ان میں صرف ولی کو دکنی کہہ سکتے ہیں۔ صاحب آب حیات کو ولی سے پہلے کے کسی دکنی ادیب کا نام معلوم نہ تھا۔ اس پورے جزیرے نما میں وہ ولی اور سراج سے یاد اللہ رکھتے تھے۔ عبدالجبار آصفی ملکاپوری کا محبوب الزمن یعنی تذکرۂ شعرائے دکن بھی شمالیوں تک رسائی حاصل نہ کر سکا لیکن حکیم شمس اللہ قادری کی اردو نے قدیم سے صرف نظر کرنا ممکن نہ تھا۔ بالخصوص اس لیے کہ اس وقت دکن کے افق پر مولوی عبدالحق جیسا مؤرخ اردو نمودار ہو چکا تھا۔ اردو نے قدیم ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیادی حیثیت سے دکن کے شعرا کی تاریخ ہے۔

اسی عہد میں نصیرالدین ہاشمی کی تاریخ ساز کتاب ''دکن میں اردو'' ۱۹۲۵ء یا ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ علاقائی تاریخوں میں یہ پہلی تاریخ ہے۔ اس کے ساتھ دکن کے ادیب اپنی جملہ آب و تاب کے ساتھ منصۂ ادب پر نمودار ہو گئے۔ ''دکن میں اردو'' کے متعدد ایڈیشن نکلے اور ہر ایڈیشن میں ترمیم و اصلاح و اضافہ ہوتا رہا۔ ہاشمی مرحوم نے ان ہی خطوط پر ''مدراس میں اردو'' بھی لکھی۔ ڈاکٹر زور کی ''اردو شہ پارے'' دکنیات کی دوسری اہم کتاب ہے۔ یہ ۱۹۲۸ء میں مرتب اور ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ اس میں نہ صرف نمونے دیے گئے ہیں بلکہ ادیبوں کے حالات بھی ہیں۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ہاشمی اور ڈاکٹر زور کے بیانات میں کہیں کہیں تاریخی تصحیح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن ان دونوں علما کی تصانیف کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

''دکن میں اردو'' پہلا علاقائی تاریخی ادب ہے۔ اس کی تقلید میں مختلف علاقائی تاریخیں وجود میں آئیں۔ دوسری اہم علاقائی تاریخ ''پنجاب میں اردو'' ہے۔ اس کتاب کی اہمیت تاریخ کی نہیں لسانیاتی ہے۔ اس میں آغاز اردو کے ایک اہم نظریے کو پیش کیا گیا۔ علاقائی ادب کی تاریخ کی حیثیت سے یہ ناقص اور نامکمل ہے۔ محمود شیرانی اہم محقق ہیں لیکن اس کتاب میں ان کی تحقیق پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہے۔ وہ بابا فرید شکر گنج، خسرو، کبیر اور کس کس کے لیے غیر ثقہ بیاضوں اور افسانوی روایتوں پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ ''پنجاب میں اردو'' میں خسرو اور کبیر کیوں در آ گئے اور بیسویں صدی کے ادیب کیوں خارج رہے چنانچہ اقبال کا کہیں نام ہی نہیں۔ دراصل یہ کتاب شیرانی کی ابتدائی کوشش تھی جو لسانی اعتبار سے اہم ہے لیکن تاریخ ادب کے طور پر قطعی نامعتبر ہے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دو اصحاب نے شعرالہند کے نظریے کو پروان چڑھایا۔ ابواللیث صدیقی نے لکھنؤ کا دبستان شاعری (طبع ۱۹۴۴ء) اور نورالحسن ہاشمی نے دلی کا دبستان شاعری (تکمیل ۱۹۴۳ء) کے عنوان سے تحقیقی مقالے لکھے۔ ان میں نہ صرف دلی و لکھنؤ کے دبستانوں کی واضح تشکیل کی گئی ہے بلکہ ہم ان کے ساتھ جدید تحقیقی دور میں داخل ہو جاتے ہیں اس لیے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارناموں کو تحقیقی اعتبار سے قابلِ قدر ہونا ہی چاہیے۔

علاقائی تاریخوں کی طرح اصنافِ ادب کی تاریخیں بھی ادب کے ایک جزو کو پیش کرتی ہیں۔ آزادی سے پہلے اصناف پر کم توجہ کی گئی۔ انیسویں صدی میں اردو صحافت کی ایک کلاسیکی تاریخ محمد اشرف کی ''اختر شہنشاہی'' (۱۸۸۸ لکھنؤ) وجود میں آئی لیکن صحافت کو صنفِ ادب نہیں مانا جاتا۔ ادبیات میں پرانے انداز کی دو کتابیں جلال الدین احمد جعفر زیبی کی ''تاریخ قصائدِ اردو'' اور تاریخِ مثنویاتِ اردو تھیں۔ ان میں تاریخ نیز ادیبوں کے حالات کا عنصر بہت کم تھا۔ امیر احمد علوی کا کتابچہ مثنویات (۱۹۳۶ء) ان سے بہتر تھا اور ان سے بھی اچھی کتاب پروفیسر عبدالقادر سروری کی ''اردو مثنوی کا ارتقا'' (۱۹۳۶ء) تھی۔ یہ کتاب ایک لحاظ سے علاقائی بھی تھی۔ کیونکہ زیادہ تر دکنی مثنوی کا جائزہ لیا گیا تھا۔ ''دربارِ حسین'' مرثیہ گویوں کی تاریخ ہے۔

الٰہ آباد یونیورسٹی میں استاذی سید رفیق حسین نے اردو غزل کی نشوونما پر ۱۹۴۲ء میں اردو کی پہلی پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ اس میں حالات سے زیادہ تنقیدی پہلو پر توجہ کی گئی اور اس طرح افراد کے بجائے ایک صنف کو مرکزِ توجہ بنایا گیا۔ کلیم الدین احمد کی کتاب 'اردو اور فنِ داستان گوئی' خالص تنقیدی ہے۔ راقم الحروف نے اردو کی نثری داستانوں پر تحقیقی مقالہ لکھا جو ۱۹۴۱ء میں مکمل ہوا اور نقلیں تیار کرا کے جون ۱۹۴۷ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی میں داخل کر دیا گیا۔ اس پر ۱۹۴۸ء کے اوائل میں ڈگری ملی۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے آزادی سے قبل کسی اور مصنف پر کوئی قابلِ قدر تحقیقی کام وجود میں نہیں آیا۔

تاریخِ ادب کو مکمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اردو سے درجے کے ہر ادیب کے بارے میں کم از کم ایک اچھی تحقیقی و تنقیدی کتاب وجود میں آ جائے۔ آزادی سے پہلے ادبی شخصیات پر بہت کم کام ہوئے ہیں۔ تحقیقی اعتبار سے ان میں سرِ فہرست غالب ہیں جن پر انیسویں صدی ہی میں حالی نے ''یادگارِ غالب'' لکھی۔ یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں لکھی گئی اور اگلے سال شائع ہوئی۔ حالی ہی نے ۱۹۰۱ء میں سرسید کی سوانح ''حیاتِ جاوید'' لکھی جو اردو میں لکھی جانے والی پہلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھرپور سوانح ہے۔ غالبؔ پر دوسری نہایت اہم کتاب غلام رسول مہر کی ''غالبؔ'' ہے جو ۱۹۳۵ء میں یا اس سے بھی پہلے وجود میں آئی۔ یہ بڑی حد تک ایک مستند سوانح عمری ہے۔ غالبؔ پر تیسری اہم تحقیقی کتاب شیخ محمد اکرام کی ''غالبؔ نامہ'' (۱۹۳۶ء) ہے جس کا نقشِ ثانی ''آثارِ غالبؔ'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس کتاب کی اہمیت تحقیق سے زیادہ تنقیدِ غالبؔ میں ہے۔ مالک رام کی ''ذکرِ غالبؔ'' ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی اور یہ ایک معتبر تحقیقی کاوش ہے۔

آزادی سے قبل افراد پر لکھی جانے والی کتابوں میں نہایت اہم شیخ چاند مرحوم کی کتاب ''سودا'' ہے جو ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب جدید تحقیقی مقالوں کے انداز پر لکھی گئی ہے اور اسی نے بعد میں لکھے جانے والوں کے لیے مثال کا کام دیا۔ اس میں پہلا باب سیاسی و سماجی پس منظر کا ہے جو اردو کے سندی تحقیقی مقالوں کے لیے اس طرح ضروری ہو گیا ہے جیسے غزل کے لیے مطلع۔ بہرحال اس ابتدائی دور میں شیخ چاند نے بڑے معرکے کا کام کیا۔ کلیاتِ سودا میں جو دوسروں کی مثنویاں اور مرثیے داخل ہو گئے تھے پہلی بار شیخ چاند نے ان کی نشان دہی کی اور وہ آج تک درست مانی جاتی ہے۔ منفرد ادیبوں پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں جن میں بعض بہت پائیدار ہیں۔ مختلف کتب کی ایک سرسری فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

حیاتِ سلطان محمد قلی قطب شاہ	ڈاکٹر زور	-
نصرتی	عبدالحق	۱۹۴۱ء
ولی گجراتی	ڈاکٹر طہیر الدین مدنی	-
سرگذشت حاتم	ڈاکٹر زور	-
میخانۂ درد	میر ناصر نذیر فراق	طبع ۱۳۴۴ھ
اردو کا سب سے بڑا شاعر اور محسن (مصحفی)	عبدالصمد صارم	۱۹۴۳ء
زندگانی بے نظیر	عبدالغفور شہباز	۱۹۰۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادگارِ ذوق	ظہورالدین وحشی	بیسویں کی ابتدا میں
یادگارِ انیس	امیر احمد علوی	
حیاتِ دبیر	افضل حسین ثابت لکھنوی	۱۹۱۳ء
یادگارِ امیر مینائی	میکش تھانوی	۱۹۰۳ء، حیدرآباد
سوانح امیر مینائی مع کارنامہ امیر مینائی	جلیل مانک پوری	۱۳۴۷ھ
دبدبۂ امیری	سید محمد عبدالحکیم حکمت	۱۹۳۷ء
امیر مینائی	ممتاز علی آہ	۱۹۴۱ء
جلوۂ داغ	احسن مارہروی	۱۹۰۲ء
آئینۂ داغ	محمد نثار علی شہرت	۱۹۰۵ء
داغ	نوراللہ محمد نوری	۱۳۵۵ھ
جلیل مرحوم	محمد امام امامی	۱۳۲۶ھ، بنگلور
حفیظ جون پوری	کامل بی اے	۱۹۳۹ء
تذکرۂ شمس العلما حافظ نذیر احمد	محمد مہدی بمبئی	-
حیات النذیر	مولوی افتخار عالم مارہروی	-
اردو کا پہلا ناول نگار (نذیر احمد)	محمد اویس احمد ادیب	۱۹۳۴ء
حیاتِ شبلی	سید سلیمان ندوی	۱۹۴۳ء
شبلی نامہ	شیخ اکرام	۱۹۴۶ء
تذکرۂ محسن	امین زبیری	۱۹۳۵ء
تذکرۂ وقار	امین زبیری	۱۹۳۸ء
وقارِ حیات	مولوی اکرم اللہ خاں ندوی	
حیاتِ محسن (محسن الملک)	محمد امین زبیری	۱۹۳۴ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجاد حیدر یلدرم	مبازر الدین رفعت	۱۹۴۶ء
سیرت محمد علی	رئیس احمد جعفری	۱۹۳۲ء
اکبر الہ آبادی	طالب الہ آبادی	-
بزم اکبر	قمر بدایونی	-
سیرت اقبال	طاہر فاروقی	-
ذکر اقبال	خواجہ عبدالمجید سالک	-
روح اقبال	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۱۹۴۲ء

مندرجہ بالا فہرست میں نصرتی، ولی، نظیر، وبیر، امیر مینائی، نذیر احمد، شبلی، اکبر اور اقبال کی بہت سی سوانح شامل ہیں جو آزادی کے بعد کے تحقیقی کارناموں کے معیار کی ہیں۔ کئی رسالوں نے افراد کے بارے میں اچھے نمبر نکالے، جن میں ذیل کے شمارے مشہور ہیں۔

نیرنگ دہلی	چکبست نمبر	مارچ ۱۹۳۳ء
زمانہ	پریم چند نمبر	تاریخ ندارد لیکن پریم چند کی وفات کے فوراً بعد
نیرنگ خیال	اقبال نمبر	۱۹۳۲ء
جوہر اقبال	جوہر کا اقبال نمبر	۱۹۳۸ء
اردو	اقبال نمبر	۱۹۳۸ء
نگار	نظیر نمبر	۱۹۴۰ء

رسالوں کے رواج کے ساتھ مضمون، انشائیے یا مقالے کا بھی فروغ ہوتا گیا۔ ہر قسم کے موضوع پر مضامین لکھے گئے۔ بعض اوقات کسی مضمون کی اہمیت کتاب سے کم نہیں ہوتی۔ تحقیق کے متعلق بھی بہت سے مضامین لکھے گئے۔ ان ہی کے ساتھ خطبات اور مقدمات کو بھی لے لیجیے۔ اردو کے تحقیقی خطبات اور مقالات کا آغاز اول گارساں دتاسی ہے جس نے فرانس کی شیریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان میں اردو ادب پر رطب اللسانی کی۔ خطبات گارساں دتاسی کا فرنچ سے اردو میں کئی حضرات نے ترجمہ کیا۔ اس پر مولوی عبدالحق نے مقدمہ لکھا اور انھوں نے نیز شیخ چاند نے حواشی لکھے۔ مقالات کا اردو ترجمہ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ ان میں مواد اور ناموں کی بھرمار ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ تحقیقی حزم و احتیاط سے آشنا نہ تھا۔ اس کے یہاں ہمالیائی اغلاط ہیں اور بکثرت ہیں۔ وہ جو معلومات فراہم کرتا ہے ان کی جب تک کسی دوسرے ماخذ سے توثیق نہ کر لی جائے ان پر باور نہیں کیا جا سکتا۔ دتاسی کے علاوہ تحقیقی تحریروں کے کچھ مجموعے یہ ہیں، ضروری نہیں کہ ان میں ہر مضمون تحقیقی ہو۔ بعض کا موضوع تحقیق ہوگا، بعض کا کچھ اور۔

نقوش سلیمانی	سید سلیمان ندوی	
دکھنی کے چند تحقیقی مضامین	نصیرالدین ہاشمی	
مقالاتِ ہاشمی	نصیرالدین ہاشمی	
مقدماتِ عبدالحق	عبدالحق	۱۳۵۶ھ
خطباتِ عبدالحق حصہ اول	عبدالحق	۱۹۳۹ء
خطباتِ عبدالحق حصہ دوم	عبدالحق	۱۹۴۴ء
مقالاتِ شیروانی	حبیب الرحمن خاں شیروانی	مرتبہ محمد مقتدا خان شیروانی ۱۹۴۶ء علی گڑھ
مقالاتِ شیرانی	محمود شیرانی	طبع اول ۱۹۴۸ء
مقالاتِ حافظ محمود شیرانی ۶ جلدیں	محمود شیرانی	مجلس ترقی ادب، لاہور

آزادی سے پہلے ملک میں معرکے کے اردو رسالے نکالے گئے۔ ان کے ایڈیٹروں کی ادبی شخصیت جتنی قدآور تھی بعد کے ایڈیٹران سے کچھ کم ہی رہیں گے۔ بڑے اچھے زمانے میں گاہے گاہے تحقیقی مضامین بھی آتے رہتے تھے۔ کچھ ایسے پرچے تھے جن میں یہ رنگ شوخ تھا۔ ابتدائی پرچوں میں مخزن اور حسرت موہانی کے اردوئے معلّٰی کا نام لیا جا سکتا ہے۔" ۔ ماہی اردو بنیادی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت سے تحقیقی رسالہ تھا۔ یہ پہلے اورنگ آباد سے نکلتا تھا بعد میں انجمن کے ساتھ دہلی چلا آیا۔ مولوی صاحب دکنیات میں جو دریافت کرتے تھے اس کا تعارف پہلے رسالہ اردو میں کراتے تھے۔ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کا سہ ماہی رسالہ ''ہندوستانی'' بھی زبان و ادب کی تحقیق کا رسیا تھا۔ ان کے علاوہ اودھ پنچ، دکن ریویو، نقاد، معارف، نگار، ساقی، علی گڑھ منتھلی، نیرنگِ خیال اور ادبی دنیا میں کبھی کبھی تحقیقی مضامین نکلتے تھے۔

فارسی کا وہ جو مصرع ہے خوش درخشید و لے دولتِ مستعجل بود۔ اس کا اطلاق رسالہ ''کارواں'' پر ہوگا جو محمود شیرانی کی ادارت میں سال میں صرف ایک بار ظاہر ہوتا تھا۔ اس کے محض دو سال نامے ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء میں نکلے۔ ۱۹۳۳ء کے پرچے میں شیرانی کا تاریخ ساز مضمون ''چار درویش'' نکلا جس میں انھوں نے ثابت کیا کہ امیر خسرو چار درویش کے مصنف نہیں۔ شیرانی کو محمد علی معصوم خاں کا نسخۂ چار درویش مل گیا تھا۔ انھوں نے بڑی عجلت کے ساتھ چار درویش کی تصنیف کا سہرہ محمد علی کے سر باندھ دیا جو غلط ہے کیونکہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں چار درویش کا ایسا فارسی نسخہ موجود ہے جو محمد علی سے تقریباً ۲۵ سال پہلے کا مکتوبہ ہے اور جس کے ترجمے میں قصے کا نام اسی طرح دیا ہے جیسے یہ نام پہلے سے مشہور ہو۔

کتابوں اور رسالوں کی طرح کتب خانوں کی وضاحتی فہرستیں بھی تحقیق کا گنجینہ ہوتی ہے۔ وضاحتی فہرست بسا اوقات مخطوطات کی ہوتی ہے۔ مرتب فہرست نہ صرف مخطوطے کی تفصیلات فراہم کرتا ہے بلکہ اس کے دوسرے نسخوں اور ترجموں کی بھی تفصیل دیتا ہے۔ مستشرقین نے اس سلسلے میں اہم کام کیا ہے۔ اردو تحقیق کے لیے جو فہرستیں زیادہ مفید ہیں اور جن کی تیاری میں تحقیقی نظر سے کام لیا گیا وہ یہ ہیں:

1. A descriptive Catalogue of the Oriental Library of the late Tipu Sultan of Mysore. By C.Stewart,1809 A.D.

2. Catalogue of the Arabic, persian, Hindustani

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

manuscripts in the library of Kings of Oudh. By Springer,1854 A.D

۳۔ برٹش میوزیم فارسی مخطوطات کی وضاحتی فہرست۔ از ڈاکٹر چارلس ریو۔

۴۔ برٹش میوزیم ہندی۔ پنجابی ہندوستانی (اردو) مخطوطات کی وضاحتی فہرست از بلوم ہارٹ۔

۵۔ انڈیا آفس فارسی مخطوطات کی وضاحتی فہرست۔ از اتھے۔

۶۔ انڈیا آفس ہندوستانی مطبوعات کی فہرست۔ از بلوم ہارٹ۔

۷۔ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ فارسی مخطوطات کی وضاحتی فہرست۔ از اتھے اور سخاؤ۔

۸۔ انڈیا آفس ہندوستانی مطبوعات کی فہرست۔

۹۔ برٹش میوزیم ہندوستانی مطبوعات۔ از بلوم ہارٹ۔

۱۰۔ انڈیا آفس فارسی مطبوعات۔

۱۱۔ کیمبرج یونیورسٹی فارسی مخطوطات کی فہرست۔ از براؤن۔

۱۲۔ سپلیمنٹ ہندوستانی مطبوعات برٹش میوزیم۔ از بلوم ہارٹ۔

۱۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال لائبریری فارسی مخطوطات۔

۱۴۔ خدا بخش لائبریری بانکی پور کے مخطوطات کی فہرست۔ از خان بہادر عبدالمقتدر اور کمال الدین احمد۔

۱۵۔ گورنمنٹ اورینٹل لائبریری مدراس کے مخطوطات کی فہرست۔

مندرجہ بالا تمام فہرستیں انگریزی میں ہیں۔ اردو میں صرف دو فہرستیں تحقیقی اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔

۱۶۔ یورپ میں دکنی مخطوطات از نصیر الدین ہاشمی۔ حیدرآباد ۱۹۳۲ء

۱۷۔ ادارۂ ادبیات اردو کے مخطوطات کی فہرست۔ از ڈاکٹر زور جلد اول ۱۹۴۳ء مطابق ۱۳۶۲ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی جلدیں آزادی کے بعد شائع ہوئیں۔

ان فہرستوں میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کی فہرستیں نیز یورپ کی دکھنی مخطوطات تحقیق کا خزانہ ہیں۔

تحقیق کی ایک نہایت اہم شاخ ترتیبِ متن ہے۔ پرانے متنوں میں دوسروں کی تحریریں الحاق کر جاتی تھیں۔ مصنف کی بعض غیر مطبوعہ تحریریں شامل ہونے سے رہ جاتی تھیں۔ مصنف کی واقعی نگارشات میں بھی بعض اوقات تحریف ہو جاتی تھی۔ مخطوطات کو صحیح پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ ایک ہی متن کے مختلف نسخوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ محقق کا کام ہے کہ ایک قابلِ اعتبار متن تیار کرے۔ اس کی راہ میں دشواریاں ہوتی ہیں۔ صحیح ماخذ دستیاب نہیں ہوتے، پھر بھی جو کچھ ہے اس کی بنا پر نظر تحقیق سے کام کرنا ہوتا ہے۔ آزادی کے بعد اس نوع کے متعدد معیاری کام کیے گئے لیکن آزادی سے پہلے بھی اردو کا دامن تہی نہیں تھا۔ اس دور میں جتنے غیر مطبوعہ اہم متن پہلی بار پیش کیے گئے اتنے آزادی کے بعد نہیں۔ دکنیات کا بیشتر حصہ آزادی سے پہلے ہی ہمارے سامنے لایا گیا۔ اس کی ترتیب مثالی نہیں تھی لیکن ناقابلِ اطمینان بھی نہ تھی۔

مثالی ترتیب میں مرتب کو ایک سیر حاصل مقدمہ لکھنا چاہیے۔ اس کے بعد صحیح متن کی تعمیر کرنی چاہیے۔ اختلافاتِ نسخ درج کر کے حواشی دیے جائیں۔ اختلافاتِ نسخ محض محنت کا کام ہے لیکن مقدمے اور حواشی مرتب کے مبلغِ علم کی غمازی کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اس مثالی معیار پر دو چار متنوں کی ترتیب ہی سرخرو ہوئی لیکن کسی نے اچھا متن ہی تیار کر کے چھاپ دیا تو بڑی خدمت ہے۔ ذیل میں آزادی سے قبل کی ترتیبِ متن کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ ان میں اس قسم کے کام شامل نہیں جن میں کسی متن کو بے احتیاطی سے محض چھاپ دیا گیا ہو۔

نام	مصنف	مرتب
مثنویاں		
ابراہیم نامہ	عبدل	ڈاکٹر زور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد نامہ	ـ	ڈاکٹر زور
قطب مشتری	وجہی	عبدالحق ۱۹۳۹ء
سیف الملوک و بدیع الجمال	غواصی	میر سعادت علی رضوی ۱۹۳۸ء
طوطی نامہ	غواصی	میر سعادت علی رضوی ۱۳۵۷ھ
پھول بن	ابن نشاطی	عبدالقادر سروری ۱۳۵۷ھ
گلشن عشق	نصرتی	عبدالحق
قصہ بے نظیر	صنعتی	عبدالقادر سروری
قصہ ملکہ مصر	محمد علی عاجز	سید محمد
مثنویات میر	میر	سید محمد
مثنویات میر	میر	سر شاہ سلیمان
بحر المحبت	مصحفی	عبدالماجد دریابادی ۱۹۲۲ء
مثنوی خواب و خیال	میر اثر	عبدالحق ۱۹۲۶ء
مثنوی گلزار نسیم مع دیوان نسیم	نسیم	چکبست۔ بیسویں صدی کی ابتدا
زہر عشق	شوق لکھنوی	مجنوں گورکھپوری، ۱۹۳۰ء

مرثیے

مراثی میر انیس ۳ جلدیں	انیس	حیدر علی نظم طباطبائی۔ نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۳ء تا ۱۹۳۰ء
روح انیس	انیس	مسعود حسن رضوی ۱۹۳۱ء
شاہکار انیس	انیس	مسعود حسن رضوی ۱۹۴۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوان، کلیات اور ان کے انتخابات

کلیاتِ قلی قطب شاہ	قلی قطب شاہ	ڈاکٹر زور ۱۹۴۰ء
دیوان عبداللہ قطب شاہ	عبداللہ قطب شاہ	سید محمد ۱۹۳۹ء
کلیاتِ ولی	ولی	احسن مارہروی ۱۹۲۷ء
کلیاتِ ولی	ولی	نورالحسن ہاشمی ۱۹۴۵ء
دیوانِ ولی	ولی	حیدر ابراہیم سایانی
دیوانِ فائز	فائز دہلوی	مسعود حسن رضوی ۱۹۴۶ء
کلیاتِ سراج	سراج اورنگ آبادی	عبدالقادر سروری ۱۹۴۰ء
انتخابِ سراج	سراج اورنگ آبادی	عبدالقادر سروری
کلیاتِ بحری	قاضی محمود بحری	ڈاکٹر حفیظ سید ۱۹۳۹ء
نادراتِ شاہی	شاہ عالم	عرشی ۱۹۴۴ء
مہتابِ سخن	الٰہ مہتاب رائے	عبدالقادر سروری
انتخابِ کلامِ میر	میر	عبدالحق ۱۹۲۱ء
دیوانِ خواجہ میر درد	میر درد	حبیب الرحمن خان شیروانی ۱۹۲۲ء
دیوانِ اثر	میر اثر	تقی الدین احمد حیدرآباد ۱۹۲۹ء
دیوانِ اثر	میر اثر	عبدالحق علی گڑھ ۱۹۳۰ء
دیوانِ یقین	انعام اللہ خان یقین	فرحت اللہ بیگ ۱۹۳۰ء
دیوانِ تاباں	تاباں	مولوی عبدالحق
دیوانِ جوشش	جوشش عظیم آبادی	عبدالودود ۱۹۴۱ء
دیوانِ بیدار	میر محمدی بیدار	جلیل قدوائی ۱۹۳۷ء، الٰہ آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوانِ بیدار	میر محمدی بیدار	محمد حسین محوی صدیقی ۱۹۳۵ء
دیوانِ غالب	غالب	نظامی بدایونی
نسخۂ حمیدیہ	غالب	انوار الحق ۱۹۲۱ء
انتخابِ غالب	غالب	عرشی ۱۹۴۲ء

داستان

سب رس	وجہی	عبدالحق
باغ و بہار	میر امن	عبدالحق
داستان رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشا	عبدالحق ۱۹۳۳ء

قواعد

دریائے لطافت	انشا و قتیل	عبدالحق ۱۹۱۶ء
دریائے لطافت	انشا و قتیل	مترجم پنڈت کیفی ۱۹۳۵ء

خطوط

مکاتیبِ غالب	غالب	عرشی ۱۹۳۷ء
خطوطِ غالب	غالب	منیش پرشاد ۱۹۴۱ء
بیگماتِ اودھ کے خطوط		مفتی انتظام اللہ شہابی ۱۳۶۶ھ
خطوطِ سرسید	سرسید	سر راس مسعود ۱۹۲۴ء
خطوطِ منشی امیر احمد	امیر مینائی	احسن اللہ خاں ثاقب ۱۹۱۰ء
ملفوباتِ شاد عظیم آبادی	شاد عظیم آبادی	ڈاکٹر زور ۱۹۳۹ء
شاد و اقبال	کشن پرشاد، شاد اور اقبال	ڈاکٹر زور ۱۹۴۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبات

مکمل مجموعۂ لیکچرز و اسپیچز	سرسید	امام الدین لاہور، ۱۹۰۰ء
نذیر احمد کے لیکچروں کا مجموعہ	نذیر احمد	بشیر الدین احمد، آگرہ ۱۹۱۸ء

متفرق

معراج العاشقین	خواجہ بندہ نواز (کذا)	عبدالحق ۱۹۴۳ء
ذکرِ میر	میر	عبدالحق ۱۹۲۸ء
فیضِ میر	میر	مسعود حسن رضوی ۱۹۲۹ء
مجالسِ رنگین	رنگین	مسعود حسن رضوی ۱۹۲۹ء

تذکرے بڑی تعداد میں ترتیب دے کر شائع کیے گئے۔ چونکہ ان کی تفصیل مضمون کی ابتدا میں دی جا چکی ہے اس لیے یہاں اسے حذف کیا جاتا ہے۔ ترتیبِ متن کے سلسلے میں سب سے سنسنی خیز کارنامہ غالبؔ کے قلم زد کلام کی دریافت ہے، جسے ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے ۱۹۱۸ء میں دریافت کیا لیکن وہ اس کی ترتیب سے قبل انتقال کر گئے۔ بعد میں مفتی انوارالحق نے ۱۹۲۱ء میں نسخۂ حمیدیہ کے نام سے ترتیب دیا۔ اس میں انھوں نے غالبؔ کا بعد کا کلام بھی ملا کر ابتدائی دیوان کی صورت مسخ کر دی۔ اس طرح مفتی صاحب کی ترتیب قابلِ قدر نہیں۔ اصل اہمیت اس متن کو افشا کرنے کی ہے اور یہ غالبیات میں سنگِ میل ہے۔

اسی طرح کی دریافت دکنیات کے خزانوں کی ہے جس نے کئی سو سال کے دفینے ہماری نظروں کے سامنے اُلٹ دیے۔ ان کی اشاعت کی اہمیت ترتیبِ متن میں نہیں دریافتِ متن میں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ ان کے بہت سے متنوں کو از سرِ نو ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ مثلاً مصحفی کے تذکرۂ ہندی کو انھوں نے ایک ناقص نسخے کی بنا پر چھاپ دیا ہے۔ معراج العاشقین کو رسمی مشابہت کی بنا پر انھوں نے خواجہ بندہ نواز سے منسوب کر کے ایک بڑی غلط فہمی کو رائج کیا۔ ڈاکٹر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسینی شاہد اور ڈاکٹر حفیظ قتیل کی تحقیق ہے کہ یہ نسخہ دو ڈھائی صدی بعد کے ایک دوسرے بزرگ مخدوم شاہ حسینی کی تصنیف ہے۔

مثالی تدوینِ متن کے کیا تقاضے ہوتے ہیں انھیں مولانا عرشی نے عملاً واضح کیا۔ مکاتیبِ غالب میں انھوں نے غالب کے وہ خطوط پیش کیے جو والیانِ رام پور کو لکھے گئے تھے۔ اس پر انھوں نے ایک معرکے کا مقدمہ لکھا اور متن کی صحت کا پورا خیال رکھا۔

تذکروں کی ترتیب کس نہج پر ہونی چاہیے اس کا معیار بھی مولانا عرشی نے قائم کیا۔ احمد علی یکتا نے ۱۹۳۴ء میں دستور الفصاحت لکھی تھی جو بلاغت کی کتاب ہے۔ اس میں جن شعرا کے اشعار درج کیے گئے تھے کتاب کے ساتویں حصے میں ان کے حالات بھی لکھ دیے تھے۔ گویا یہ حصہ ایک قسم کا تذکرہ تھا۔ عرشی صاحب نے ۱۹۴۳ء میں اسی کو ترتیب دے کر شائع کیا۔ انھوں نے حواشی کو یہ وسعت دی کہ شاملِ تذکرہ ایک ایک شاعر کو لے کر دوسرے تذکروں سے بھی اس کے ترجمے کو نقل کر دیا تاکہ دوسروں کے بیانات کا فرق واضح ہو جائے۔ یہ تشریح نگاری کی غیر معتدل صورت ہے۔ ان خطوط پر اصل تذکرے کے مقابل اس سے دس گنے حجم کا ایک اور تذکرہ تیار ہو جائے گا۔ مولانا عرشی کے بعد آج تک کسی نے تذکرے پر اس انداز سے حواشی نہیں لکھے۔

بہر حال قابلِ اطمینان بات یہ ہے کہ آزادی سے قبل ہی ترتیبِ متن کے اعلیٰ نمونے سامنے آنے لگے تھے۔ دکنی متون اور تذکروں کو اس کاوش سے پیش کیا گیا کہ ان پر پورا بھروسا کیا جا سکتا ہے۔

تحقیق کی اس رُوداد کے بعد آزادی سے قبل کے محققوں کا ایک اجمالی تعارف پیش کرنا بے موقع نہ ہوگا۔ سب سے پہلے ان رسمی محققوں کو لیجیے جو یونیورسٹیوں سے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں لیتے ہیں۔ اب ڈگری یافتہ ڈاکٹروں کی آبادی بہت ہو گئی ہے لیکن آزادی سے قبل کے مقالہ نویس دو ہاتھوں کی انگلیوں پر شمار کیے جا سکتے تھے۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے آزادی سے پہلے کلکتہ یونیورسٹی سے جدید اردو شاعری کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی۔ ان کا مقالہ انگریزی میں تھا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ڈگری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو کی تھی یا کسی اور مضمون کی چونکہ اس وقت کلکتہ یونیورسٹی میں ایم۔اے اردو کی جماعتیں نہیں تھیں اس لیے بقرینِ قیاس نہیں کہ انھیں اردو میں ڈگری دی گئی ہو۔

ڈاکٹر زور نے ۱۹۳۰ء میں لندن یونیورسٹی سے ''اردو کے آغاز اور ارتقا'' پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری لی۔ اردو شہ پارے، ہندوستانی لسانیات اور ہندوستانی صوتیات اسی کے حصے ہیں، یہ بات خود انھوں نے مجھے بتائی تھی۔ ہوسکتا ہے انگریزی میں ان کا جو مقالہ رہا ہو اس کے مختلف حصوں کو پھیلا کر ان کتابوں کی شکل دی گئی ہو۔ مجھے اس کی نوعیت میں شبہ ہے کہ یہ اردو کی ڈگری تھی کہ لسانیات کی۔ انھوں نے ڈی لٹ کے لیے پیرس یونیورسٹی میں گجری بولی پر کام کرنا چاہا لیکن پورا کیے بغیر واپس آ گئے۔

ہندوستانی یونیورسٹیوں کے اردو کے شعبوں سے جن لوگوں نے ڈگریاں لی ہیں وہ زیادہ معتبر ہیں۔ آزادی سے قبل ڈی لٹ کی ڈگری کی صرف ایک مثال ملتی ہے۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسین نے الٰہ آباد یونیورسٹی سے مذہب اور شاعری کے موضوع پر ۱۹۴۶ء میں ڈی لٹ کی۔ پی۔ایچ۔ڈی کی تفصیل یہ ہے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	لکھنؤ کا دبستانِ شاعری	علی گڑھ یونیورسٹی
ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی	دلی کا دبستانِ شاعری	علی گڑھ یونیورسٹی
ڈاکٹر مسعود حسین خاں	تاریخ زبان اردو	علی گڑھ یونیورسٹی
ڈاکٹر جگت نرائن ہیکر وال	پریم چند حیات اور تخلیقات	لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۴۵ء
ڈاکٹر عبادت بریلوی	اردو تنقید کا ارتقا	لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۴۵ء
ڈاکٹر سید رفیق حسین	اردو غزل کی نشو ونما ۱۸۵۰ء تک	الٰہ آباد یونیورسٹی ۱۹۴۶ء
ڈاکٹر حامد حسین بلگرامی	اردو میں منظر نگاری	الٰہ آباد یونیورسٹی ۱۹۴۶ء
ڈاکٹر گیان چند جین	اردو کی نثری داستانیں	الٰہ آباد یونیورسٹی ۱۹۴۶ء

راقم الحروف نے اپنا مقالہ ۱۹۴۶ء میں مکمل کیا۔ جون ۱۹۴۷ء میں یونیورسٹی میں داخل کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ور ۱۹۴۸ء میں ڈگری لی چونکہ کام کی تکمیل آزادی سے پہلے ہوئی تھی اس لیے میں نے اپنے کام کو اس جائزے میں بار دیا ہے۔

ہندوستانی یونیورسٹیوں سے استاذی ڈاکٹر سید رفیق حسین اردو کے پہلے پی ایچ ڈی ہیں اور استاذی ڈاکٹر سید اعجاز حسین پہلے ڈی لٹ۔

محققوں کی یہ فہرست ان ناموں کی ہے جو ضابطے کے اعتبار سے محقق کا ٹھپہ لیے ہوئے ہیں لیکن زیادہ معیاری اور زیادہ قابلِ قدر کام اُن پختہ کار محققوں کے تھے جو ڈگری سے بلند و بالا تھے، جنھیں فاضلِ تحقیق کہا جا سکتا ہے۔ اہم محققوں کے آزادی سے قبل کے کارناموں کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

۱۔ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی۔ صدر یار جنگ رئیس نیلم پور (۱۸۶۵ء تا ۱۹۵۰ء) یہ غبارِ خاطر کے صدیقِ مکرم ہیں۔ انھوں نے ۱۹۲۲ء میں میر حسن کا تذکرہ شعرائے اردو اور ۱۹۲۶ء میں میر کا تذکرہ نکات الشعرا مرتب کیا۔ نکات الشعرا کو بعد میں مولوی عبدالحق نے مرتب کیا۔ انھوں نے خواجہ میر درد کا دیوان بھی مرتب کیا۔

۲۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق (۱۸۷۱ء تا ۱۹۶۱ء) ان کے تحقیقی کارنامے بہت زیادہ ہیں۔ تحقیق میں ان کی اصل خدمت پرانے متنوں کو ترتیب دے کر شائع کرنے میں ہے۔ انھوں نے ذیل کے تذکرے مرتب کیے:

چمنستانِ شعرا از شیفتہ، ۱۹۲۸ء۔ مخزنِ نکات از قائم، ۱۹۲۹ء۔ تذکرہ ریختہ گویان (گلشن راز) از گردیزی ۱۹۳۳ء۔ مخزنِ شعرا از فائق ۱۹۳۳ء۔ تذکرہ ہندی از مصحفی ۱۹۳۳ء، نکات الشعرا از میر ۱۹۳۵ء، گلِ عجائب از اسد علی خاں تمنا ۱۹۳۶ء۔

شبلی نے مرزا علی لطف کے تذکرہ گلشن ہند کو ۱۹۰۶ء میں ترتیب دیا جس پر مولوی عبدالحق نے مقدمہ لکھا۔ مثنویات میں انھوں نے نصرتی کی گلشن عشق، میر اثر کی خواب و خیال مرتب کیں۔ دواوین میں عبدالحئی تاباں کا دیوان، انتخاب کلام میر، ۱۹۲۱ء، دیوان اثر ۱۹۳۰ء مرتب کیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انشا کی دریائے لطافت کا فارسی متن مرتب کر کے ۱۹۱۶ء میں شائع کیا۔ ''ذکرِ میر'' ۱۹۲۸ء میں اور ''معرج العاشقین'' ۱۹۶۳ء میں وجہی کی ''سب رس'' کو دریافت کر کے انھوں نے رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۲۴ء میں مضمون لکھا جو بعد کو ان کے مرتب کردہ ''سب رس'' میں مقدمے کے طور پر شامل ہوا۔ اسی طرح باغ و بہار پر رسالہ اردو جولائی ۱۹۳۰ء میں مضمون لکھا جو اس کتاب سے پہلے شائع ہوا۔ داستان رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی ۱۹۲۳ء میں شائع کی۔ رسالہ اردو، جنوری ۱۹۲۲ء میں ان کا مضمون کلیاتِ سلطان محمد قلی قطب شاہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر زور سے پہلے مولوی صاحب اس کلیات کا عرفان کر چکے تھے۔

ان کے مقدمات، خطبات اور ادبی تبصروں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ آزادی سے قبل مقدمات عبدالحق ۱۹۳۱ء میں مرزا محمد بیگ حیدرآبادی ترتیب سے شائع ہوئے۔ خطبات عبدالحق کی پہلی جلد ۱۹۳۹ء میں اور دوسری ۱۹۴۴ء میں آئی۔ ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے خطبات عبدالحق کا جامع ایڈیشن شائع کیا۔

''اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام'' ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ ''مرحوم دلی کالج'' کے عنوان سے رسالہ اردو ۱۹۳۲ء میں مضمون شائع ہوا، کتاب ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی۔ نصرتی ملک الشعرا بے جاپور ۹۳۸ھ یا ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی۔ رسالہ اردو کے پہلے شمارے ۱۹۲۱ء کی بسم اللہ ان کے مضمون ''مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر'' سے ہوئی۔ بعد میں یہ مضمون کتابی شکل میں آ گیا لیکن چونکہ یہ لسانیات سے متعلق ہے اس لیے ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

ترتیبِ متن ایک دشوار گزار کام ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک فرد اتنے بہت سے کاموں کو تشفی آمیز طریقے پر انجام دے سکے۔ قاضی عبدالودود نے رسالہ معاصر پٹنہ شمارہ ۱۳ سے ۱۵ تک میں ایک ضخیم مضمون ''عبدالحق بحیثیت محقق'' لکھا ہے۔ مجھے معاف کیا جائے کہ اس مضمون کے پڑھنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولوی صاحب ایک غیر مستند محقق تھے۔ وہ فارسی عبارتوں کے معنی سمجھنے میں بھی ٹھوکر جاتے تھے۔ انھوں نے ''معراج العاشقین'' اور ''تذکرۂ ہندی'' کا جو قلمی متن چھاپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ حد یہ ہے کہ اس انتخاب کلام میر میں یہ صراحت بھی نہیں کی کہ یہ انتخاب کلیات کے کس نسخے پر مبنی ہے۔ ان کے متون اختلاف نسخ سے عاری ہوتے ہیں۔ گو اختلافات نسخ کا دینا ترتیب متن کی مبادیات میں سے ہے۔

میں یہ مانتا ہوں کہ مولوی عبدالحق کے مرتبہ متون کو جدید اصول کی روشنی میں از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے اور ان میں سے بعض مرتب کیے جا رہے ہیں لیکن اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انھوں نے اتنے سارے قدیم متون کو اچھی خاصی (گو بہترین نہیں) ہیئت میں متعارف کر کے کتنی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

۳۔ حافظ محمود خان شیرانی۔ (۱۸۸۸ء تا ۱۹۴۶ء)

ان کی تحقیق کے زیادہ اہم حصے ہمارے دائرۂ تحریر سے خارج ہیں۔ مثلاً تنقید شعر العجم، فردوسی پر چار مقالے، پرتھی راج راسو وغیرہ۔ ان کی سب سے مشہور "تصنیف، پنجاب میں اردو" کی اہمیت لسانی نظریے کے لیے زیادہ ہے، ادبی تحقیق کے لیے کم سے کم ہے۔ ردو تحقیق میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ امیر خسرو کو دو تصانیف سے بے دخل کرنا ہے۔ مفت کرم داشتن کے مصداق قصۂ چہار درویش کو امیر خسرو کی تصنیف قرار دیا جاتا تھا۔ شیرانی نے رسالہ کاروان ۱۹۳۳ء میں مضمون لکھ کر شافی طریقے پر ثابت کر دیا کہ یہ قصہ خسرو سے بہت بعد کا ہے لیکن انھوں نے عبدمحمد شاہی کے محمد معصوم علی خاں کو جو اس کا مصنف ٹھہرایا وہ بھی صحیح نہ تھا۔ خالق باری کے لیے انھوں نے ثابت کیا کہ یہ امیر خسرو کی تصنیف نہیں بلکہ عہد جہاں گیر کے کسی ضیاء الدین خسرو کی ہے۔ ابھی یہ پوری طرح متحقق نہیں لیکن ان کے اس دعوے کو ماننے کو جی چاہتا ہے کہ یہ عامیانہ لغت خسرو کی تخلیق نہیں۔

انھوں نے قدرت اللہ قاسم کے ضخیم تذکرے "مجموعہ نغز" کو حسن و خوبی سے ترتیب دیا اور اس پر بڑا عالمانہ مقدمہ لکھا۔ ان کے مضامین کو مقالات حافظ محمود شیرانی کے نام سے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۶۶ء کے قریب ۲ جلدوں میں شائع کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب (۱۸۹۳ء تا ۱۹۷۵ء)

یہ اردو کے مثالی محققوں میں سے ہیں۔ انھوں نے آزادی سے پہلے کئی اہم تحقیقی مضامین لکھے اور چند متون شائع کیے۔ ان میں سے قابلِ ذکر یہ ہیں۔

۱۔ فیضِ میر۔ ۱۹۲۹ء۔ اس میں میر نے درویشوں کی پانچ حکایات لکھی ہیں۔ اس کتاب کی دریافت مسعود صاحب ہی کا کارنامہ ہے۔ انھوں نے میر کی گمشدہ کتاب ''ذکرِ میر'' کا ایک نسخہ بھی کھوجا تھا۔ اس کی کتابت کرائی کہ اسی دوران میں انجمن ترقی اردو نے یہ کتاب شائع کر دی۔ مسعود صاحب نے اپنا کام روک کر فیضِ میر کی اشاعت پر اکتفا کیا۔

۲۔ مجالسِ رنگین۔ ۱۹۲۹ء۔

۳۔ روحِ انیس۔ اس میں انیس کے سات بہترین مرثیوں اور چند سلاموں اور رباعیات کو کمال صحت کے ساتھ پیش کیا۔ ۱۹۳۱ء سے لے کر تا حال اس کے پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۴۔ دیوانِ فائز۔ ۱۹۴۶ء انھوں نے ۱۹۲۵ء میں اس دیوان کا نسخہ دریافت کیا۔ ان سے پہلے کوئی اس شاعر کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ ان کے ضبط کی داد دینی چاہیے کہ انھوں نے یہ دیوان ۱۹۴۶ء میں شائع کیا اور اسی طرح شمالی ہند میں اردو کے ایک بہت قدیم شاعر کا اضافہ کیا۔

مسعود صاحب نے غالبیات میں ایک کتاب ''متفرقاتِ غالب'' ترتیب دی جو رضا لائبریری رام پور کی طرف سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ اس مجموعے میں غالب کے کئی خطوط نظمیں اور ایک اردو غزل پہلی بار پیش کی گئی۔ مجموعے میں بعض مطبوعہ چیزیں بھی قدیم تر روایات شامل کی ہیں۔

مسعود صاحب نے رسالوں میں اعلیٰ درجے کے تحقیقی مضامین لکھے۔ انھوں نے امانت کی تصنیف شدہ ''شرح اندر سبھا'' کو دریافت کر کے پہلی بار رسالہ اردو میں شائع کیا۔ مسعود صاحب کے بہترین تحقیقی کارنامے آزادی کے بعد سامنے آئے ہیں لیکن آزادی سے قبل بھی وہ ایک چوٹی کے محقق کا رتبہ حاصل کر چکے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ غلام رسول مہر (۱۸۹۴ء تا نومبر ۱۹۷۱ء)

ماہرِ غالبیات مولانا غلام رسول مہر نے غالبؔ کے خطوں کی مدد سے غالبؔ کی مفصل اور مستند سوانح عمری مرتب کی۔ آزادی کے بعد انھوں نے خطوطِ غالبؔ بھی دو جلدوں میں ترتیب دیے۔

۶۔ قاضی عبدالودود (پیدائش ۱۸۹۸ء)

قاضی صاحب کو معلم المحققین یا تنبیہ الغافلین تحقیق کہنا چاہیے۔ انھوں نے تحقیق کا جو اعلیٰ معیار مقرر کیا ہے اس پر بہت کم محقق اور تحقیقی کارنامے پورے اتر سکے ہیں۔ تحقیق میں غیر معتبر حوالوں اور غیر ثقہ متون سے بچنا اور انتہا کا حزم و احتیاط ان کا شیوۂ خاص ہے۔ انھوں نے میدانِ تحقیق کے بڑے بڑے جغادریوں کے کاموں کا جائزہ لیا اور ان کے پرخچے اڑا دیے۔ اردو کی ادبی تحقیق کو جس حد تک قاضی صاحب نے متاثر کیا ہے اتنا کسی اور نے نہیں کیا۔ ان کی تنبیہ کے خوف سے بڑوں بڑوں کا زہرہ آب ہو جاتا ہے۔

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تین کتابیں دیوانِ جوشش، قطعاتِ دلدار اور دیوانِ رسا آزادی سے قبل کی ہیں۔ غالباً ۱۹۳۶ء کے معیار کے شماروں میں ان کے بہت سے مضامین شائع ہوئے بعد میں وہ رسالہ معاصر پٹنہ کو خاص طور سے نوازتے رہے۔

۷۔ نصیر الدین ہاشمی (۱۸۹۵ء تا ۱۹۶۵ء)

دورِ جدید میں دکنیات پر لکھنے والوں میں ان کی حیثیت قافلہ سالار کی ہے۔ ان کی کتاب ''دکن میں اردو'' اپنے رنگ میں منفرد ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۵ء کے قریب نکلا۔ اس کے بعد بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں اور ہر بار اس میں اضافے ہوتے رہے ہیں چنانچہ ان کی زندگی کا آخری ایڈیشن نہایت ضخیم ہے۔ آزادی سے قبل ان کی تصانیف ''مدراس میں اردو''، اور ''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' شائع ہو چکی تھیں۔ آخرالذکر محض مخطوطات کی فہرست نہیں بلکہ ایک تحقیقی کارنامہ ہے۔ ان ہی کی تقلید میں اردو کی علاقائی تاریخیں لکھنے کا رواج ہوا۔ ان کے مضامین کے دو مجموعے ''دکھنی کے چند تحقیقی مضامین'' اور ''مقالاتِ ہاشمی'' ۱۳۵۶ھ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحوم نے ایک بار راقم الحروف سے کمالِ انکسار سے اعتراف کیا تھا کہ "چونکہ میرا علم زیادہ نہیں اس لیے میری تحقیق میں غلطی رہ جاتی ہے۔" اس اعتراف کا پہلا حصہ تو نہیں لیکن دوسرا حصہ بڑی حد تک ایک حقیقت ہے۔ انھوں نے کتب خانوں کی جو وضاحتی فہرستیں شائع کی ہیں، ان میں بڑی فاش غلطیاں پائی جاتی ہیں لیکن "دکن میں اردو" اور "یورپ میں دکنی مخطوطات" کو کسی طرح غیر معیاری کام نہیں قرار دیا جا سکتا۔

۸۔ ڈاکٹر غلام محی الدین قادری زور (۱۹۰۵ء تا ۱۹۶۲ء)

اگر مولوی عبدالحق بابائے اردو تھے تو میں ڈاکٹر زور کو "بابائے دکنی اردو" کہوں گا۔ انھیں دکنی اردو سے عشق تھا۔ انھوں نے دکنی ادب اور دکنی ادیبوں کو پایۂ اعتبار عطا کیا۔ بعض حضرات کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔

ڈاکٹر زور کے لیے کہا جائے گا کہ وہ اپنی ذات میں ادارہ تھے۔ آزادی سے قبل ان کے کئی شاہکار وجود میں آئے تھے جن میں اہم ترتیبِ متن کے دو کارناموں "اردو شہ پارے" (۱۹۲۸ء) اور "کلیاتِ قلی قطب شاہ" (جون ۱۹۴۰ء) کی ترتیب ہے۔ "اردو شہ پارے" میں دکنی ادیبوں کی نگارشات کے نمونے ہی نہیں بلکہ حالات بھی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب دراصل ایک تذکرہ یا علاقائی تاریخ ادب ہے۔ انھوں نے ۱۹۳۴ء میں "گلزارِ ابراہیم مع گلشنِ ہند" مرتب کی جس میں مولوی عبدالحق کا مقدمہ بھی شامل کیا ہے۔ وہ "ابراہیم نامہ" اور "ارشاد نامہ" کی ترتیب غالباً ۱۹۴۰ء تک مکمل کر چکے تھے۔ "مکتوباتِ شاذ" (عظیم آبادی) مرتب کر کے اکتوبر ۱۹۳۹ء میں شائع کیے اور "شاد و اقبال" ۱۹۴۲ء میں۔ اس میں مہاراجا سرکشن پرشاد اور اقبال کی مراسلت ہے۔

ان کی مستقل تصانیف میں چند منفرد ادیبوں کی سوانح ہیں جن میں "حیاتِ سلطان محمد قلی قطب شاہ" ممتاز ہے۔ قطب شاہی کے پیشوائے سلطنت میر محمد مومن کی سوانح حیات "میر محمد مومن" (۱۹۴۱ء) بھی قابلِ ذکر ہے لیکن مومن کی حیثیت سیاسی ہے ادبی نہیں۔ "سرگذشت غالب"، "سرگذشت حاتم" اور "گارساں دتاسی" نسبتاً سرسری کتابیں ہیں جن میں "گارساں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داستان'' کسی قدر بہتر ہے۔ پہلے یہ مضمون کی شکل میں شائع ہوئی تھی بعد میں اضافوں کے ساتھ کتاب بن گئی۔

''اردو شہ پارے'' کے علاوہ انھوں نے دکنی ادب کی تین تاریخیں لکھیں۔ ''داستانِ ادب حیدرآباد'' میں قطب شاہی دور سے جامعہ عثمانیہ کے قیام تک کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ''عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی'' (۱۹۳۴ء) کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ ۱۹۶۰ء میں کراچی سے ان کی کتاب ''دکنی ادب کی تاریخ'' شائع ہوئی۔ یہ مندرجہ بالا کتب پر اضافہ ہے۔ انھوں نے ادارۂ ادبیاتِ اردو کے مخطوطات کی فہرستیں ۵ جلدوں میں شائع کیں، جن میں سے صرف پہلی جلد آزادی سے قبل ۱۹۴۳ء میں سامنے آئی۔ والہ کی مثنوی ''طالب و موہنی'' کی ترتیب بھی آزادی سے بعد کا کام ہے۔ دکنیات کی تحقیق و تدوین و اشاعت میں ان کی حیثیت ایک چھتنار درخت کی سی ہے۔ دکنیات سے ہٹ کر انھوں نے جو کام کیے ہیں، مثلاً ''ہندوستانی لسانیات'' یا غالبؔ یا حاتم کی سرگذشت وہ قابلِ اطمینان نہیں ہیں۔

۹۔ پروفیسر عبدالقادر سروری (غالباً ۱۹۰۶ء تا ۱۹۷۱ء)

ڈاکٹر زور کی طرح مرحوم سروری بھی جامعہ عثمانیہ سے متعلق تھے۔ ان کی کتاب ''اردو مثنوی کا ارتقا'' خاص طور سے دکنی مثنوی ہی کی تاریخ ہے لیکن سروری صاحب کے کاموں میں یہ چنداں اہم نہیں۔ ان کے بڑے کارنامے ترتیبِ متن کے ہیں۔ ۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں انھوں نے ملا نشاطی کی ''مثنوی، پھول بن مرتب'' کی جو ان کی رائے میں دکن کی بہترین مثنوی ہے۔ ان کا سب سے اہم کام ''کلیاتِ سراج'' (۱۹۴۰ء) کی ترتیب ہے جس پر انھوں نے ایک نہایت سیر حاصل مقدمہ لکھا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ انھوں نے ''انتخاب سراج'' بھی ترتیب دیا۔ صنعتی کی ''قصۂ بے نظیر'' کو بھی مرتب کیا۔ ۱۹۴۴ء میں شاہ صدرالدین کی ''مراۃ الاسرار'' کو بنگلور سے شائع کیا۔

ان کے کئی کام آزادی کے بعد وجود میں آئے جن میں سے ''اردو کی ادبی تاریخ'' قابلِ ذکر ہے۔ ''کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ'' شائع ہو چکی ہے اور ''کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تین جلدیں) ابھی تک زیرِ اشاعت ہیں۔

۱۰۔ شیخ چاند (۱۹۰۶ء تا ۱۹۳۶ء)

شیخ چاند نے مولوی عبدالحق کی نگرانی میں ''سودا'' پر تحقیقی مقالہ لکھا۔ ۱۹۳۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی میں داخل کیا معلوم نہیں کیوں ڈگری نہیں ملی۔

ان کی یہ تحقیقی کتاب ''سودا'' ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس نے اردو میں منفرد ادیبوں پر تحقیقی مقالے لکھنے کا نہج مقرر کیا۔ شیخ چاند نے مولوی عبدالحق کے ساتھ ''خطباتِ گارساں دتاسی'' کے حواشی بھی لکھے۔ ترقی اردو بورڈ کراچی نے ۱۹۶۸ء میں شیخ چاند کی مرتبہ مثنوی ''خاور نامہ'' شائع کی ہے۔ میری نظر سے نہیں گزری معلوم نہیں یہ سودا والے شیخ چاند ہی ہیں یا کوئی اور صاحب ہیں۔

۱۱۔ سید محمد

ان کی شہرت ''ارباب نثرِ اردو'' کے مصنف کی حیثیت سے ہے۔ اس میں فورٹ ولیم کالج کے مصنفین پر پہلی بار تفصیل کے ساتھ لکھا گیا۔ ترتیبِ متن میں ان کے کارنامے حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی کا تذکرہ ''گلشنِ گفتار'' ۱۹۳۹ء۔ ۲۔ دیوانِ عبداللہ قطب شاہ ۱۹۳۹ء۔ ۳۔ محمد علی عاجز کی مثنوی قصۂ ملکۂ مصر۔ ۴۔ مثنویاتِ میر۔ ۱۹۵۶ء میں انھوں نے فائز کی مثنوی ''رضوان شاہ و روح افزا کو شائع کیا لیکن وہ ہمارے دائرے سے خارج ہے۔

۱۲۔ مولانا امتیاز علی عرشی (پیدائش ۱۹۰۴ء)

اردو کے محققین میں مولانا عرشی کا نام ممتاز ہے۔ وہ بنیادی حیثیت سے ماہرِ غالبیات ہیں لیکن انھوں نے دوسرے میدان میں بھی دادِ تحقیق دی ہے۔ آزادی سے قبل ۱۹۳۷ء میں انھوں نے ''مکاتیبِ غالب'' شائع کر کے ترتیبِ متن کی ایک اچھی مثال قائم کی۔ اس کا مقدمہ جتنا ضخیم ہے اتنا ہی عالمانہ ہے۔ غالب نے اپنے فارسی اور اردو کلام کا انتخاب خود کر کے نواب رام پور کو بھیجا تھا۔ مولانا عرشی نے اسے دریافت کر کے ۱۹۴۲ء میں شائع کیا۔ ۱۹۴۴ء میں انھوں نے یکتا کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دستور الفصاحت'' ترتیب دی جس میں تذکروں کی ترتیب کا اتنا بلند معیار قائم کر دیا جس تک کوئی دوسرا پہنچ نہ سکا۔ ۱۹۴۷ء میں انھوں نے شاہ عالم آفتاب کا کلام ''نادراتِ شاہی'' مرتب کیا۔ ۱۹۴۷ء میں انھوں نے فرہنگِ غالب شائع کی۔

۱۳۔ شیخ محمد اکرام ولادت (۱۹۰۷ء)

ماہرِ غالبیات میں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ غالب کی تحقیق و تنقید دونوں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے ۱۹۳۶ء میں ''غالب نامہ'' شائع کیا۔ نقشِ ثانی میں اس کا نام ''آثارِ غالب'' ہو جاتا ہے۔ اس میں انھوں نے غالب کی سوانح کے ساتھ ساتھ ان کی ذات و شخصیات کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی مذہبی، روحانی اور علمی تاریخ ''آبِ کوثر'' ''رودِ کوثر'' اور ''موجِ کوثر'' کے نام سے لکھیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ آزادی سے پہلے کے کام ہیں یا بعد کے۔ ان کی ''شبلی نامہ'' غالباً تقسیمِ ملک سے بعد کی ہے۔

۱۴۔ مالک رام (ولادت ۱۹۰۷)

یہ ماہرِ غالبیات بھی ہیں اور چوٹی کے محقق بھی۔ انھوں نے غالب کی مستند سوانح ''ذکرِ غالب'' کے نام سے ۱۹۳۸ء میں شائع کی۔ غالب کے فارسی کلام ''سبد چیں'' کو بھی انھوں نے اسی سال میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ غالب پر ان کے تحقیقی مضامین کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے کئی آزادی سے قبل لکھے جا چکے تھے۔ ان کے زیادہ وقیع کام آزادی کے بعد وجود میں آئے جن میں ''ذکرِ غالب'' کا پانچواں ایڈیشن قابلِ ذکر ہے۔ اسے غالب کی مستند ترین سوانح بھی کہا جائے گا۔ ترتیبِ متن میں ان کے شاہکار آزادی سے بعد کے ہیں۔

ان علما کے علاوہ آزادی سے قبل دوسرے کئی حضرات نے اردو تحقیق میں اضافے کیے لیکن میں نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جو تحقیق اور ترتیبِ متن کے قافلہ سالاروں میں ہیں۔ میں نے اس فہرست میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا نام نہیں لیا جن کا مضمون ''شعرائے اردو کے تذکرے'' پہلے رسالہ اردو میں شائع ہوا بعد میں کتابی شکل میں۔ تحقیقی اعتبار سے یہ مضمون نہایت اہم ہے لیکن ڈاکٹر سید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ ہمارے ذہن میں محقق سے زیادہ نقاد کی حیثیت سے ابھرتے ہیں۔

اردو تحقیق اور تحقیق کاروں کے اس سرسری جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی سے قبل کی ربع صدی ادبی تحقیق کے ارتقا میں ایک زریں دور کہلائے گی۔ اس عہد میں اردو ادب کی تاریخ میں کچھ بنیادی اضافے ہوئے۔ ہمارے چوٹی کے محققین اس دور میں ابھر کر سامنے آئے۔ دشتِ تحقیق کی پہلی منزل اگر اتنی دلربا ہے تو اس کا اگلا پڑاؤ ایک گلزار نہیں تو کم از کم مرغ زار ہونا ہی چاہیے۔ مجھے اعتماد ہے کہ ہمارے محققین دنیائے ادب کو تمام خس و خاشاک سے پاک و صاف اور ہر گوشۂ تار کو ضیائے علم سے درخشاں کر دیں گے۔

☆☆☆☆

حواشی

(۱)۔ سید علی جواد زیدی نے اپنے کتابچے ''اردو ادب کی تاریخ، انگریزی اصل کا سنہ ۱۹۲۴ء اور اردو ادب کا ۱۹۲۷ء دیا ہے۔ مجھے انگریزی تاریخ میں شبہ ہے۔

(۲)۔ تحقیق و تنقید از ڈاکٹر شمس الدین ص ۲۰۳۔ دسویں جلد یعنی اردو ادب کی جلد پنجم۔ فروری ۱۹۷۲ء۔

(۳)۔ محقق کے عہدِ حیات کی تاریخیں ''تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند'' (دسویں جلد) میں شامل ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کے مضمون سے لی گئی ہیں۔

☆☆☆☆

(مشمولہ ''اردو میں اصولِ تحقیق''، جلد دوم، مرتبہ ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیّدہ جعفر

بیسویں صدی میں اردو تحقیق

(ہندوستان میں)

اردو میں تحقیق کا آغاز مستشرقین کی محققانہ مساعی کا رہین منت ہے۔ ۱۸۴۶ء میں واس اشپرنگر کو شاہانِ اودھ کے کتب خانے کی فہرست مرتب کرنے پر مامور کیا گیا تھا اور اس فہرست کے مخطوطات کی اشاعت ۱۸۵۰ء میں عمل میں آئی تھی۔ گارساں دتاسی کی تاریخ ادبیاتِ ہندوی و ہندوستانی کی پہلی جلد ۱۸۳۵ء اور دوسری ۱۸۴۷ء میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ اردو ادب کا آغاز سطحِ مرتفع دکن سے ہوا اور بہمنی دور کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' قدیم اردو کا پہلا مستند نقش تسلیم کی جاتی ہے۔ اردو میں باقاعدہ ادبی تحقیق کا آغاز بھی اس سرزمین کے اہلِ علم کا کارنامہ ہے۔ شمس اللہ قادری، عبدالجبار ملکاپوری، ڈاکٹر زور، عبدالقادر سروری اور نصیرالدین ہاشمی نے دکنی ادب پاروں کی بازیافت، ان کی ترتیب و تدوین اور تحقیق سے دلچسپی لی اور تاریخ ادب کو ماضی میں ایک صدی آگے بڑھایا اور مرورِ زمانہ کی گرد و غبار میں جو جواہر ریزے ہماری نظر سے اوجھل ہو گئے تھے انھیں اہلِ زبان سے روشناس کروانے کا کارنامہ انجام دیا اور اس طرح محققین نے کھویا ہوا ادبی خزانہ تلاش کیا اور اردو ادب کو مالا مال کر دیا ورنہ اس سے قبل تاریخ ادب اردو میں ولی کو ''اردو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاعری کا باوا آدم" تصور کیا جاتا تھا اور شاعروں اور ادیبوں کے ایک پورے گروہ سے جس نے ہر صنف ادب میں گراں قدر یادگار چھوڑی ہیں ہم نا آشنا تھے۔ اس "فردوس گم شدہ" کی بازآفرینی کی مہم دکنی محققین نے سر کی۔ شمس اللہ قادری ایک جید عالم اور سربرآوردہ محقق اور تاریخی شعور سے بہرہ ور ادیب تھے۔ تاریخ اور اردو ادب ان کی تحقیق کے خاص میدان تھے۔ شمس اللہ قادری نے "لسان العصر" ۱۹۱۷ء کے تین نمبروں (اپریل، مئی اور جون) میں "قدیم شعرائے اردو" کے عنوان سے اپنے مضامین شائع کیے تھے جو دسمبر ۱۹۲۵ء میں رسالہ "تاج" کے مدیر کی جانب سے "اردوئے قدیم" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ اس کتاب میں دکنی ادب کی ابتدا سے لے کر اورنگ زیب کے دور تک کے شعرا اور مصنفین کے حالات محققانہ اندازِ نظر اور استناد کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ "اردوئے قدیم" میں سلطنتِ بہمنیہ، سلطنتِ قطب شاہیہ، سلطنت عادل شاہیہ، سلطنت گجرات اور اورنگ آباد کے شعرا اور مصنفین کے حالاتِ زندگی اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں "ملحقات" کا اضافہ کر کے مزید شعرا اور ان کے سوانحی خاکوں کو شامل کیا گیا ہے۔ بلوم ہارٹ نے انڈیا آفس لائبریری لندن کے اردو مخطوطات کی جو وضاحتی فہرست ۱۹۲۶ء میں مرتب کی تھی شمس اللہ قادری نے اس کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ شمس اللہ قادری نے پہلی بار دکنی ادب کی تاریخ مرتب کی اور اردو دان طبقے کو اس حقیقت سے آشنا کیا کہ جنوبی ہند میں قدیم اردو ادب کا ایسا سرمایہ موجود ہے جس پر ہمیشہ ناز کیا جا سکتا ہے۔ عین الدین گنج العلم اور شاہ میراں جی شمس العشاق کے رسالوں "جل ترنگ" اور "گل باس" کا ذکر سب سے پہلے شمس اللہ قادری نے کیا۔ یہ صحیح ہے کہ نصیر الدین ہاشمی کی "دکن میں اردو" کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا تھا اور "اردوئے قدیم" کا سنہ تصنیف ۱۹۲۵ء ہے لیکن جیسا کہ بتایا جا چکا ہے یہ کتاب قسط وار ۱۹۱۷ء میں "لسان العصر" میں شائع ہوئی تھی۔ شمس اللہ قادری نے مثنوی "طالب و موہنی" کے شاعر سید محمد والہ کے حالاتِ زندگی اور ان کے علمی و ادبی کارناموں پر اپنی کتاب "سید محمد موسوی" میں روشنی ڈالی ہے۔ شمس اللہ قادری نے اردو دنیا کی توجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ادب کی طرف مبذول کی۔ یہ ان کا بڑا اہم کارنامہ ہے۔ مختلف ادبی موضوعات پر ان کے مضامین ''ادیب''، ''زمانہ''، ''نقاد'' اور ''تاج'' میں شائع ہو کرتے تھے۔ ''دیوانِ مخفی'' اور ''خطوطا کہانی'' پر ان کے تحقیقی مضامین اردو ادب کو ان کا وقیع عطیہ ہیں۔

دکنی تحقیق کے سلسلے میں عبدالجبار ملکاپوری کا نام نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تصانیف اردو میں تذکرہ نویسی اور ادبی تاریخ کی درمیانی کڑی ہیں۔ عبدالجبار ملکاپوری کو تاریخ سے غیر معمولی شغف تھا اور اسی پس منظر میں انھوں نے شعرا کے حالاتِ زندگی اور ان کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیا ہے۔ ''تذکرۂ اولیائے دکن'' دو حصوں میں شائع ہوئی۔ پہلی جلد کا سنہ اشاعت ۱۹۱۲ء اور دوسری جلد کا ۱۹۱۳ء ہے۔ پہلے تذکرے میں الف سے ش تک اور دوسرے میں س سے ی تک حروفِ تہجی کے اسما والے بزرگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں اہلِ قلم بھی شامل ہیں۔ ''محبوب الوطن تذکرہ سلاطینِ دکن'' ۱۹۱۰ء میں منظرِ عالم پر آئی تھی۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سے صرف پہلا حصہ شائع ہو سکا ہے اور باقی دو موسیٰ ندی کی طغیانی میں بہہ گئے۔ ''محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن'' جلد اول ۱۹۱۱ء کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب چونکہ آصف ششم میر محبوب علی خاں بہادر کی مالی اعانت سے شائع ہوئی تھی اس لیے ''محبوب'' اس کے نام کا جزو رکھا گیا ہے۔ جلد دوم میں دو سو چوبیس شعرا کا تذکرہ ہے اور محمد قلی سے لے کر عبد ولی تک کے شاعروں پر محیط ہے۔ یہ دکنی ادب کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے ایک اچھی حوالے کی کتاب ہے۔ عبدالجبار ملکاپوری کی تصانیف میں تصحیح کی گنجائش ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ انھوں نے محمد قلی قطب شاہ کے کلام کو عبداللہ قطب شاہ سے منسوب کر کے پوری کی پوری غزلیں نقل کر دی ہیں۔ عبدالجبار ملکاپوری کی محققانہ اوّلیت سے انکار نہیں لیکن نئی معلومات کی روشنی میں ان کے اکثر بیانات نظرِ ثانی کے محتاج ہو گئے ہیں۔

نصیرالدین ہاشمی دکن کے ایک ممتاز اور سربرآوردہ محقق ہیں۔ انھوں نے اپنی تمام زندگی اسی تحقیق کے لیے وقف کر دی۔ نصیرالدین ہاشمی کی تصنیف ''دکن میں اردو'' ان کے نام کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ تابندہ رکھے گی۔ ۱۹۲۳ء میں اشاعت پذیر ہونے کے بعد اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں جس سے اس کتاب کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں بہمنی دور سے لے کر عہد آصفی کے آخر تک کے شعرا اور ادیبوں کا تذکرہ موجود ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے پہلی بار علاقائی ادب کی طرف توجہ کی جس کے بعد اسی قبیل کی دوسری کتابیں ''بنگال میں اردو''، ''بہار میں اردو''، ''زبان و ادب کا ارتقا''، ''میسور میں اردو''، ''گجرات میں اردو'' اور ''پنجاب میں اردو'' شائع ہوئیں جن میں کسی مخصوص علاقے میں اردو ادب کی نشوونما کا جائزہ لیا گیا تھا۔ خود نصیرالدین ہاشمی نے ۱۹۳۸ء میں ''مدراس میں اردو'' شائع کی۔ نصیرالدین ہاشمی کی تصانیف تحقیق سے ان کی فطری مناسبت اور وابستگی کا ثبوت ہیں۔ ''خواتینِ دکن کی اردو خدمات، مقالات ہاشمی (۱۹۲۹ء)''، ''سلاطینِ دکن کی ہندوستانی شاعری'' (۱۹۳۲ء)'' اور ''دکھنی ہندو اور اردو'' (۱۹۵۶) ان کی قابلِ قدر نگارشات ہیں۔ مؤخرالذکر کتاب میں ۱۶۰۰ تک کے ان ہندو شعرا اور نثر نگاروں کے حالاتِ زندگی اور نمونۂ کلام درج ہیں جنھوں نے دکنی ادب کی خدمت کی۔ ہاشمی صاحب نے یورپ کا سفر اختیار کیا تھا اور وہاں کے مختلف کتب خانوں میں موجود دکنی مخطوطات سے مستفید ہوئے تھے۔ عثمانیہ یونیورسٹی نے نصیرالدین ہاشمی کو ۱۹۲۹ء میں یورپ بھیجا تھا اور وہ انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیرس بھی گئے تھے۔ یہاں انھوں نے انڈیا آفس برٹش میوزیم، رائل ایشیاٹک سوسائٹی، اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، بوڈین لائبریری آکسفورڈ، کیمرج یونیورسٹی کنگ کالج، کیمرج کالج، کیمرج کرائسٹ کالج، کیمرج رئین کالج، اڈانبرا یونیورسٹی اور نیشنل (قومی کتب خانہ) پیرس کے کتب خانوں سے استفادہ کیا تھا اور یہاں غائر مطالعہ کر کے انھوں نے ''یورپ میں دکنی مخطوطات'' شائع کی تھی اور ان کتب خانوں کی فہرستوں میں جو تسامحات تھے ان کی نشان دہی بھی کی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں متعدد ایسے مخطوطات کا ذکر ہے جو ہندوستان میں موجود نہیں ہیں۔ نواب سالار جنگ کے انتقال کے بعد نواب مہدی نواز جنگ سابق گورنر گجرات کی دلچسپی اور مساعی سے ان کے عظیم الشان کتب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانے کی مطبوعات اور مخطوطات تک عوام کی رسائی ہوسکی۔ نصیرالدین ہاشمی نے کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست مرتب کی۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ دکن کے علاوہ لکھنؤ، رام پور، دہلی اور دوسرے شہروں کے مصنفین کی کتابوں کے علاوہ قلمی ذخیرہ بھی یہاں موجود تھا۔ مختلف کتابوں کو ''فنون'' کے زیرِ عنوان مختلف زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ اس کا سنہ اشاعت ۱۹۵۷ء ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے ۱۹۶۱ء میں کتب خانۂ آصفیہ (حال گورنمنٹ مینوسکرپٹ لائبریری) کے اردو مخطوطات کی وضاحتی فہرست بھی مرتب کی تھی۔ یہ وضاحتی فہرستیں ریسرچ اسکالروں کے لیے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں اور ان سے ان کی رہبری ہوتی ہے اور یہ پتا چلتا ہے کہ کون سا مخطوطہ کہاں دستیاب ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شاعر یا مصنف کے حالات اور ادبی کارناموں سے بھی وہ متعارف ہو سکتے ہیں۔ ان دو کتب خانوں کے علاوہ نصیرالدین ہاشمی نے سینٹرل ریکارڈ آفس کی ۴۳ قلمی کتابوں اور عجائب خانۂ حیدرآباد کے چودہ (۱۴) مخطوطات کی فہرستیں بھی علاحدہ مرتب کی ہیں۔ نصیرالدین ہاشمی نے فخر دین نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' دریافت کی تھی اور چونکہ مخطوطے پر کوئی نام درج نہیں تھا اور مثنوی میں کدم راؤ پدم راؤ کا قصہ نظم کیا گیا تھا اس لیے نصیرالدین ہاشمی نے اس مثنوی کو ''کدم راؤ پدم راؤ'' سے موسوم کیا۔ قطب مشتری، کلیاتِ علی عادل شاہ ثانی شاہی، تذکرۂ ریاض حسنی، خاور نامہ اور چندر بدن و مہیار کے بارے میں نصیرالدین ہاشمی نے بنیادی معلومات فراہم کیں۔ نصیرالدین ہاشمی کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ''دکھنی (قدیم) اردو کے چند تحقیقی مضامین'' آزاد کتاب گھر دہلی سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔ نصیرالدین ہاشمی کی فراہم کردہ بعض معلومات تصحیح طلب بھی ثابت ہوئی ہیں۔ نئی آگہی نئے ادبی گوشوں سے متعارف کرواتی ہے تو بہت سے تحقیقی بیانات مشکوک اور غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔ نصیرالدین ہاشمی کا تحقیقی کام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

ڈاکٹر زور دکن کے ایک قد آور محقق اور بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی پہلی تصنیف ''اردو شہ پارے'' (۱۹۲۹ء) ہے جس نے اردو تحقیق کی تاریخ میں ان کا نام شامل کیا اور انھیں ''بقائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوام کے دربار'' میں جگہ دلوائی۔ پہلے باب میں شمالی ہند کی ادبی شخصیتوں امیر خسرو اور سعد سلطان کے علاوہ جیو گام دھنی، خوب محمد چشتی اور خواجہ بندہ نواز کے مختصر سوانحی خاکے پیش کیے گئے ہیں اور ان کی ادبی کاوشوں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر زور نے خالق باری کو امیر خسرو کی تصنیف بتایا ہے لیکن محمود شیرانی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خالق باری کا یہ انتساب غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اردو شہ پارے کا دوسرا باب (۱۴۶۰ء تا ۱۶۸۶ء) کے عرصے پر محیط ہے۔ تیسرا باب گولکنڈہ میں دکنی ادب کی نشوونما سے متعلق ہے اور چوتھے باب میں مغلوں کے دور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں آٹھ ضمیمے موجود ہیں جو مختلف ابواب میں پیش کردہ معلومات میں اضافے سے متعلق ہیں۔ مختصر یہ کہ ''اردو شہ پارے'' میں محمد غوری (کی فتح دہلی) سے لے کر ولی کی وفات تک کے عرصے پر تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر زور کی ''حب ترنگ'' کا ذکر بھی ضروری ہے۔ بحری کی اس مثنوی سے اردو داں طبقہ واقف نہیں تھا۔ ڈاکٹر زور نے ۱۹۳۳ء میں ''حب ترنگ'' فرانسیسی زبان میں شائع کی اور اسے بڑی توجہ اور محنت کے ساتھ ایڈٹ کیا تھا۔ ڈاکٹر زور نے ''تذکرۂ گلزارِ ابراہیم اور ''تذکرۂ گلشن ہند'' ۱۹۳۴ء میں شائع کیے۔ ڈاکٹر زور نے علی ابراہیم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حروفِ تہجی کے بجائے تاریخی ترتیب میں شعرا کا ذکر کیا جاتا تو ادب کے تدریجی ارتقا اور اس کی نشوونما سے واقفیت حاصل کرنے میں مدد ملتی۔ ''عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی'' میں دکن کے ساتویں حکمراں آصف سابع میر عثمان علی خاں کے دورِ حکومت میں اردو کی ترویج و اشاعت اور ترقی کے لیے کیے گئے کاموں کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس دور کی ادبی شخصیتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ''دکنی ادب کی تاریخ'' ایک مختصر سی تصنیف ہے لیکن اس میں تمام ضروری معلومات فراہم کر دی گئی ہیں اور ڈاکٹر زور نے سمندر کو کوزے میں سمو دیا ہے۔ ''دکنی ادب کی تاریخ'' میں سرزمینِ دکن میں اردو کی عہد بہ عہد ترقی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حیدرآباد کے شعرا کو متعارف کروانے کے لیے ڈاکٹر زور نے ایک اشاعتی سلسلے کا آغاز کیا تھا۔ ''کیف سخن، اور ''رمز سخن''، ''فیض سخن''، ''بادۂ سخن'' اور ''متاعِ سخن'' اسی کی کڑیاں ہیں''، ''کیف سخن'' میں رضی الدین حسن کے حالات اور ان کا نمونۂ کلام درج ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیدرآباد کے ادبی پس منظر کو اجاگر کیا گیا ہے اسی طرح ''بادۂ سخن'' میں احمد حسین مائل اور ''رمزِ سخن'' میں بہاری لال رمز کے واقعاتِ حیات اور ان کے کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ ''مرقعِ سخن'' (۱۹۳۷ء) میں دورِ آصفی کے شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب میر عثمان علی خاں کی سلور جوبلی کے سلسلے میں شائع ہوئی تھی اور اسی کی مناسبت سے اس میں پچیس شعرا کا حال درج کیا گیا تھا۔ دوسری جلد میں پچاس شعرا کا تذکرہ تحریر کیا گیا۔ اس کام کی نگرانی ڈاکٹر زور کے سپرد کی گئی تھی۔ ڈاکٹر زور کی کتاب ''فیضِ سخن'' میں میر شمس الدین فیض کی زندگی اور ان کے کلام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر زور نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ سراج اورنگ آبادی کے بعد متصوفانہ شاعری کو فروغ دینے والوں میں فیض کو امتیاز حاصل ہے۔ ڈاکٹر زور نے ''ابراہیم نامہ'' بھی مرتب کیا جو مکمل حالت میں شائع نہیں ہوا ہے۔ ''کلیاتِ سلطان محمد قلی قطب شاہ'' ڈاکٹر زور کا ناقابل فراموش تحقیقی کارنامہ ہے۔ اردو کے اس پہلے صاحبِ دیوان شاعر کے مفصل حالات اور تاریخی پس منظر کو ڈاکٹر زور نے بڑی دیدہ وری اور تحقیقی ژرف نگاہی کے ساتھ اجاگر کیا ہے اور محمد قلی کا ضخیم کلیات نہایت جگر کاوی اور دیدہ ریزی کے بعد مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں مکتبۂ ابراہیمہ حیدرآباد سے شائع ہوئی تھی۔ یہ تصنیف بھی سلسلہ یوسفیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ عبدالحق نے رسالہ اردو (جنوری ۱۹۲۳ء) میں محمد قلی کی شاعری پر ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں انھوں نے اس کی غزل ''پیا باج پیالہ پیا جائے نا'' نقل کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کتب خانۂ آصفیہ میں کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ کا جو نسخہ موجود تھا وہ میر عثمان علی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ یہ نسخہ عبدالحق کی نظر سے گزرا تھا اور انھوں نے اسی سے اخذ کر کے یہ غزل اپنے مضمون میں نقل کی تھی۔ اس وقت کتب خانۂ سالار جنگ میں کلیات کے دو نسخے موجود ہیں ان میں یہ غزل موجود نہیں۔ مسعود حسین خاں کا یہ اعتراض درست نہیں کہ یہ غزل محمد قلی سے غلط طور پر منسوب کر دی گئی ہے۔ ڈاکٹر زور نے نہایت محققانہ اور عالمانہ انداز میں اس کا مقدمہ سپردِ قلم کیا ہے اور کلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصے میں محمد قلی کے اس کلام کو جگہ دی گئی ہے جو مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوعات کا احاطہ کرتا ہے اور دوسرا حصہ محمد قلی کی غزلوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مقدمے میں ڈاکٹر زور نے بھاگ متی کو محمد قلی کی محبوبہ بتایا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ اسی کے نام پر بھاگ نگر (حیدر آباد) بسایا گیا تھا۔ ہارون خاں شیروانی نے اپنے کتابچے ''بھاگ متی کا فسانہ'' میں اور سیدہ جعفر نے اپنی تحریروں میں اس کتاب کی تردید کی ہے اور تاریخی شواہد سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھاگ متی ایک خیالی پیکر ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ڈاکٹر زور کی کتاب ''حیاتِ محمد قلی'' مقدمۂ کلیاتِ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا چربہ معلوم ہوتا ہے اسے جوں کا توں شائع کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حیاتِ میر محمد مومن اور سرگذشتِ حاتم (۱۹۴۴ء) فرخندہ بنیاد حیدر آباد اور سید محمد والہ کی مثنوی ''طالب و موہنی'' (۱۹۵۷ء) کی تدوین ڈاکٹر زور کے اہم اور یادگار تحقیقی کارنامے ہیں۔ ڈاکٹر زور کا ایک اور بلند پایہ تحقیقی کارنامہ ادارۂ ادبیاتِ اردو کے مخطوطات کی وضاحتی فہرستوں کی تیاری ہے۔ دکنی ادب پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ڈاکٹر زور کے یہ تحقیقی کارنامے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور انھیں دستاویزی اہمیت حاصل ہے۔ ''سرگذشتِ حاتم'' جون ۱۹۴۴ء میں طبع ہوئی۔ انھیں لندن میں حاتم کے ''دیوان زادہ'' کے مطالعے کا موقع ملا تھا۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ محمد حسین آزاد کی نظر سے یہ ''دیوان زادہ'' نہیں گزرا تھا۔ ''داستانِ ادب حیدر آباد'' میں ڈاکٹر زور نے حیدر آباد کے تین سو سالہ اردو فارسی اور عربی ادب کا جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی تھی۔

اردو میں تحقیق کا ذکر عبدالحق کے نام کی نشان دہی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ عبدالحق جیسے نامور محقق کے کارناموں کا مختصر ذکر مشکل ہے۔ ان کی تحقیقی کاوشوں کی زمرہ بندی کی جا سکتی ہے۔ انھوں نے تذکرے بھی مدون کیے ہیں۔ قواعد کی ترتیب سے بھی دلچسپی لی ہے اور نثر اور نظم کے نمونوں کو بھی مرتب کر کے دادِ تحقیق دی ہے۔ عبدالحق کے مرتب کردہ تذکروں میں نکات الشعرا (۱۹۳۵ء)، تذکرۂ ریختہ گویاں (۱۹۳۳ء)، مخزن نکات (۱۹۲۹ء)، چمنستانِ شعرا (۱۹۲۸ء)، گلِ عجائب (۱۹۳۶ء)، عقدِ ثریا (۱۹۳۴ء)، تذکرۂ ہندی (۱۹۳۳ء)، ریاض الفصحا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۳۴ء) اور مخزن شعرا (۱۹۳۳ء) شامل ہیں۔ تذکرے شعرا کے حالاتِ زندگی اور ان کے کلام سے متعلق معلومات کا اہم ماخذ ہوتے ہیں۔ تحقیق میں ان کی اہمیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ اردو کے کسی اور محقق کو اتنے زیادہ تذکرے مدون کرنے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ بنیادی معلومات کے ان ذخیروں کو عبدالحق نے بڑی محنت اور توجہ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ مختلف نسخوں کے متون کا باہم موازنہ اور مقابلہ کر کے مستند متن تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ حنیف نقوی نے "شعرائے اردو کے تذکرے" میں عبدالحق کے بعض تسامحات کی نشان دہی کی ہے۔ انشاء کی "دریائے لطافت" اردو قواعد نویسی کا سنگِ بنیاد ہے۔ یہ کتاب ۱۸۰۷ء میں تصنیف ہوئی تھی اور اسے مسیح الدین خان بہادر کاکوروی نے شائع کیا تھا۔ اس کی کمیابی کے پیشِ نظر عبدالحق نے ۱۹۱۶ء میں اسے دوبارہ شائع کیا اور اپنے مقدمے میں مختلف ادبی نکات پر روشنی ڈالی ہے۔ صرف و نحو، منطق، عروض و قافیہ اور معانی و بیان کے مسائل کا ذکر کیا ہے۔ "ذکرِ میر" میر کے حالاتِ زندگی اور ان کی شخصیت کے متعلق ایک نہایت اہم ماخذ ہے اور اس کی حیثیت تحقیق میں داخلی شہادت کی سی ہے۔ عبدالحق نے رسالہ اردو اپریل ۱۹۲۶ء میں اسے شائع کیا اور اس اردو خلاصے نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ قاضی عبدالودود نے اس پر سخت تنقید کی تھی اور عبدالحق کے بعض تسامحات کی نشان دہی کی تھی لیکن اس سلسلے میں خود قاضی عبدالودود غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ شوکت سبزواری نے اپنے مضمون "تحقیقِ حق" (مہرِ نیم روز کراچی جولائی ۱۹۵۹) میں اس سے مفصل بحث کی ہے۔ "ذکرِ میر" کا فارسی متن، عبدالحق نے ۱۹۲۸ء میں انجمن ترقی اردو سے طبع کروایا تھا اور اردو میں اس پر مقدمہ لکھا تھا جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ سوائے اسپرنگر کے کسی نے "ذکرِ میر" کی نشان دہی نہیں کی اور اس کے ذکر سے تذکرے عاری ہیں۔ عبدالحق کا ایک وقیع تحقیقی کارنامہ ان کی "سب رس" کی ترتیب و تدوین ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے شائع ہوئی تھی۔ مقدمے کو عبدالحق نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی کے ساتھ لکھا ہے اور قصۂ حسن و عشق کے ماخذوں سے بھی بحث کی ہے اور یہ بتاتے ہیں کہ یہ فتاحی نیشاپوری متوفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸۵۲ھ) سے مستعار لیا گیا ہے۔ دیوی سنگھ چوہان نے مراٹھی سابتیہ پتر کا اپریل ۱۹۶۹ء میں یہ انکشاف کیا ہے کہ قصۂ حسن و دل کا ماخذ بہار کے کرشن مشر کا سنسکرت ڈراما ''پربودھ چندرودے'' ہے۔ منظر اعظمی کا خیال ہے کہ ''حسن و دل'' اور ''پربودھ چندرودے'' میں کوئی خاص اشتراک نہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فتاحی اور کرشن مشر نے مجرد صفات کو ایک ہی انداز میں مجسم کیا ہے۔ ''سب رس'' کی تدوین کے وقت حیدرآباد اور بیجاپور کے دو نسخوں کو عبدالحق نے بطورِ خاص پیشِ نظر رکھا تھا۔

''معراج العاشقین'' ۱۹۲۴ء میں حیدرآباد کے تاج پریس سے شائع ہوئی تھی۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ابتدا ہی سے عبدالحق ''معراج العاشقین'' کے خواجہ بندہ نواز سے انتساب کو مشکوک تصور کرتے تھے جس کا اظہار انھوں نے اپنے مضمون ''اردو زبان اور ادب'' (ماہ نامہ ہم قلم کراچی، اگست ۱۹۶۲ء) میں کیا ہے اور رقم طراز ہیں کہ ان (خواجہ بندہ نواز) کے فارسی اور عربی رسالوں کے ترجمے لوگوں نے ان کے نام سے منسوب کر دیے ہیں۔ اس قسم کی بدعت ہماری زبانوں میں ہوتی آئی ہے۔ (صفحہ ۸)۔ حفیظ قتیل کا اس سلسلے میں تحقیقی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مخدوم شاہ حسینی اور ان کے رسالے ''تلاوت الوجود'' کے نام کی نشان دہی کی ہے۔ ''کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی'' کے مصنف انشا ہیں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی اور فارسی لغات سے احتراز کرتے ہوئے خالص اردو لکھی گئی ہے۔ اس کو عبدالحق نے رسالہ اردو جلد ششم، ماہ اپریل ۱۹۲۶ء میں شائع کیا تھا۔ پھر پنڈت منوہر لال زتشی کے ناگری رسم الخط والے نسخے کو پیشِ نظر رکھ کر اس کی تصحیح کی تھی۔ امتیاز علی عرشی نے رضا لائبریری رام پور کے دو قلمی نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کا مستند متن تیار کیا ہے۔ امتیاز علی عرشی کا نسخہ ۱۹۵۵ء میں انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہوا لیکن غلطی سے اس پر عبدالحق کا نام شائع ہو گیا تھا۔

وجہی کی مثنوی ''قطب مشتری'' کو عبدالحق نے اپنے مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۹ء میں شائع کیا تھا۔ مقدمے میں عبدالحق رقم طراز ہیں کہ ''یہ محض ایک قیاس ہے کہ اس میں در پردہ بھاگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متی اور ۔۔ ر ۔ مد کی داستانِ عشق بیان کی گئی ہے۔'' ہارون خاں شیروانی نے اپنے کتابچے'' بھاگ متی کا فسانہ'' میں تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھاگ متی ایک افسانوی پیکر ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وجہی کی ''قطب مشتری'' کو دبستانِ گولکنڈہ کی پہلی مثنوی تصور کیا جاتا تھا لیکن سیّدہ جعفر نے احمد گجراتی کی ''یوسف زلیخا'' مرتب کر کے شائع کر دی ہے۔ یہ مثنوی محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں پیش کی گئی تھی اور ادبی مرتبے کے اعتبار سے یہ مثنوی ''قطب مشتری'' سے بہت بلند ہے۔ عبدالحق کا ایک اور تحقیقی کارنامہ نصرتی کی مثنوی ''گلشنِ عشق'' کی ترتیب وتدوین ہے۔ مقدمے میں قصے کے ماخذ سے عبدالحق نے عالمانہ انداز میں بحث کی ہے اور شیخ منجھن کی ہندی تصنیف اور فارسی قصہ ''کنور منوہر و مدمالت'' کا حوالہ دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک اچھی فرہنگ بھی موجود ہے۔ خواجہ سید محمد آثر کی مثنوی ''خواب و خیال'' کو بھی عبدالحق نے مرتب کیا ہے۔ یہ ۱۹۲۶ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے طبع ہوئی تھی۔ اس کی اشاعت کے بعد اردو داں طبقہ اس مثنوی کی ادبی اہمیت سے آشنا ہوا۔ گیان چند نے اپنی کتاب ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' میں مثنوی ''خواب وخیال'' کا سنہ ۱۱۹۵ اور ۱۱۹۹ھ کا درمیانی عرصہ قرار دیا ہے (صفحہ ۲۸۵)۔ عبدالحق نے سنہِ اشاعت سے متعلق معلومات فراہم نہیں کی تھیں۔ انھوں نے مقدمے میں بنیادی نسخے کی نشان دہی بھی نہیں کی ہے۔ عبدالحق نے آثر کا دیوان بھی مرتب کر کے ۱۹۳۰ء میں شائع کر دیا ہے۔ انھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور حیدرآباد کے کتاب خانے کے دو نسخوں کا مقابلہ کر کے متن تیار کیا ہے۔ عبدالحق سے قبل تقی الدین احمد نے آغا حیدر حسن کی نگرانی میں ''نظام ادب'' ۱۹۲۹ء میں اسے شائع کر دیا تھا۔ تیسری بار فضل حق قریشی نے ۱۹۷۸ء میں اسے ایڈٹ کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ عبدالحق نے جون ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقی اردو سے ''دیوانِ تاباں'' بھی شائع کیا تھا۔ اس پر بہت ہی مختصر مقدمہ بھی سپردِ قلم کیا ہے۔ تدوینِ متن کے سلسلے میں عبدالحق کا نام ہمیشہ تاریخِ ادب اردو کے صفحات میں تابندہ رہے گا۔ ان کا ایک بہت اہم تحقیقی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے نثر اور نظم کے قدیم نمونوں کو تلاش کر کے انھیں عوام سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشناس کروایا۔ میر امن کی ''باغ و بہار'' کو بھی عبدالحق نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ تحقیق کے جدید سائنٹیفک اصولوں کی روشنی میں عبدالحق کے بعض متون میں کوتاہیاں بھی دریافت کی گئی ہیں۔ عابد رضا بیدار، انصار اللہ نظر اور قاضی عبدالودود وغیرہ نے ان پر بعض اعتراضات بھی کیے ہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عبدالحق ہی کی وجہ سے اردو میں متنی تحقیق کا رواج عام ہوا اور قدیم ادب پاروں کی بازیافت اور ترتیب و تدوین سے ادیبوں نے دلچسپی لی۔ ''اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام'' (۱۹۳۳ء) میں عبدالحق نے زبان کی ابتدائی نشوونما پر روشنی ڈالی ہے اور صوفیا کی خدمات کا ذکر کیا ہے کہ بالواسطہ طور پر انھوں نے کس طرح اردو زبان کو پروان چڑھایا۔ ''قدیم اردو'' میں تین شعرا میراں جی شمس العشاق، برہان الدین جانم اور امین الدین اعلیٰ کا تذکرہ شامل ہے۔ انھوں نے نصرتی (۱۹۴۴ء) پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے اور اس کے حالاتِ زندگی اور مثنویوں وغیرہ کا محققانہ انداز میں جائزہ لیا ہے۔ ''مرحوم دہلی کالج'' پہلے رسالہ ''اردو'' جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر ۱۹۳۳ء کے شماروں میں قسط وار اور پھر انجمن ترقی اردو سے کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ عبدالحق نے مختلف موضوعات پر تحقیقی کام کیا ہے اور اردو میں ہمہ جہتی تحقیق کی روایت ان ہی کی قائم کردہ اور پروردہ ہے۔

عبدالقادر سروری کا شمار دکن کے بلند پایہ محققین میں ہوتا ہے۔ ''پھول بن'' کی تدوین ان کا ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے۔ یہ کتاب سلسلۂ یوسفیہ سے ۱۹۳۷ء میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ مقدمے میں شاعر کے حالاتِ زندگی سے مدلل بحث کی ہے اور گولکنڈے کے اس شاعر کی مثنوی کو خوش اسلوبی کے ساتھ متعارف کروایا ہے اور بڑی دقتِ نظر کے ساتھ ترتیبِ متن کا کام انجام دیا ہے۔ بیجاپور کے شاعر صفی کا ''قصہ بے نظیر'' ایک اہم مثنوی ہے۔ اسے بڑی محنت کے ساتھ عبدالقادر سروری نے ۱۹۳۹ء میں ایڈٹ کیا ہے۔ انھوں نے ۱۹۲۹ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے کتب خانے کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست مرتب کی۔ یہ فہرست تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ایک اہم اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ''اردو مثنوی کا ارتقا'' (۱۹۵۷ء) میں کئی عہد سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ے کر جدید دور تک کی مثنویوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ''کلیاتِ سراؔج'' عبدالقادر سروری کا ایک یادگار تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس کے مقدمے میں انھوں نے سراؔج کی سوانح اور ان کی شاعری اور دیگر تفصیلات قلم بند کی ہیں۔ اردو دنیا کو سراؔج کے کارناموں سے مفصل طور پر واقف کروا کے عبدالقادر سروری نے ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ اس میں سراؔج کا تمام کلام یکجا کر دیا گیا ہے۔ کلیات میں سراؔج کی مثنویوں، غزلیات، ترجیع بند، فردیات، مناجات، مخمسات کے علاوہ ان کے انیس (۱۹) خطوط بھی بڑی جستجو کے بعد حاصل کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ ''اردو کی ادبی تاریخ'' (۱۹۷۶ء) تنقید اور تحقیق کا خوبصورت امتزاج ہے۔

''اربابِ نثرِ اردو'' کے مصنف سید محمد نے نصرتؔی کی ''گلشنِ عشق'' مرتب کر کے سلسلہ یوسفیہ سے شائع کی ہے۔ انھوں نے مقدمے میں نصرتؔی کے حالاتِ زندگی، اس کی پُراسرار موت اور قصے کی تفصیل بیان کی ہے لیکن سید محمد نے زیادہ تحقیق و تدقیق سے کام نہیں لیا ہے۔ سید محمد نے وجیہہ الدین وجدی کی ''پنچھی باچھا'' بھی ۱۹۵۹ء میں شائع کی۔ اس کے مقدمے میں شاعر کے مختصر حالاتِ زندگی قلم بند کیے ہیں اور خصوصیاتِ کلام کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ عبداللہ قطب شاہ کا نامکمل دیوان بھی ایڈیٹ کیا ہے۔ اس کے مقدمے میں بھی زیادہ تحقیق اور محنت سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ یہی حال ''رضوان شاہ و روح افزا'' (۱۹۵۶ء) کے مقدمے کا ہے جسے انھوں نے مرتب کر کے مجلسِ اشاعتِ دکنی مخطوطات سے شائع کیا ہے۔ سید محمد نے حمید اورنگ آبادی کی ''گلشنِ گفتار'' کو بھی مرتب کیا ہے۔

محمد بن عمر نے ۱۹۵۹ء میں ادارۂ ادبیاتِ اردو سے ''کلیاتِ غواصؔی'' مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ یہ اب ناپید ہے۔ اس کا مقدمہ محمد بن عمر نے بڑی تحقیق کے ساتھ قلم بند کیا تھا۔ غواصؔی کے حالاتِ زندگی، اس کی تخلیقات ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' اور ''طوطی نامہ'' پر علمی روشنی ڈالی ہے اور ہم عصر شعرا سے غواصؔی کا موازنہ کر کے اس کے ادبی مقام کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابتدا میں ڈاکٹر زور نے مصنف کا تعارف کرواتے ہوئے ان کی تحقیقی مساعی کو سراہا ہے۔ اس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ محمد بن عمر نے ''وجیہہ الدین وجدی'' بھی ادارۂ ادبیاتِ اردو سے ۱۹۵۴ء میں شائع کی اور شاعر کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

سعادت علی رضوی نے غواصی کی شاہکار مثنوی ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' کو سلسلہ یوسفیہ سے ۱۹۳۹ء میں اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ کتاب کے مقدمے میں شاعر کے حالاتِ زندگی، شاعری، طرزِ ترسیل، قصے کے ماخذ اور سنہِ تصنیف جیسے موضوعات پر عالمانہ انداز سے بحث کی گئی ہے۔ سعادت علی رضوی ادبی تحقیق کے مطالبات اور آداب سے بخوبی واقف ہیں اور وہ مستند حوالوں اور معتبر ماخذوں ہی کو درخورِ اعتنا تصور کرتے ہیں اس لیے ان کی مرتب کردہ کتابیں ''طوطی نامہ'' اور ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' دکنی تحقیق کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ انھوں نے ''کلام الملوک'' میں سلاطینِ دکن کے فارسی کلام کو مدوّن کیا ہے۔ سعادت علی رضوی فارسی کے معتبر اسکالر تھے۔ دکنی ادب پر تحقیقی کام کرنے والوں میں سعادت علی رضوی نے اپنی علمیت اور طریقۂ استدلال سے اپنا تشخص قائم کیا ہے۔ ''طوطی نامہ'' کے مقدمے میں انھوں نے قصے کے ہندوستانی ماخذوں کو اُجاگر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ طوطے کی زبانی کن کن زبانوں میں قصے بیان کیے گئے ہیں اور ان سے اخلاق آموزی اور عبرت انگیزی کا درس دیا گیا ہے۔ ''طوطی نامہ'' کا مقدمہ انھوں نے بڑی محنت اور دیدہ وری کے ساتھ لکھا ہے۔ ''عادل شاہی مرثیے'' کو مکمل حالت میں ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا۔

مسعود حسین خاں ایک ماہر لسانیات ہیں۔ وہ دکنی کو ''قدیم اردو'' سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے وقیع ادب پاروں کے قدر دان ہیں۔ مسعود حسین خاں نے عبدل کا ''ابراہیم نامہ'' (۱۹۶۹ء) میں مرتب کر کے شائع کرایا ہے اور اسے بیجاپور کی شاعری کا پہلا نمونہ تسلیم کرتے ہیں۔ سید جعفر نے حسن منجھو خلجی بنس کی ''پیم نیم'' کو عادل شاہی عہد کی پہلی ادبی کاوش ثابت کیا ہے۔ ''ابراہیم نامہ'' ابراہیم عادل شاہ ثانی کے درباری شاعر عبدل کا بادشاہِ وقت کی مدح میں ایک طویل قصیدہ بہ شکلِ مثنوی کے پیکر میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مقدمے میں مسعود حسین خاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس عہد کی تہذیب اور اس کے لسانی خدوخال پر روشنی ڈالی ہے۔ مسعود حسن خاں نے شاعر کے حالات سماجی تناظر میں پیش کیے ہیں اور خصوصیات کلام پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ لسانی اور صوتی خصوصیات کا تجزیہ بھی کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ عبدل کا تعلق دہلی سے تھا جنوب سے نہیں کیونکہ اس کے کلام کی لسانی خصوصیات دہلی کی بولی سے ہم آہنگ ہیں۔ یہ کتاب شعبۂ لسانیات علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی۔ ''ابراہیم نامہ'' کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۹ء میں کرناٹک اردو اکادمی بنگلور سے شائع ہوا ہے۔ ''پرت نامہ'' ۱۹۶۵ء میں شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی کے مجلے ''قدیم اردو'' میں شائع کیا گیا تھا۔ اس کے مقدمے میں مسعود حسین خاں نے شاعر کے حالات اور دوسرے امور کا مختصراً ذکر کیا ہے۔ ''پرت نامہ'' ایک مختصر مثنوی ہے اور مرتب کے الفاظ میں یہ ایک مرید کا اپنے مرشد کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت ہے۔ یہ مثنوی ادبی اعتبار سے کوئی بلند پایہ شعری اکتساب نہیں لیکن اس کی تاریخی اور لسانی اہمیت ہے۔ زبان کے ارتقا اور لسانی خصوصیات کی تقسیم میں اس سے مدد ملتی ہے۔ ''قصۂ مہر افروز و دلبر'' (۱۹۶۶) اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہ اردو نثر کے اولین نمونوں میں سے ایک ہے۔ ''پیش نامہ'' میں مسعود حسین خاں رقم طراز ہیں کہ یہ ''اردو کی قدیم ترین داستان'' ہے۔ اسے عیسوی خاں کی تصنیف بتایا گیا ہے اور مسعود حسین خاں نے اس داستان کو دہلوی زبان کا قدیم نمونہ تحریر کیا ہے لیکن پرکاش مونس اور گیان چند جین نے اسے ''گوالیاری زبان'' ثابت کیا ہے۔ وہ اس کے دہلوی ہونے کے قائل نہیں۔ دوسری بار یہ کتاب ۱۹۸۸ء میں انجمن ترقی اردو ہند سے شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۶۹ء میں مسعود حسین خاں نے دکنی اردو کی لغت مرتب کی تھی۔ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر وہ لغت کا کام خاطر خواہ انداز میں انجام نہ دے سکے۔ اس لغت میں بقول مسعود حسین خان کوئی چھ سات ہزار الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔ مسعود حسین خان مستند حوالوں ہی سے کام لیتے ہیں۔ ان کی مرتب کی ہوئی کتابوں ''پرت نامہ''، ''ابراہیم نامہ'' اور ''قصۂ مہر افروز و دلبر'' سے ان کی محققانہ آگہی اور معیار کا اظہار ہوتا ہے۔ تحقیق میں بھی مسعود حسین خاں کا اسلوب بیان دلچسپ اور پُر اثر ہے۔ وہ تحقیق کے لیے خشک طرز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر کو ناگزیر تصور نہیں کرتے۔

ڈاکٹر حفیظ قتیل کا نام دکنی ادب کی تحقیق کے سلسلے میں اس لیے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کہ انھوں نے خواجہ بندہ نواز سے منسوب ''معراج العاشقین'' کے بارے میں نیا تحقیقی مواد فراہم کیا۔ تحقیق صرف تازہ آگہی سے روشناس کروانے کا کام نہیں بلکہ معلوم حقیقتوں کو نئے زاویے سے دیکھنے اور انھیں جانچنے پرکھنے اور مسلمات کو حرفِ آخر تصور نہ کرتے ہوئے نئی دستیاب شدہ معلومات کے وسیلے سے حقیقت شناسی اور حقیقت تک رسائی کی کوشش بھی ہے یعنی تحقیق بُت گری بھی ہے اور بُت شکنی بھی۔ خواجہ بندہ نواز کو تا حال اردو کا پہلا نثر نگار تسلیم کیا جاتا تھا اور ''معراج العاشقین'' کو اردو نثر کا پہلا نمونہ تصور کیا جاتا تھا لیکن مختلف شہادتوں کی مدد سے حفیظ قتیل نے ثابت کر دیا کہ یہ مخدوم شاہ حسین کی ''تلاوت الوجود'' کا خلاصہ ہے جس میں ربط و تسلسل کی کمی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ عبدالحق ابتدا ہی سے خواجہ بندہ نواز سے اس کے انتساب کو مشکوک سمجھتے تھے چنانچہ انھوں نے قطعیت کے ساتھ خواجہ بندہ نواز سے منسوب اس تصنیف کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کراچی کے ماہنامے ''ہم قلم'' اگست ۱۹۶۲ء میں شائع اپنے مضمون ''اردو زبان اور ادب'' میں انھوں نے صاف الفاظ میں اسے ظاہر کیا ہے (صفحہ ۸)۔ عبدالحق کے علاوہ لطیف انجم نے ۱۹۵۷ء میں مکتبۂ شاہراہ دہلی سے اسے شائع کیا تھا اور اسے خواجہ بندہ نواز کی تصنیف تسلیم کیا تھا۔ حفیظ قتیل کا اس سلسلے میں تحقیقی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مخدوم شاہ حسینی اور ''تلاوت الوجود'' کے ناموں کی نشان دہی کی جبکہ عبدالحق نے صرف مصنف کے بارے میں شبہ کا اظہار کیا تھا۔ حفیظ قتیل کی کتاب ''معراج العاشقین کا مصنف'' ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی ہے اور انھوں نے اردو تحقیق کے مسلمات کو متزلزل کر دیا۔ حفیظ قتیل کا ایک اور تحقیقی کارنامہ باشمی کے ''دیوان یکجتی'' کی تدوین ہے۔ انھوں نے دکن کے نثر نگار میراں جی خدانما کے نثری رسائل کو بھی مرتب کر کے دکنی نثر کے ابتدائی مراحل کا خوش اسلوبی کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ حفیظ قتیل نے قیس کے مختصر سے دیوان کو بھی ترتیب دیا ہے۔ انھوں نے قاقشال کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تذکرہ تحفۃ الشعرا'' کو بھی، جس کا اردو کے اولین تذکروں میں شمار ہوتا ہے، متعارف کروایا ہے۔

مبارز الدین رفعت دکنی کے ایک ممتاز محقق ہیں اور ان میں اچھی تحقیقی صلاحیتیں موجود ہیں۔ بیجاپور کے فرماں روا علی عادل شاہ ثانی شاہی کا کلیات (۱۹۶۲ء) انھوں نے مفید مقدمے کے ساتھ شائع کرایا ہے۔ ماخذوں کی تلاش اور مواد کی فراہمی میں انھوں نے جو کاوش کی ہے اس سے ان کے تحقیقی ذوق اور علمی لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔ ''کلیات شاہی'' مبارز الدین رفعت کی سب سے اچھی تصنیف ہے۔ انھوں نے ''شکارنامہ'' (۱۹۶۲ء) بھی مدون کر کے شائع کیا۔ اس کا خواجہ بندہ نواز سے انتساب شک و شبے سے بالاتر نہیں۔ ۱۹۶۷ء میں اکبرالدین صدیقی کے عملی اشتراک سے ''ابلیس نامہ'' مرتب کیا۔ یہ دکن کے ایک غیر معروف شاعر علاء الدین فقیر کی مثنوی ہے۔

۱۹۷۱ء میں اکبرالدین صدیقی نے برہان الدین جانم کا ''ارشاد نامہ'' مرتب کر کے اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کرایا ہے۔ یہ دراصل ڈاکٹر زور کی نامکمل کتاب ''ارشاد نامہ از جانم'' کی تکمیل ہے۔ اکبرالدین صدیقی نے ''کلمۃ الحقائق'' ۱۹۶۱ء میں ادارۂ ادبیات اردو سے شائع کی۔ یہ دکنی نثر کا اولین مستند نمونہ ہے۔ ''مشاہیر قندھار و دکن''، ''دیوان عشق'' (۱۹۶۰ء) اور ''کشف الوجود'' (۱۹۶۵ء) بھی اکبرالدین صدیقی کی مرتب کردہ کتابیں ہیں۔ انھوں نے ۱۹۵۲ء میں مقیمی کی مثنوی ''چندر بدن و مہیار'' بھی مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اس کا مقدمہ سرسری اور تشنہ سا محسوس ہوتا ہے۔ ابن نشاطی کی ''پھول بن'' کو عبدالقادر سروری نے پہلی بار متعارف کرایا تھا۔ اکبرالدین صدیقی نے اسے دوبارہ ترقی اردو بورڈ سے ۱۹۷۸ء میں طبع کروایا ہے۔ انھوں نے عبدالقادر سروری کی پیش کی ہوئی معلومات میں کوئی خاص اضافہ نہیں کیا ہے۔ سیدہ جعفر نے ''چندر بدن اور مہیار'' کو نئی معلومات اور نئے تنقیدی جائزے کے ساتھ ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش سے ہندی میں شائع کرایا ہے۔

سیدہ جعفر کی کتاب ''ماسٹر رام چندر اور اردو نثر کا ارتقا'' ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی جس میں انھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ سرسید اردو کے پہلے مضمون نگار نہیں تھے بلکہ ماسٹر رام چندر کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّلیت مسلّمہ ہے۔ ''من سمجھاون'' (۱۹۶۴ء)، دکنی رباعیاں (۱۹۶۶ء)، سکھ انجن (۱۹۶۷ء) اردو کا ارتقا (۱۹۷۲ء)، مثنوی یوسف زلیخا (۱۹۸۳ء)، کلیات محمد قلی قطب شاہ (۱۹۸۵ء)، مثنوی ماہ پیکر (۱۹۸۶ء)، جنت سنگار (۱۹۹۷ء)، ''دکنی ادب میں قصیدے کی روایت'' (۱۹۹۹ء) اور ''تاریخِ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک'' (بہ اشتراک گیان چند جین) طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

مسعود حسین خاں نے عبدل کے ''ابراہیم نامہ'' کو بیجاپور کا پہلا ادبی نقش بتایا ہے لیکن سیّدہ جعفر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حسن منجھو خلجی کی مثنوی ''پیم نیم'' کو ''ابراہیم نامہ'' پر زمانی سبقت حاصل ہے۔ عبدالحق نے وجہی کی ''قطب مشتری'' کو دبستانِ گولکنڈہ کی پہلی مثنوی بتایا ہے لیکن سیّدہ جعفر نے مثنوی ''یوسف زلیخا'' کو ایڈٹ کر کے یہ بتایا ہے کہ ''قطب مشتری'' سے چار دہائی قبل احمد گجراتی نے محمد قلی کے دربار میں اپنی مثنوی پیش کی تھی۔ زبان و بیان کی خوبیوں اور ادبی محاسن کے اعتبار سے یہ مثنوی ''قطب مشتری'' سے بہت بلند پایہ ادبی تخلیق ہے۔ ڈاکٹر زور نے ۱۹۴۰ء میں ''کلیاتِ سلطان محمد قلی قطب شاہ'' ایڈٹ کر کے شائع کیا تھا۔ ۱۹۸۵ء میں نیشنل کونسل برائے ترقی اردو زبان و ادب سے سیّدہ جعفر نے اسے دوبارہ نئی تحقیقی معلومات کے ساتھ شائع کیا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب (لندن) کے توسط سے انھوں نے لندن کے تاجرِ نوادرات تھامس جیمس کے ذخیرے سے کلیات محمد قلی قطب شاہ کے جو اوراق حاصل کیے تھے ان سے کلیات میں بارہ نظموں کا اضافہ کیا ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ کے دونوں نسخوں سے محمد قلی کی دو غزلیں بھی شامل کی ہیں جو ڈاکٹر زور سے سہواً چھوٹ گئی تھیں۔

رفیعہ شوکت نے خواجہ بندہ نواز کے مختصر رسالے ''شکار نامہ'' کو ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔ چندو لال شاداں، مہ لقا بائی چندا اور لطف پر تحقیقی کام کیا ہے۔ عبدالمجید صدیقی نے نصرتی کی رزمیہ مثنوی (۱۹۵۹ء) ''علی نامہ'' اپنے گراں قدر مقدمے کے ساتھ شائع کی ہے اور علی عادل شاہ کی مہمات پر مبنی اس رزمیہ مثنوی کی تاریخی بنیاد کی بازیافت کی ہے۔ ہاشم علی نے ''میراجی شمس العشاق'' (۱۹۷۴ء) اور ''مفرح القلوب و چہار شہادت'' شائع کر کے دکنی ادب میں اچھا اضافہ کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حسینی شاہد کی کتاب ''سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ: حیات اور کارنامے'' ان کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ ''شاہ معظم'' ۱۹۷۸ء کی تصنیف ہے۔ بدیع حسینی نے ۱۹۶۷ء میں میراں یعقوب کی شمائل الاتقیا'' پر کام کر کے اس کا انتخاب شائع کیا۔ ''دکنی میں ریختی کا ارتقا'' اس کی ایک قابلِ قدر تصنیف ہے۔ محمد حفیظ سید نے ۱۹۳۹ء میں ''کلیاتِ بحری'' اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کی۔ جاوید وشسٹ نے دکنی ادب سے دلچسپی لی لیکن ان کا نقطۂ نظر تحقیقی نہیں۔ زینت ساجدہ نے ۱۹۶۲ء میں علی عادل شاہ ثانی شاہی کا کلیات بڑی تحقیق و جستجو کے بعد مرتب کیا ہے اور اس پر ایک اچھا مقدمہ سپردِ قلم کیا ہے۔ اس کے علاوہ اشرف بیابانی کی ''نوسرہار'' پر تحقیقی کام کیا گیا ہے۔ یہ ان کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو ہنوز شائع نہیں ہوا ہے۔ ''حیدرآباد کے ادیب'' ساہتیہ اکیڈمی آندھرا پردیش سے ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ رفیعہ سلطانہ نے برہان الدین جانم کی کلمۃ الحقائق کو ۱۹۶۱ء میں مرتب کر کے مجلسِ تحقیقاتِ اردو حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں برہان الدین جانم کی نثر نگاری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''اردو نثر کا آغاز و ارتقا'' ان کا پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ ہے۔ کتاب کو گیارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں نثر کے ابتدائی نمونوں سے بحث کی گئی ہے۔ رفیعہ سلطانہ نے ''کلیاتِ احسان'' بھی مرتب کی ہے۔ دیوی سنگھ چوہان نے ''بت نامہ، پنچھی باجھا، کلمۃ الحقائق، مینا ستونتی، براہیم نامہ اور سرتی پرنوائے ادب میں بڑے قیمتی مضامین شائع کیے ہیں۔ افضل الدین اقبال میں تحقیق کا سلیقہ موجود ہے۔ انھوں نے ''سینٹ جارج کالج'' پر پہلی بار ایک مبسوط اور جامع تصنیف پیش کر کے ادب کے اس مرکز سے متعارف کروایا ہے۔ ''جنوبی ہند کی اردو صحافت''، ''نواب اعظم و مثنوی اعظم نامہ'' اور ''حکایات اطہر'' ان کی قابلِ ذکر تصانیف ہیں۔ ''اردو کا پہلا نثری ڈراما'' میں انھوں نے کیپٹن کرین آوے کے ڈرامے علی بابا چالیس چور کو اردو کا پہلا نثری ڈراما قرار دیا ہے۔ یہ ایک اہم تحقیقی انکشاف ہے۔ اس کے علاوہ قاضی عبیداللہ اورینٹل لائبریری اور اماتی کتب خانہ خاندانِ شرف الملک کی وضاحتی فہرستیں بھی تیار کی ہیں۔ فضل الدین اقبال نے مہدی واصف کی ''مجمع الامثال''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مرتب کر کے ۱۹۹۹ء میں شائع کرا دی ہے۔ ''مدارس میں اردو ادب کی نشو ونما'' (۱۹۷۹ء) ایک اہم تحقیقی تصنیف ہے اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے۔ محمد علی اثر کی تحقیقی تصانیف ''خواصی شخصیت اور فن، تحقیقی نقوش (۱۹۹۳ء)، دکنی غزل، مثنوی اشتیاق نامہ کے علاوہ اکبرالدین صدیقی کے اشتراک سے ادارۂ ادبیاتِ اردو کے مخطوطات کی فہرستِ تذکرہ اور مخطوطات جلد ششم بھی تیار کی ہے۔ انھوں نے مختلف شعرا اور ادیبوں پر تحقیقی مضامین بھی شائع کیے ہیں۔ ''مقالاتِ اثر'' اور ''نوادراتِ عیش'' ایسے ہی مضامین پر مشتمل ہے۔

۱۹۳۹ء میں غلام عمر خاں نے ''مینا ستونتی اور لیلیٰ مجنوں'' کو ایڈٹ کر کے اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کرایا ہے۔ اوّل الذکر مثنوی ۱۹۸۱ء میں اور موخر الذکر ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ انھوں نے مسعود حسین کے ساتھ دکنی اردو کی لغت میں کام کیا تھا۔ حمیرہ جلیل کی سب رس کی تدوین، نورالسعید اختر کی ''تاج الحقائق اور بہرام وگل اندام''، حبیب النسا کی ''ریاست میسور میں اردو کی نشو ونما'' (۱۹۶۲ء) اور نذیر احمد نے بڑی تحقیقی بصیرت کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ ثانی کی کتاب ''نورس'' کو ایڈٹ کیا ہے اور اس پر عالمانہ مقدمہ قلم بند کیا ہے۔ ڈاکٹر اشرف رفیع نے نظم طباطبائی پر پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ لکھا۔ رشید موسوی نے حیدرآباد میں مرثیہ نگاری اور مراسم عزاداری پر تحقیقی کام کیا۔ لئیق صلاح نے شمس الدین فیض اور ارسطو جاہ پر اچھی تحقیقی تصانیف پیش کی ہیں اور حبیب ضیا نے مہاراجہ کشن پرشاد پر تحقیقی کام کر کے اسے طبع کروایا ہے۔ طیب انصاری نے ''عہد آصفیہ میں اردو نثر کا ارتقا'' ۱۹۹۹ء میں شائع کی۔ مجید بیدار کی اردو کے تذکرے میں اکبر علی بیگ کی ''دیوان طف'' اور عقیل ہاشمی کی ''دیپک پتنگ کی تقیدی تدوین'' کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ظہیر الدین مدنی کی کتابیں ''خنوران گجرات''، ''اردو غزل ولی تک''، ''نور المعرفت'' اور ''ولی گجراتی'' (۱۹۵۰) اردو تحقیق میں اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ولی گجراتی میں مصنف نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ولی کا وطن اورنگ آباد نہیں بلکہ گجرات تھا۔ اس محاکمے کو انھوں نے دلائل اور مستند حوالوں سے استحکام بخشا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو ادب کی تاریخیں تحقیق میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اردو کی سب سے پہلی تاریخ جسے بعض نقاد تذکرہ اور تاریخ ادبِ اردو کی درمیانی کڑی تصور کرتے ہیں محمد حسین آزاد کی ''آبِ حیات'' ہے۔ امداد امام اثر کی ''کاشف الحقائق'' (۱۸۹۷ء) ہمارے موضوع سے راست تعلق نہیں رکھتی۔ آبِ حیات کے بعض تسامحات کی قاضی عبدالودود نے اپنی کتاب ''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق'' میں نشان دہی کی ہے اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ محمد حسین آزاد نے اردو میں پہلی بار شعرا کے حالات اور کلام اتنی تفصیل سے قلم بند کیے تھے۔ ''آبِ حیات'' ۱۸۸۱ء کی تصنیف ہے لیکن یہاں اس کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ ''آبِ حیات'' نے تاریخ ادب اردو لکھنے کی طرف مصنفین کی توجہ منعطف کی۔ اردو نثر پر لکھی ہوئی پہلی تاریخ احسن مارہروی کی ''تاریخِ نثر اردو'' (۱۹۳۰ء) ہے۔ اس میں حالات سے زیادہ نمونہ عبارت پر زور دیا گیا ہے۔ محمد یحییٰ تنہا کی ''سیر المصنفین'' کی دو جلدیں ۱۹۲۴ء میں منظر عام پر آئیں۔ اس پر ۱۹۴۸ء میں نظرِ ثانی کی گئی۔ اس کتاب میں سرسید احمد خاں اور ان کے رفقا پر مفصل تبصرہ موجود ہے۔ رام بابو سکسینہ کی تاریخ اس اعتبار سے جامع ہے کہ اس میں نثر اور نظم دونوں سے سروکار رکھا گیا۔ یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں انگریزی میں قلم بند کی گئی تھی۔ محمد حسن عسکری نے اس کا ترجمہ کر کے اسے ۱۹۴۹ء میں اردو داں طبقے سے روشناس کروایا اور اس میں اضافے بھی کیے۔ اس دور میں لکھی ہوئی علاقائی تاریخ، ''دکن میں اردو'' (نصیر الدین ہاشمی) کا ذکر آ چکا ہے اور اسی انداز پر مختلف علاقوں کے ادب کی تاریخیں لکھی گئیں۔ ''گجرات میں اردو''، ''بنگال میں اردو''، ''بہار میں اردو''، ''زبان و ادب کا ارتقا''، ''میسور میں اردو'' اور ''پنجاب میں اردو'' کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ محمود شیرانی کا شمار اردو کے بڑے محققین میں ہوتا ہے لیکن انھوں نے بابا فرید شکر گنج، کبیر اور خسرو وغیرہ کے متعلق ''پنجاب میں اردو'' میں جو بیانات تحریر کیے ہیں انھیں بعض ادیب ان کی محققانہ شان کے منافی اور بے بنیاد تصور کرتے ہیں۔ ابواللیث صدیقی نے ''لکھنؤ کا دبستان شاعری'' (۱۹۴۴ء) اور نورالحسن ہاشمی نے ''دلی کا دبستانِ شاعری'' (۱۹۴۳ء) کے عنوان سے جو کتابیں شائع کی ہیں ان میں تہذیبی تناظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تاریخی پس منظر میں شعرا کے کارناموں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اردو کے محققین نے تاریخ ادب سے دلچسپی کا ثبوت دیا۔ اعجاز حسین کی ''مختصر تاریخ ادب اردو'' کو عقیل رضوی نے اپنے اضافوں کے ساتھ ۱۹۸۴ء میں شائع کیا۔ احتشام حسین نے ''اردو ادب کی تنقیدی تاریخ'' ۱۹۸۳ء میں شائع کی۔ یہ تاریخ تنقیدی مزاج کی حامل ہے اور احتشام حسین نے تحقیق سے زیادہ سروکار نہیں رکھا ہے۔ سیدہ جعفر اور گیان چند جین نے ''تاریخ اردو ادب ۱۷۰۰ء تک'' شائع کی۔ یہ ۱۷۰۰ء تک کے اردو ادب پر سب سے مفصل تاریخ ہے جو پانچ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اصناف سخن کے ارتقا اور ان کی نشو ونما کی طرف بھی ادیبوں نے توجہ کی۔ سید رفیق حسین (الہ آباد) نے ''اردو غزل کی نشو ونما'' اور حفیظ قتیل نے ''اردو غزل کا ارتقا'' میں اس صنف کی مقبولیت اور اس کی عہد بہ عہد ترقی کا جائزہ لیا ہے۔ گوپی چند نارنگ نے ''اردو غزل اور ہندوستانیت'' کو اپنا موضوع بنایا۔ کلیم الدین احمد نے فن داستان گوئی کی طرف توجہ کی۔ گیان چند نے نثری داستانوں پر اپنا مقالہ لکھا جو ۱۹۴۶ء میں طبع ہوا۔ گوپی چند نارنگ نے ''ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں'' (۱۹۶۰ء) اور عبدالقادر سروری نے ''اردو مثنوی کا ارتقا'' اور نجم الہدیٰ نے ''مثنوی کا فن اور اردو مثنویاں'' شائع کیں۔ عقیل رضوی نے شمالی ہند کی مثنویوں پر تحقیقی کام کیا۔ ریختی پر بدیع حسنی اور خلیل اللہ میر (وکرم یونیورسٹی) نے تحقیقی کام کیا۔ نثار حسین کی کتاب ''اردو مرثیہ'' ذاکر حسین فاروقی کی ''داستان دبیر'' مسیح الزماں کی ''اردو مرثیے کا ارتقا'' اور قصیدے پر محمود الٰہی اور ابو محمد سحر نے کتابیں شائع کیں۔ سیدہ جعفر نے ۱۹۹۹ء میں ''دکنی ادب میں قصیدے کی روایت'' پر تحقیقی کام کیا۔ اردو کے محققین نے ڈرامے کی طرف بھی توجہ کی۔ اس سلسلے میں مسعود حسن ادیب نے بڑا معیاری کام کیا ہے۔ ''اردو ڈراما اور اسٹیج'' ایک تحقیقی کارنامہ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں یعنی ''لکھنؤ کا شاہی اسٹیج'' اور ''لکھنؤ کا عوامی اسٹیج'' پر مشتمل ہے۔ ڈرامے کی تاریخ پر عشرت رحمانی اور اخلاق اثر وغیرہ کی کتابیں قابل ذکر ہیں۔ یہاں صرف انھیں تصانیف کی نشان دہی کی جارہی ہے جن میں تحقیقی پہلو نمایاں ہے۔ عبدالعلیم نامی نے اردو تھیٹر کی مکمل تاریخ آٹھ جلدوں میں پیش کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوانح نگاری پر امیر اللہ شاہین اور شاہ علی نے تحقیقی کام کیا۔ رباعی کی صنف کو تحقیق کی روشنی میں دیکھنے والوں میں سلام سندیلوی اور سیدہ جعفر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ''دکنی رباعیاں'' میں متعدد شعرا کی رباعیاں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہیں۔ شہر آشوب پر کام کرنے والوں میں نعیم احمد (شہر آشوب ۱۹۲۸ء) اور سعد اللہ (ناگپور) کے نام ہمارے پیش نظر ہیں۔ پٹنہ کے محمد زین العابدین نے واسوخت نگاری کو اپنا موضوع بنایا۔ اسی طرح سانٹ پر حنیف کیفی (۱۹۷۵ء)، تمثیل نگاری پر نظرِ اعظمی (۱۹۷۷ء)، ناول پر عظیم الشان صدیقی اردو ناول کا آغاز و ارتقا اور افسانے پر نسیم آرا کی تصنیف ''اردو افسانے کا ارتقا'' کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ علی عباس حسینی کی کتابیں ''اردو ناول کی تاریخ اور تنقید'' اور احسن فاروقی کی ''ناول کیا ہے''، ''اردو ناول کی تنقیدی تاریخ'' اور ''ادبی تخلیق اور ناول'' میں تحقیقی رنگ بہت مدھم ہے اور تنقیدی شعور کی کارفرمائی نے ان کتابوں کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ قطب النساء ہاشمی نے سفرناموں پر کام کیا۔ تحقیق کے اصولوں پر بھی توجہ کی گئی اور عابد رضا بیدار نے ''تدوین کے مسائل''، تنویر احمد علوی نے ''اصولِ تحقیق و ترتیب متن''، گیان چند جین نے ''تحقیق کا فن'' (۱۹۹۰ء) ش، اختر نے ''تحقیق کے طریقہ کار''، عبد الرزاق قریشی نے ''مبادیاتِ تحقیق''، کلبِ عابد نے ''تمادالتحقیق''، رشید حسن خاں نے ''ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ'' لکھ کر تحقیق کرنے والوں کی رہبری کی ہے۔ ان کے علاوہ مختلف کتب خانوں کے مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں بھی مرتب کی گئی ہیں۔ نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ سالار جنگ اور کتب خانہ آصفیہ کی مخطوطات کی تفصیل اپنی وضاحتی فہرستوں میں قلم بند کی ہے۔ ڈاکٹر زور نے ادارۂ ادبیاتِ اردو اور عبد القادر سروری نے عثمانیہ یونیورسٹی کے مخطوطات کو متعارف کروایا ہے۔ امتیاز علی عرشی نے اسٹیٹ لائبریری رام پور اور حامد اللہ ندوی نے کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی کے اردو مخطوطات'' (۱۹۹۰ء) کی فہرست تیار کی ہے۔ مختار الدین احمد نے مسلم یونیورسٹی کے مخزونہ مخطوطات کا ''فہرستِ مخطوطات ونوادر در کتب خانہ مسلم یونیورسٹی'' میں وضاحتی جائزہ لیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو تحقیق میں تذکروں کی اہمیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ یہ تذکرے شعرا کے حالات زندگی اور دوسری تفصیلات فراہم کرنے کا بنیادی ماخذ ہیں۔ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے ''نکات الشعرا''، عبدالحق نے قائم کے ''مخزن نکات'' اور لچھمی نرائن شفیق کے ''چمنستانِ شعرا'' (۱۹۲۸ء)، نثار احمد فاروقی نے قدرت اللہ قدرت وشوق کے ''طبقات الشعرا'' (۱۹۶۸ء)، قاضی عبدالودود نے امیر الدین احمد کے ''مسرت افزا'' (۱۹۵۴ء)، ڈاکٹر زور نے ''گلزار ابراہیم'' (۱۹۳۴ء)، محمود شیرانی نے قدرت اللہ قاسم کے ''مجموعۂ نغز'' (۱۹۳۳ء)، کلیم الدین احمد نے دیوانِ جہاں (۱۹۵۹ء)، مختار الدین نے صدر الدین آزردہ کے ''تذکرۂ آزاد'' کو مرتب کیا۔ شیفتہ کے ''گلشن بے خار'' کو کلب علی خاں فائق (۱۹۷۳ء) نے روشناس کروایا۔ احمد علی خاں یکتا کے ''دستور الفصاحت'' کو امتیاز علی عرشی (۱۹۴۳ء)، سعادت خاں ناصر کے ''خوش معرکۂ زیبا'' کو شمیم انہونوی، کلب حسین خاں نادر کے ''تذکرۂ نادر'' کو مسعود حسن رضوی (۱۹۵۷ء) نے شائع کر کے تحقیق کے سلسلے میں گراں قدر کام انجام دیا ہے۔ ان کے علاوہ کم معروف تذکرہ نگاروں کے متعدد تذکروں کو بھی مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔

اردو املے پر گوپی چند نارنگ کا املا نامہ (۱۹۷۴ء) اور پھر (۱۹۹۰ء) اردو املے کی معیار بندی کی قابلِ قدر کوشش ہے نیز رشید حسن خاں کی ''اردو املا'' اور ابو محمد سحر کی ''اردو رسم الخط ایک محاکمہ'' (۱۹۷۴ء) اپنے موضوع پر اہم کتابیں ہیں۔

اردو کے سربرآوردہ شعرا اور اہلِ قلم کی ادبی کاوشوں پر تحقیقی کام نے اردو ادب کے سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ حاتم پر ڈاکٹر زور، درد پر وحید اختر، میر پر عبدالحق، نثار احمد فاروقی اور شمس الرحمٰن فاروقی، ذوق پر تنویر احمد علوی، انشا پر شیام لال کالرا، دبیر پر افضل حسین ثابت اور زماں خاں، آزردہ اور میر مینائی پر جلیل مانک پوری، آبرو پر محمد حسن، شبلی پر سلیمان ندوی، امین پر مسعود حسن ادیب، مہر حسن پر فضل الحق، مصحفی پر نور الحسن نقوی، جرأت پر مجیب الرحمٰن قریشی، نظیر اکبر آبادی پر ضمیر احمد خاں (بمبئی)، میر ضمیر اور نیر خلیق پر اکبر حیدری، ناسخ پر شبیہ الحسن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجد علی شاہ پر کوکب قدر اور مسعود حسن رضوی، سودا پر شیخ چاند، امیر اللہ تسلیم پر فضل امام، شاد عظیم آبادی پر وہاب اشرفی، سرور جہاں آبادی پر حکم چند نیر، پریم چند پر جعفر رضا، اصغر گونڈوی پر سلام سندیلوی، حسرت موہانی پر احمر لاری، نیاز فتح پوری پر امیر عارفی، شاد عارفی پر مظفر حنفی، فانی پر مغنی تبسم کی کتابیں اردو ادب میں خوشگوار اضافے ہیں۔ یہ فہرست بہت طویل ہے اس لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے چند تصانیف کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی قابل توجہ تصانیف منظر عام پر آئی ہیں۔ غالب اور اقبال پر غالبیات اور اقبالیات کے زیر عنوان متعدد گراں قدر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ غالبیات پر تحقیقی کام کرنے والوں میں غلام رسول مہر، امتیاز علی عرشی، مالک رام، محمد اکرام اور قاضی عبدالودود اور نثار احمد فاروقی جیسے محقق بھی شامل ہیں۔

یہاں ان محققین کا ذکر بھی ضروری ہے جنھوں نے اردو تحقیق کو مقصد زندگی قرار دیا اور اردو ادب میں گراں قدر اضافے کیے ہیں۔ امتیاز علی عرشی کا شمار اردو کے صف اول کے محققین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی ادبی کاوشوں کو اردو تحقیق کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کی ستائیس (۲۷) کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ امتیاز علی عرشی کی کچھ تحقیقی مساعی ایسی بھی ہیں جن کا ادب سے براہ راست تعلق نہیں جیسے ''فضل الخطاب العمر بن خطاب'' اسی ذیل میں ان کی ابوعبدالقاسم البروی پر لکھی ہوئی کتاب بھی آتی ہیں۔ امتیاز علی عرشی نے کلیات لکھنوی کے تذکرے ''دستور الفصاحت'' کا حاشیہ بڑی محنت اور لگن سے تیار کیا ہے۔ اس میں پینتیس (۳۵) شعرا کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔ وقائع عالم شاہی، تاریخ مہدی، تاریخ اکبری، مادرات بیگمات اور ترجمہ مجالس رنگین سے ان کی محققانہ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ امتیاز علی عرشی نے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے ادبیات سے متعلق تحقیق کی ہے۔ اردو میں ان کا نام ماہر غالبیات کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ''مکاتیب غالب'' ۱۹۳۷ء کی تصنیف ہے۔ اس مجموعہ مکاتیب میں وہ خطوط موجود ہیں جو غالب نے نواب یوسف علی خاں ناظم والی رام پور کو لکھے تھے۔ اس کتاب کا مقدمہ امتیاز علی عرشی کی تحقیق و تدقیق کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اب تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جس سے اس تصنیف کی اہمیت اور مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ غالبیات سے متعلق امتیاز علی عرشی کی ایک اور تصنیف ''انتخابِ غالب'' ہے۔ دیوانِ غالب ایک معرکۃ الآرا تحقیقی کارنامہ ہے۔ غالب کے اصل متن کو انھوں نے بڑی محنت اور استناد کے ساتھ شائع کر کے اردو ادب کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ فرہنگِ غالب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور غالب کی تفہیم و تحسین میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ فارسی مکاتیب غالب اور ''برہانِ قاطع'' پر بھی امتیاز علی عرشی نے تحقیقی کام کیا ہے۔ غالب کے حالاتِ زندگی، ان کی شخصیت اور ان کے دیوان کے صحیح اور مستند متن اور خطوط کو اصلی شکل میں پیش کر کے امتیاز علی عرشی نے غالب فہمی کی راہ ہموار کی اور اردو کے اس عظیم شاعر کو پوری سچائی اور صداقت کے ساتھ عوام سے متعارف کروانے کی کوشش کی ہے۔ امتیاز علی عرشی تحقیق میں قیاس آرائی اور افواہ پر ایمان لانے کے قائل نہیں۔ وہ تحقیق کو شہادتوں، استدلال اور استناد کا فن تصور کرتے ہیں۔ امتیاز علی عرشی کا ایک تحقیقی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے ''کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی'' کو جسے پہلے عبدالحق نے شائع کیا تھا، رضا لائبریری کے دو نسخوں کی مدد سے مرتب کر کے اس کا مستند متن انجمن ترقیِ اردو پاکستان سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا اور اس پر غلطی سے عبدالحق کا نام شائع ہو گیا تھا لیکن کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں عبدالحق نے اس فروگذاشت کی تصحیح کر دی ہے اور اسے ۱۹۷۵ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان سے دوبارہ شائع کیا ہے۔

مسعود حسن رضوی ''ہماری شاعری'' لکھ کر ایک ناقد کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئے تھے لیکن انھوں نے ایک محقق کی حیثیت سے بھی اپنی شناخت قائم کی ہے۔ مسعود حسن رضوی کا دائرۂ تحقیق خاصا وسیع ہے اس لیے ان کی تحقیق میں بڑا تنوع نظر آتا ہے۔ انھوں نے مرثیہ، ڈراما، داستان اور تذکروں کو اپنا موضوع بنایا۔ مسعود حسن نے اردو میں ترتیب و تدوین کا ایک نیا معیار قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں ''فیضِ میر''، ''مجالسِ رنگین''، ''دیوانِ فائز''، ''واجد علی شاہ کا ڈراما''، ''رادھا کنہیا کا قصہ'' (مشمولہ لکھنؤ کا شاہی اسٹیج)، امانت کی ''اندر سبھا'' (لکھنؤ کا عوامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسٹیج)، رجب علی بیگ کا ''فسانۂ عبرت''، مردان علی خاں مبتلا لکھنوی کا ''تذکرۂ گلشن سخن'' (۱۲۶۸ء) اور ناٹک ''بزمِ سلیمان'' ان کی تحقیقی ذکاوت اور ادبی بصیرت کے آئینہ دار ہیں۔ مسعود حسن رضوی نے ''روحِ امین''، ''شاہکارِ امین'' اور ''متفرقاتِ غالبؔ'' کے نام سے جو انتخابات پیش کیے ہیں وہ بھی ان کے اہم کارنامے ہیں۔ ''رزم انیس اور تذکرۂ نادر'' کی انفرادیت یہ ہے کہ ان میں متن کی ترتیبِ نو سے ان کی افادیت اور ادبی حسن میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اپنی تصانیف میں مسعود حسن رضوی نے تحقیق کے تقاضوں کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کیا ہے۔ ''دیوانِ فائز'' مرتب کر کے مسعود حسن ادیب نے فائز کو پہلی بار متعارف کرایا تھا۔ آبِ حیات میں محمد حسین آزاد نے فائز کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ''متفرقاتِ غالبؔ'' میں غالبؔ کے متعدد خطوط، نظوں اور ایک اردو غزل سے ہمیں پہلی بار روشناس کرایا ہے۔ ابتدا میں بتیس (۳۲) صفحات کا سیرِ حاصل مقدمہ ہے۔ مشتملات میں ایک غزل و ایک سلام شامل ہیں۔ ''۴۹ فارسی مکتوبات'' کی تفصیل یہ ہے کہ ان میں سراج الدین احمد کے نام دس مکاتیب اور ۲۹ غیر مطبوعہ مکاتیب ہیں جن میں ایک ناسخ کے نام ہے۔ یہ بھی ایک اہم دریافت ہے۔ فارسی مثنوی ''بادِ مخالف'' بھی ہماری معلومات میں اضافہ کرتی ہے۔ ''رزم نامۂ انیس'' میں مسعود حسن رضوی نے انیس کے رزمیہ بیانات کو تسلسل کے ساتھ مربوط کر کے ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ اس پر بعض محققوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس طرح کی پیوندکاری کا کسی مصنف کو حق نہیں پہنچتا اس کے تتبع میں خیبر لکھنوی نے اسی انداز کو اپناتے ہوئے ''رزم نامۂ دبیر'' تیار کر کے پیش کیا ہے۔ ناسخ کے شاگرد کلب حسن خاں نادر کے تخمسوں کو دیوانِ غریب سے شاعر کے حالات اخذ کر کے ''تذکرۂ نادر'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ ترتیبِ متن کا کوئی غیر معمولی نمونہ نہیں ہے۔ مقدمے میں نادر کے بارے میں ایسی معلومات مہیا ہوتی ہیں جن کے ذکر سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اردو ڈرامے سے بھی مسعود حسن رضوی نے خاصی دلچسپی لی۔ ''رادھا کنہیا کے قصے'' میں ابتدائی دور کی تمثیلی کوششوں کا عالمانہ انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب مصنف کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ مسعود حسن نے یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ کیا ہے کہ واجد علی شاہ اختر نے پہلی بار اردو میں ڈراما لکھا اور ان کے دربار میں رادھا کنہیا کا رہس ۱۸۴۳ء میں کھیلا گیا تھا لیکن عبدالعلیم نامی اسے ڈراما نہیں تسلیم کرتے۔ ''اردو ڈراما اور اسٹیج'' کی دوسری جلد ''اردو کا عوامی اسٹیج'' ہے۔ اس میں مصنف نے اندر سبھا کے بارے میں جو مفید معلومات فراہم کی ہیں وہ ان کی تحقیقی ژرف نگاہی اور ان کے وسیع مطالعے کی آئینہ دار ہیں۔ ''فسانۂ عبرت'' کو جو ناپید ہوگئی تھی مسعود حسن ادیب نے روشناس کروایا۔ ابتدا میں سرور کے بیانات کی ترتیب بدل دی ہے جس کا مقصد ان کی معنویت کو ضائع ہونے سے بچانا تھا۔ مردان علی خان کے ''تذکرۂ گلشنِ سخن'' کا ایک نسخہ انھیں حکیم آشفتہ سے ملا تھا جو حیدرآباد میں سکون پذیر تھے (اور اس محلے کا نام حمام کی گلی تھا) مسعود حسن نے ''ہمایوں'' میں دسمبر ۱۹۳۳ء میں پہلے اس پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس کتاب میں سب سے پہلے مصنف نے اپنے ماخذوں کی نشان دہی کی ہے اور فہرستِ شعرا کے بعد مرتب نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔ ''قواعد کا یہ بھاگ'' (۱۹۶۸) ترجمہ سہی لیکن اس تحقیق کا بھی اپنا ایک مقام ہے کہ اورنگ زیب کے عہد میں مرزا خان نے ''تحفۃ الہند'' میں ہندوستانی علمِ موسیقی اور ہندی شاعری اور اس کے تہذیبی تناظر پر روشنی ڈالی تھی۔ ''اندر سبھا'' پر مسعود حسن ادیب نے بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ امانت اور مداری لال کے علاوہ بہت سے شعرا نے ''اندر سبھا'' کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ اس کی مقبولیت کے پیشِ نظر منشی خادم حسین افسوس نے ''بزمِ سلیمان'' لکھی تھی۔ یہ ۱۲۷۸ھ کی تصنیف ہے۔ مقدمے میں مسعود حسن رضوی نے اس ناٹک کے بارے میں مفید اور مستند معلومات فراہم کی تھیں۔ مختصر یہ کہ مسعود حسن رضوی اردو کے ایک بلند پایہ محقق ہیں اور ان کے تحقیقی جواہر پاروں نے اردو ادب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔

مالک رام اردو کے ایک معتبر محقق ہیں۔ ان کی محققانہ کاوشوں نے اردو تحقیق کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔ غالبؔ یات کے رہبر کی حیثیت سے مالک رام ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ مالک رام نے نہ صرف حیاتِ غالبؔ کو اپنی تحقیق کا مقصد قرار دیا تھا بلکہ ان کی تصانیف بھی اپنے وقیع اور گراں قدر مقدموں کے ساتھ شائع کیں۔ ''تذکرۂ غالبؔ، تلامذۂ غالبؔ، فسانۂ غالبؔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غالبؔ'' (انگریزی) غالبؔ کی حیات اور سوانح کے مختلف گوشوں کا تحقیقی مطالعہ پیش کرتی ہیں۔ ترتیبِ متن کے سلسلے میں ''دستنبو''، ''سبد چین''، ''دیوان غالبؔ''، ''خطوط غالبؔ'' اور ''گل رعنا'' میں متن کو محققانہ شان کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ مستقل تصانیف کے علاوہ مالک رام کے مختلف مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا پہلا مضمون ''غالبؔ اور ذوقؔ'' رسالہ نگار ستمبر ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ غالبؔ کے محقق ''سخن فہم'' اور ''طرف دار'' ہونے کے باوجود انھوں نے ذوقؔ کو غالبؔ پر ترجیح دی ہے۔ ''ذکر غالبؔ'' غالبؔ یات میں ایک اہم اضافہ ہے۔ ''ذکرِ غالبؔ'' میں مالک رام نے غالبؔ کے حالاتِ زندگی کو محققانہ انداز میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے۔ اس کتاب پر قاضی عبدالودود نے جو اعتراضات کیے تھے انھیں محققین سخت گیری کی انتہا تصور کرتے ہیں۔ ''اردو تحقیق اور مالک رام'' میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ''ذکرِ غالبؔ'' غالبؔ کے مستند حالاتِ زندگی کا بہترین ماخذ تصور کی جاتی ہے۔ ''فسانۂ غالبؔ'' پندرہ مضامین پر مشتمل ہے یہ کتاب ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ مضامین غالبؔ کی سوانح اور واقعاتِ حیات سے متعلق ہیں۔ اس کا پہلا مضمون ''توقیتِ غالبؔ'' نہایت اعلیٰ تحقیق کا ایک نمونہ ہے۔ تیسرے مضمون میں عبدالصمد (غالبؔ کے استاد) کا ذکر ہے جسے عبدالودود ایک تخیلی پیکر تصور کرتے ہیں۔ مالک رام نے عبدالودود کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ ''تلامذۂ غالبؔ'' میں باقر علی خان کامل، نظام رام پوری، خواری الل شعلہ اور سید محمود آزاد کو غالبؔ کے تلامذہ تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور دلائل و براہین سے اپنے مؤقف کو تقویت پہنچائی ہے۔ نثار احمد فاروقی نے ''تلاشِ غالبؔ'' میں مالک رام کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس تصنیف میں مالک رام کے بعض تسامحات کی نشان دہی کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ عنایت حسین بدایونی کا تخلص رشکی نہیں اشکی تھا۔ الگزنڈر رجیڈیل آزاد غالبؔ کے شاگرد تھے لیکن ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ مغیث الدین فریدی نے تاریخ کی بعض اغلاط کی نشان دہی کی ہے۔ مالک رام نے غالبؔ کے کلام اور ان کی نثر کی ترتیب کا جو کام انجام دیا ہے وہ بہت اہم ہے اور اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت حاصل ہے۔ ''سبد چین'' اور ''دستنبو'' بھی مالک رام کی مساعی کا نتیجہ ہیں۔ دیوانِ غالب بھی مالک رام نے شائع کیا، اس میں اختلافات نسخ بھی ہیں اور صحتِ متن پر بھی توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ شاہد اعظمی کے نام سے ایک کتاب ''اردو تحقیق اور مالک رام'' شائع ہوئی تھی جس میں مالک رام کے تحقیقی انکشافات کی تعریف و تحسین کے بجائے صرف ان کے تسامحات کو مہیش پرشاد نے مرتب کیا تھا۔ مالک رام نے اسے تصحیح اور اضافوں کے ساتھ اس طرح شائع کیا ہے کہ اس میں مہیش پرشاد کا دیباچہ موجود ہے۔ مالک رام نے غالب پر متعدد مضامین لکھے۔ غالبیات کے سلسلے میں مالک رام کی تصانیف ''ذکرِ غالب'' اور ''فسانۂ غالب'' ان کے شاہکار تصور کیے جاتے ہیں۔ ''کربل کتھا'' کی ترتیب و تدوین (بہ اشتراک مختار الدین) بھی ان کا ایک تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ ابوالکلام آزاد کے ''تذکرہ'' اور ''غبارِ خاطر'' کی عالمانہ ترتیب اور پیش کش نے ان کے ادبی وقار میں اضافہ کیا ہے۔

گوپی چند نارنگ نے اپنے ادبی سفر کا آغاز تحقیق سے کیا تھا لیکن بعد میں ان کی دلچسپیوں کا دائرہ اور وسیع ہو گیا اور وہ علم لسانیات، اسلوبیات اور ادبی تنقید کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ''ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں'' (۱۹۶۰ء) ''اردو غزل اور ہندوستانیت'' (۱۹۵۵ء) ''امیر خسرو کا ہندوی کلام'' (۱۹۷۴ء) اور ''وضاحتی کتابیات'' (۱۹۷۶)، (۱۹۷۷۔۱۹۷۸) سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی شخصیت میں تحقیقی صلاحیتوں کے سوتے چھپے ہوئے ہیں۔ وہ استدلال، نتائج کے استخراج، شہادتوں کی صحت اور استناد، دلائل کی منطقیت اور تحقیق کے آداب و لوازم سے بخوبی آشنا ہی نہیں ان سے کام لینے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ ''امیر خسرو کا ہندوی کلام'' سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے ہندوستان ہی میں امیر خسرو کے ہندوی کلام کو تلاش نہیں کیا بلکہ دور دراز ملکوں کے کتب خانوں سے بھی گوہرِ آبدار برآمد کیے ہیں۔ تحقیق جگر کاوی، جاں سوزی اور خارا شگافی کی متقضی ہے۔ اپنی تصانیف میں گوپی چند نارنگ نے اس کی تکمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہے۔ انھوں نے اپنے ایک رفیقِ کار سے مل کر اردو کی ''وضاحتی کتابیات'' کا ڈول ڈالا جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دو جلدیں ترقی اردو بیورو دہلی سے شائع ہوئیں۔ اردو اکادمی دہلی سے انھوں نے ''ہندوستان کے اردو مصنفین اور شعرا کی ڈائریکٹری'' (۱۹۹۷) شائع کی۔ ان کا لسانیاتی کام بھی علمی و تحقیقی نوعیت کا ہے۔ ''املا نامہ (۱۹۷۴ء) نظرِ ثانی (۱۹۹۰)، ''اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو'' (۱۹۶۱) اور ''اردوئے دہلی کی کرخنداری بولی'' (انگریزی) ۱۹۶۲ گہرے تحقیقی مطالعے پر مبنی ہیں۔ انگریزی میں انھوں نے غنیت اور معکوسی آوازوں پر نہایت اہم کام کیا ہے۔ جو نیو یارک سے شائع ہوا ہے اور دنیا بھر میں لسانیات کے نصابات میں شامل ہے۔

قاضی عبدالودود کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ وہ عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں سے بخوبی واقف ہیں۔ تاریخ سے لگاؤ ہے اور قانون سے واقفیت نے نتائج کے استخراج اور دلائل و براہین کی اہمیت ان پر واضح کر دی ہے۔ قانون کے مطالعے نے انھیں تحقیق میں لفظوں کے استعمال کا سلیقہ سکھایا ہے۔ عبدالودود اپنے موضوع کے مالہ و ماعلیہ پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ اردو کے ایک ایسے محقق تصور کیے جاتے ہیں جو اغلاط اور تسامحات کی نشان دہی میں شخصی تعلقات، مروت اور رعایت کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ خواجہ احمد فاروقی کی کتاب ''میر تقی میر حیات اور شاعری'' شائع ہوئی تو قاضی عبدالودود نے اس پر نہایت سخت اعتراضات کیے۔ اس کے علاوہ دوسری متعدد غلطیوں کو قابلِ گرفت قرار دیا۔ اسی طرح نورالحسن ہاشمی کی ''دلی کا دبستانِ شاعری'' اور ابواللیث صدیقی کی ''لکھنؤ کا دبستانِ شاعری'' اور اختر اورینوی کی ''بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا'' پر بھی انھوں نے تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ اظہارِ خیال کیا تھا اور ان میں مصنفین سے جو سہو ہوا ہے اس کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ قاضی عبدالودود نے 'دیوانِ جوشش'' ''دیوان رضا'' اور ''قطعاتِ دلدار'' بھی مرتب کر کے شائع کیے ہیں۔ حزم و احتیاط، باریک بینی اور استدلال کی منطقیت نے قاضی عبدالودود کی تحقیقی تصانیف کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ عبدالودود نے ''تذکرۂ ابنِ طوفان'' بڑی عرق ریزی اور توجہ کے ساتھ مدون کیا ہے۔ اس کے علاوہ ''قاطع برہان''، ''مسرت افزا''، ''رسائلِ متعلقہ''، ''نشتر و موزن اور عیار ستان'' ان کے وقیع علمی و ادبی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام ہیں۔ ان مستقل تصانیف کے علاوہ انھوں نے تحقیقی مضامین بھی قلم بند کیے ہیں۔ ''غالب بحیثیت محقق''، ''ہندوستان اور پاکستان کی دانش گاہوں میں اردو زبان و ادب سے متعلق تحقیقات''، ''جہانِ غالب'' (غالب انسائیکلو پیڈیا) ''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق''، ''یادداشت بائے عبدالودود'' اور ''آوارہ گرد اشعار'' بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ قاضی عبدالودود نے میر، مصحفی، انشا اور مومن پر جو مضامین سپردِ قلم کیے ہیں وہ ان کی محققانہ شان کے مظہر ہیں۔ مومن کے خطوط کو بھی پہلی بار انھوں نے تفصیل سے متعارف کروایا تھا۔ قاضی عبدالودود کی تحریروں اور ان کی تحقیق نے اردو میں ریسرچ کے معیار کو بلند کیا اور ایک نصب العین اور معیار قائم کیا ہے۔ ان کا ایک ادبی کارنامہ جریدہ ''تحقیق'' کا اجرا بھی ہے لیکن یہ زیادہ عرصے جاری نہیں رہ سکا۔ ''معاصر'' (پٹنہ) سے قاضی عبدالودود کا ربط رہا اور انھوں نے اسے اپنے علمی تعاون سے سرفراز کیا۔ ماہرِ غالبیات کی حیثیت سے بھی قاضی عبدالودود کا تشخص قائم ہوا ہے۔ ڈھاکے کے حکیم حبیب الرحمن کی ایک قلمی بیاض میں غالب کے بتیس (۳۲) غیر مطبوعہ خطوط درج تھے۔ ان خطوط کے علاوہ عبدالودود نے غالب کی دوسری کمیاب اردو اور فارسی کی نادر تحریروں کو اکٹھا کر کے ''آثارِ غالب'' کے نام سے ۱۹۴۸ء میں شائع کیا۔ جب شیخ محمد اکرام کی کتاب ''آثارِ غالب'' سے واقف ہوئے تو کتاب کا نام بدل کر ''ماثرِ غالب'' رکھ دیا۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اردو نثر اور اشعار اور فارسی کلام کو جگہ دی گئی ہے اور دوسرے حصے میں خطوط ہیں۔ حنیف نقوی نے قاضی عبدالودود کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ غالب کے مکتوب الیہ غلام نجف اور محمد نجف دو نہیں ایک ہی شخصیت ہے۔ ''قاطعِ برہان'' اور ''رسائل متعلقہ'' کا ذکر بھی غالبیات کے سلسلے میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قاضی عبدالودود نے تذکروں کی ترتیب و تدوین کے تحقیقی مطالبات کو بڑے سلیقے کے ساتھ پورا کیا ہے۔ ۱۹۵۴ میں قاضی عبدالودود نے ''ادارۂ تحقیقاتِ اردو'' قائم کیا تھا۔ اس سلسلے کی پہلی کتاب ''تذکرۂ شعرا'' مصنفہ ابن امین اللہ طوفان تھی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ایک سال بعد عابد رضا بیدار کے اضافوں کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کے مقدمے میں تذکرہ نگار کو متعارف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروایا گیا ہے۔ طوفان ناسخ کے دوست اور ہم نشین تھے۔ قاضی عبدالودود ابن طوفان کی شخصیت کا تعین نہیں کر سکے کہ وہ طوفان کے کون سے فرزند تھے۔ رنجی یا ان کے بھائی؟ اس تذکرے پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض اہم معلومات جنھیں متن میں جگہ ملنی چاہیے تھی فٹ نوٹ میں پیش کی گئی ہیں اور یہ اصول تحقیق کے مغائر ہے۔ ''عیارستان'' میں تین کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔ ''دیوان ذوق'' مرتبہ مسعود حسن رضوی، ''مرقعِ شعرا'' مرتبہ رام بابو سکسینہ اور ''میر تقی میر حیات اور شاعری'' از خواجہ احمد فاروقی۔ عبدالودود نے، جو تعریف و تحسین کے معاملے میں جزرس اور محتاط تصور کیے جاتے ہیں، مسعود حسن رضوی کی تحقیقی کاوشوں کو سراہا ہے۔ عبدالودود نے تاریخِ محمدی سے فائز کے والد کا نام محمد طفیل دریافت کیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ صدرالدین محمد خاں نام نہیں خطاب ہے۔ اسی طرح کامور خان کے تذکرے 'السلاطین' سے فائز اور ان کے دو بھائیوں کے نام اور تاریخ ولادت اور دوسرے واقعات اخذ کر کے ان کی نشاندہی کی ہے۔ خواجہ احمد فاروقی پر عبدالودود کا اعتراض یہ بھی ہے کہ انھوں نے بعض ایسی کتابوں کا حوالہ دیا ہے جو ان کی نظر سے نہیں گزری تھیں اس لیے خواجہ احمد فاروقی نے وہ باتیں بھی لکھ دی ہیں جو ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ عبدالحق کے بیانات میں بھی عبدالودود کو اصلاح کی گنجائش نظر آتی ہے۔ 'ذکر میر' پر عبدالودود کا اعتراض یہ ہے کہ عبدالحق نے اپنے بیانات کو تاریخی صداقت کی روشنی میں نہیں جانچا ہے جس کی وجہ سے وہ غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ''اشتر و سوزن'' کا زیادہ اہم حصہ ''تذکرہ سرور'' پر تبصرہ ہے۔ قاضی عبدالودود نے اردو کے ادیبوں میں ذوقِ تحقیق کو پروان چڑھانے میں اہم حصہ لیا اور محققین نے ان سے حزم اور احتیاط کا درس لیا ہے۔ انھوں نے تحقیق میں حزم و احتیاط، استدلال اور استناد کی اہمیت واضح کی ہے۔

میر حسن کا تذکرۂ شعرائے اردو ۱۹۲۲ء میں انجمن ترقی اردو ہند سے شائع ہو چکا تھا۔ عبدالودود نے اس کا متن تیار کیا تھا لیکن اسے مکمل نہیں کر سکے تھے۔ ''تذکرہ مسرت افزا'' کا ذکر گارساں دتاسی نے کیا تھا۔ عبدالودود خطی متن کی تصحیح قرأت کے دشوار گزار مرحلے سے گزرے لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ اور تحشیہ نہیں لکھا۔ قاضی عبدالودود ایک بلند پایہ محقق ضرور تھے لیکن مفصل کام کو سمیٹنے سے اکثر گریز کرتے تھے۔ اس سلسلے میں عبدالودود کا نام اس لیے بھی لیا جاتا ہے کہ انھوں نے اس تذکرے کو منظر عام پر لا کر ایک اہم ادبی خدمت انجام دی ہے۔

''خلاصہ تذکرۃ الاکابر'' میں صرف دس شاعروں کا احوال درج کیا گیا ہے۔ اس میں تحشیہ تشنہ معلوم ہوتا ہے۔ ''دیوانِ جوشش'' کا مقدمہ خاصا طویل ہے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں حالات زندگی پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے اور دوسری تفصیلات بھی درج کی گئی ہیں۔ جوشش کے بارے میں قاضی عبدالودود نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ان کا ایک دیوان اور نثر میں ''رسالہ قافیہ'' ہی ان کی ادبی یادگاریں ہیں۔ مقدمے کے آخری عنوان کے تحت جوشش کی شاعری پر نظر ڈالی گئی ہے۔ عبدالودود نے داخلی شہادت یعنی اشعار کی مدد سے شاعر کے عقائد کے بارے میں رائے قائم کی ہے۔ رضا عظیم آبادی پر انھوں نے ''معاصر'' پٹنہ میں اکتوبر ۱۹۴۱، مئی ۱۹۴۲ء اور فروری ۱۹۴۳ء میں چار مضامین شائع کیے تھے۔ مقدمے میں حالاتِ زندگی، تصانیف، املا، زبان فارسی، عربی مفردات اور مرکبات، ہندوستانی مرکبات اور تذکیر و تانیث جیسے عنوانات کے تحت اہم تحقیقی مواد فراہم کیا گیا ہے۔ جوشش کی طرح رضا بھی معمولی حیثیت کے شاعر تھے۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے قاضی عبدالودود نے ''قطعات دلدار'' بھی مرتب کر کے شائع کیے ہیں۔ دسمبر ۱۹۴۳ء میں دلدار پر ان کا مضمون شائع ہو چکا تھا جس میں ایک سو سولہ (۱۱۶) نظمیں اور دو سو اٹھائیس (۲۲۸) اشعار دیے گئے ہیں۔ مقدمے میں کلام پر مختصر لیکن جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ عبدالودود نے تفتہ کے ''شہر آشوب'' کو بھی ایڈٹ کیا ہے۔ تفتہ سلطنت اودھ کے خاتمے کے بعد جن پریشانیوں سے دوچار ہوئے تھے ان پر اس مثنوی میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس پر قاضی عبدالودود نے ایک مختصر سا مقدمہ بھی لکھا ہے۔ کلام شاد کی تدوین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ شاہ کمال علی کمال اور مثنوی مہاراجہ کلیان سنگھ کی ترتیب کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ''مثنوی گلزار نسیم'' اور ''مثنویاتِ شوق'' کی تدوین بھی عبدالودود کے علمی و ادبی کارنامے ہیں۔ اس کے علاوہ رجب علی بیگ سرور کے استاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرزانوازش کے دیوان سے بھی انھوں نے دلچسپی لی اور اسے مرتب کر کے متعارف کروایا ہے۔

برج موہن وتاتریہ کیفی ایک لسانی محقق کی حیثیت سے ناقابلِ فراموش ہیں۔ ''کیفیہ'' اور ''منشورات'' سے کیفی کی علمیت اور تحقیق سے لگاؤ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گوپی چند نارنگ نے اپنے عالمانہ مقالے ''کیفی وتاتریہ کی خدمات: لسانی محقق کی حیثیت سے'' میں ''کیفیہ'' اور ''منشورات'' کے تناظر میں کیفی کی لسانی تحقیق کا بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ (آج کل، اردو تحقیق نمبر، ۱۹۶۷ص ۷۷) محمود الٰہی نے بھی تحقیق سے دلچسپی لی۔ ''فسانۂ عجائب'' کو طہر پرویز، رفیق حسین اور سلیمان حسین نے بھی مرتب کیا ہے۔ محمود الٰہی نے ایک نودریافت نسخے کو بنیاد بنایا ہے اور اس کی تدوین بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ کی ہے۔ یہ تدوین کا ایک اچھا نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ''تذکرۂ شورش'' (غلام حسین شورش) کا متن بھی تیار کر کے شائع کرایا ہے۔ ''اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ'' میں بھی تحقیقی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ محمود الٰہی نے میر کے تذکرے ''نکات الشعرا'' کو بھی مدون کر کے شائع کیا ہے۔ انھوں نے مولوی کریم الدین کے ناول ''خطِ تقدیر'' کو اردو کا پہلا ناول قرار دیا ہے اور اسے شائع کر کے اردو داں طبقے سے روشناس کروایا ہے۔ مختار الدین احمد کی تحقیقی مساعی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے ۱۹۶۵ء میں مالک رام کے اشتراک سے ''کربل کتھا'' مرتب کر کے شائع کی۔ یہ کتاب تاریخ ادب اردو میں ایک انکشاف کی حیثیت رکھتی ہے۔ ''احوال غالبؔ'' ۱۹۵۲ء غالبیات میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ اس میں انھوں نے غالبؔ کے متعلق مفید معلومات اکٹھا کر دی ہیں۔ مختار الدین احمد نے اکبرالہ آبادی کے خطوط (۱۹۵۱) بھی مرتب کیے ہیں۔ اس کے علاوہ حاکم کے فارسی دیوان کا انتخاب بھی ۱۹۶۱ء میں شائع کیا ہے۔ مختار الدین احمد کی دو وضاحتی فہرستیں بہت اہم اور تحقیق کے نقطۂ نظر سے مفید تصور کی جاتی ہیں۔ ''فہرست مخطوطات ونوادر در کتب خانۂ مسلم یونیورسٹی'' اور ''فہرستِ مخطوطات احسن کلیکشن'' (۱۹۵۳) محققین کی رہبری اور رہنمائی کرتی ہیں۔ ''تذکرہ شعرائے فرخ آباد'' مفتی سید محمد ولی اللہ فرخ آبادی کی فارسی تاریخ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا مقالہ ہے۔اس تذکرے میں فارسی اور اردو کے پچانوے (۹۵) شعرا کو شامل کیا گیا ہے۔ شیخ محمد ریاض الدین امجد نے ۱۸۶۰ء میں دہلی کا سفر کیا تھا ان کا سفرنامہ چونسٹھ (۶۴) صفحات پر مشتمل ہے۔مختار الدین احمد نے اس سفرنامے کو رسالہ ''صبح'' دہلی ۱۹۶۲ء میں شائع کیا تھا۔تذکرۂ حیدری بھی ان ہی کی دریافت ہے اور اسی طرح تذکرۂ آزردہ بھی۔مقدمے میں آزردہ کے حالات قلم بند کیے ہیں اور نمونۂ کلام دیا ہے۔غلام یحییٰ عظیم آبادی کا ''دیوانِ حضور'' بھی مرتب کیا۔اس کی اشاعت ۱۹۷۷ء میں عمل میں آئی۔اس کے علاوہ ''تذکرہ خیراتی لال بے جگر'' اور ''روزنامچہ حسرت موہانی'' مالک رام کے اشتراک سے مرتب کیے ہیں۔سلیمان شکوہ اور رقت کے دیوان بھی ان کی تحقیقی کاوشیں ہیں۔انھوں نے اہم تحقیقی مضامین بھی لکھے ہیں۔وہاب اشرفی کو تنقید سے زیادہ دلچسپی ہے لیکن انھوں نے تحقیقی موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔''قطب مشتری''، ''مثنوی اور مثنویات''، ''بہار میں اردو افسانہ نگاری میں تحقیقی پہلو'' نمایاں ہے۔وہاب اشرفی نے ''کاشف الحقائق'' کو بھی مرتب کیا ہے۔عبدالستار دلوی کو بنیادی طور پر لسانیات سے دلچسپی ہے۔انھوں نے تحقیق کی طرف بھی توجہ کی ہے۔سیدہ جعفر کے ''من سمجھاون'' (شاعر شاہ تراب چشتی) مرتب کر کے شائع کرنے کے بعد انھوں نے اس موضوع پر ایک کتاب سپرد قلم کی ہے۔عبدالستار دلوی نے ۱۹۷۴ء میں ''رانی کی کہانی'' مرتب کر کے شائع کی ہے۔اس کے علاوہ ان کے تحقیقی مضامین جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔جعفر رضا کی تصانیف ''پریم چند کہانی کا رہنما'' اور ''دبستانِ عشق کی مرثیہ نگاری'' میں تنقید کی بنیادیں تحقیقی حقائق پر قائم کی گئی ہیں۔نورالحسن ہاشمی نے ۱۹۴۵ء میں کلیات ولی مرتب کر کے اپنی تحقیقی صلاحیتوں کا ثبوت دیا تھا۔نورالحسن سے پہلے احسن مارہروی نے ''کلیات ولی'' مرتب کیا تھا لیکن انھوں نے تحقیقی اضافوں کے ساتھ اس کلیات کو مدون کیا۔اس کے علاوہ انھوں نے ''نوطرز مرصع'' ۱۹۵۶ء میں مرتب کر کے شائع کی۔ نورالحسن نے پہلی بار عزیز مرزا کے انگریزی مقالے (مطبوعہ اسلامک ریویو) سے استفادہ کر کے نئی معلومات اکٹھا کی تھیں۔صادق خاں اختر کی مثنوی ''سراپا سوز'' (۱۹۶۱ء)، جعفر علی حسرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوی کی مثنوی ''طوطی نامہ'' (۱۹۶۱ء) اور تذکرۂ مشاہیرِ سندیلہ (۱۹۷۶ء) مرتب کر کے شائع کی ہیں۔ مسعود حسین خان کے اشتراک میں ''بکٹ کہانی'' (۱۹۶۵ء) کو بھی مستند متن اور ضروری معلومات کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا ہے۔ ۱۹۸۸ء میں ''فسانۂ اعجاز'' (فریاد کا کوروی) کی تدوین بھی ان کا ایک علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے۔ مظہر علی سندیلوی کے روزنامچے کا انتخاب، جعفر علی حسرت دہلوی کا کلیات اور ولی کے ایک مقلد ایہام گو شاعر بتلا کا دیوان مرتب کر کے اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اکبر حیدری کاشمیری کو تحقیق سے شغف ہے۔ انھوں نے میر ضمیر (۱۹۷۲ء)، سلامت علی دبیر (۱۹۷۶ء) پر مستند تحقیقی کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیوانِ میر (۱۹۷۲ء)، تذکرۂ شعرائے ہندی از میر حسن (۱۹۷۹ء) اور تذکرۃ الشعرا از مصحفی (۱۹۸۰ء) کو بھی تازہ معلومات اور تحقیقی آداب کے ساتھ متعارف کروایا ہے۔ ''اودھ میں اردو مرثیے کا ارتقا'' (۱۹۸۱) میں بھی تحقیقی پہلو اجاگر ہے۔ ''باقیاتِ انیس'' (۱۹۸۰ء)، مقالاتِ حیدری (۱۹۷۷ء) اور تحقیقی ادارات'' (۱۹۷۴ء) بھی ان کی معیاری نگارشات پر مشتمل ہیں۔ ابو محمد سحر کی تصانیف ''اردو میں قصیدہ نگاری (۱۹۵۸ء) مطالعۂ امیر (۱۹۶۵ء)، ''غالبیات کے چند مباحث'' (۱۹۷۳ء) اردو تحقیق میں خوشگوار اضافہ ہیں۔ انصار اللہ نظر کی ''برہمن کی کہانی'' یعنی مقصود کا بارہ ماسہ (۱۹۷۴ء) اور ''شعرائے اردو کے اوّلین تذکرے'' (۱۹۷۸ء) اور عابد پشاوری کی تصانیف ''انشا کے حریف علیف'' (۱۹۸۰ء) اور ''انشاء اللہ خاں انشا'' (۱۹۸۵ء)، شجاعت علی سندیلوی کی ''تعارف تاریخ اردو'' اور ''تعارفِ مرثیہ''، اسلم پرویز کی ''انشاء اللہ خاں انشا عہد اور فن'' (۱۹۶۲ء)، خلیق انجم کی ''غالب کی نادر تحریریں'' (۱۹۶۱) نثار احمد فاروقی کی ''تذکرۂ نکات الشعرا''، ''کلیاتِ مصحفی'' (دو حصے) ''میر تقی میر'' اور ''تلاشِ غالب''، فضل الحق کا ''دیوان شاکر ناجی''، اور میر حسن حیات اور دبی خدمات'' صدیق الرحمن قدوائی کا ''فسانۂ بتلا'' (۱۹۷۰ء)، فضل حق قریشی کا ''دیوانِ اثر''، نثار شمیم کی ''ظہیر دہلوی حیات اور فن''، ملک زادہ منظور احمد کی ''ابوالکلام آزاد، فکر و فن'' اردو میں بھی تحقیقی تصانیف ہیں۔ یہ کتابیں تحقیق و تنقید کا اچھا امتزاج ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشید حسن نے مرتب متن اور اردو کے ایک معتبر محقق کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کی ہے۔ ان کی تصنیف ''ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ'' ۱۹۷۸ء میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی ہے۔ اس میں انھوں نے تحقیق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور مسلمہ تحقیقی اصولوں کی وضاحت بھی کی ہے۔ رشید حسن خان تحقیق میں مستند حوالوں، ماخذوں اور مناسب دلائل اور صحیح نتائج تک رسائی حاصل کرنے کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انھیں تدوینِ متن پر عبور حاصل ہے اور یہ ان کی دلچسپی کا خاص موضوع ہے۔ رشید حسن خان تحقیقی اصولوں اور ضوابط کی خود سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں اور دوسروں کی تحقیقی کاوشوں کو بھی اسی معیار پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ وہ تحقیق میں کسی طرح کی بے اصولی، بے اعتدالی اور قیاس آرائی کو گوارہ نہیں کر سکتے۔ رشید حسن خاں تسامحات کی گرفت اس لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ ادب میں ان سے غلط فہمیاں راہ پاتی ہیں اور غلط بیانات گمراہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ رشید حسن خان نے علی گڑھ تاریخ ادب اردو کے سنین کی غلطیاں، بیانات کے تضاد اور تسامحات کی نشان دہی کی ہے۔ انھوں نے جمیل جالبی کی ''تاریخ ادب اردو'' کا بھی دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور اس کی کوتاہیاں واضح کی ہیں۔ رشید حسن خان کا شمار اردو کے سخت گیر محققین میں ہوتا ہے اور وہ تحقیق کے سلسلے میں تساہل اور اپروائی کو نظر انداز کرنے کے قائل نہیں۔ رشید حسن نے مرزا شوق کی مثنویوں کو بھی مرتب کیا ہے۔ رشید حسن خان سے محققین کو عام طور پر یہ شکایت ہے کہ ان کے احتسابی رویے میں نرمی اور ہمدردی نہیں۔ رشید حسن خان تدوین کے تمام مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''فسانۂ عجائب''، ''باغ و بہار'' اور ''مثنوی گلزارِ نسیم'' کے علاوہ رشید حسن خاں نے ۱۹۹۸ء میں انجمن ترقی اردو ہند سے ''مثنویاتِ شوق'' بھی شائع کی ہے۔ اس میں تین مثنویاں ''فریبِ عشق''، ''بہارِ عشق'' اور ''زہرِ عشق'' کے متن شامل ہیں اور ان پر خاصا طویل مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ رشید حسن خان نے اپنے مرتب کردہ متن میں الحاقات کو رد کیا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شوق نے مندرجہ بالا صرف تین مثنویاں ہی لکھی تھیں۔ عطاء اللہ پالوی اور مجنوں گورکھپوری کے بعض بیانات کو انھوں نے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور گیان چند جین کے تحقیقی نتائج سے کسی حد تک متفق نظر آتے ہیں۔ رشید حسن خان نے سید محمد حیدر کے تحقیقی مقالے ''حیاتِ شوق'' (۱۹۹۱ء) پر نہایت سخت تنقید کی۔ یہ تحقیق میں ان کا خاص سلوب اور ادبی مزاج ہے۔ گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر۔ رشید حسن خان کو بھی قاضی عبدالودود کی طرح مخففات کے استعمال کا بڑا شوق ہے۔ رشید حسن خان کے تحقیقی مقدموں پر یہ تنقید کی جاسکتی ہے کہ وہ ضروری معلومات جو متن میں پیش ہونی چاہییں انھیں وہ فٹ نوٹ میں جگہ دیتے ہیں اور یہ اصولِ تحقیق کے خلاف ہے۔ گیان چند جین کا خیال ہے کہ انھوں نے اشک کی لغت کا نام ''نفس اللغہ'' تحریر کیا ہے حالانکہ اس کا تاریخی نام ''نفس اللغتہ'' ہے جس سے تاریخ تصنیف برآمد ہوتی ہے۔ (خدائے تدوین کا چوتھا صحیفہ (مضمون) مشمولہ کتاب نمبر ستمبر ۹۸۔ صفحہ ۱۳۴)۔ رشید حسن خان نے ۱۹۵۵ء میں انجمن ترقی اردو ہند سے ''گلزارِ نسیم'' اپنے مفید محققانہ مقدمے کے ساتھ شائع کی ہے۔ گل بکاؤلی کا قصہ دراصل ہند ایرانی داستانی خصوصیات کا حامل ہے اور اس میں ہندوی اور ایرانی تہذیب کی روایتیں شیر وشکر ہوگئی ہیں۔ جان گل کرسٹ نے پہلی بار گل بکاؤلی کے قصے کی طرف توجہ کی تھی اور ان کی فرمائش پر نہال چند لاہوری نے فارسی قصے کا اردو نثر میں ترجمہ کر کے ۱۸۰۲ء میں پیش کیا تھا۔ اس قصے کو ۱۸۴۴ء میں دیا شنکر نسیم نے مثنوی کی صورت میں ڈھالا۔ چکبست نے اس کا ایک خوبصورت ایڈیشن شائع کیا تو شرر لکھنوی نے اپنے رسالے ''دل گداز'' میں اس پر متعدد اعتراضات کیے تھے۔ رشید حسن خان نے بڑی دقت نظر اور محنت سے اس کا متن تیار کیا ہے۔ قصے کا محل وقوع، اجزا تمثیلی انداز اور قصے کی قدیم ترین تحریری روایت کے زیر عنوان گل بکاؤلی کے قصے کے بارے میں مفید اور صحیح معلومات فراہم کی ہیں۔ نسیم کے حالاتِ زندگی، ان کی تصانیف اور گلزارِ نسیم کی پہلی اشاعت پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ نسخۂ مطبع مسیحائی، مطبع مصطفائی اور نسخۂ چکبست اور نسخۂ شیرازی کا موازنہ و مقابلہ بھی کیا ہے۔ اصغر گونڈوی کی مرتب کردہ ''یادگارِ نسیم'' (گلزارِ نسیم) کا محققانہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ''مذہب عشق'' میں بھی گل بکاؤلی کا قصہ پیش کیا گیا ہے اس سے رشید حسن خان نے مفصل بحث کی ہے۔ معروف، مجہول اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنہ آوازوں کے لیے رشید حسن خان نے جو علامتیں استعمال کی ہیں آخر میں ان کی وضاحت کر دی ہے۔ رشید حسن خاں کے سخت تحقیقی رویے کے بارے میں گیان چند جین رقم طراز ہیں کہ ''بعض مجبوریوں کی بنا پر دانش گاہوں میں انھیں مقام نہیں مل سکا (غالبؔ اُن کے پاس فقط میٹرک کی سند ہے) اس لیے وہ دانش گاہوں کے اساتذہ سے بدظن ہو گئے ہیں اور ان کی اغلاط کی نشان دہی کو اپنا شیوۂ خاص بنالیا ہے اور وہ ایک ''طیش زدہ'' محقق (Angry Researcher) بن کے رہ گئے ہیں۔'' (مضمون ۱۹۷۸ء کی تصانیف مشمولہ ذکر و فکر، صفحہ ۴۵۸)۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس منفی انداز سے اردو تحقیق کو فائدہ پہنچا اور محققین حزم و احتیاط کی اہمیت سے واقف ہو گئے۔ ''ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ'' ان کی ایک اہم تصنیف ہے۔ پہلے حصے میں نظریاتی بحثیں ہیں اور یہ حصہ پانچ مضامین پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ عملی تحقیق کے طریقے اور اس کے اصولوں سے متعلق ہے۔

گیان چند جین اردو کے ایک معتبر اور باوقار محقق ہیں۔ ان کے تحقیقی محاکمات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ گیان چند جین متعدد اہم تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ''اردو کی نثری داستانیں'' (طبع اول ۱۹۵۴ء) اضافہ شدہ طبع ثانی (۱۹۶۹ء)، ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' (۱۹۶۹ء)، ''تفسیرِ غالبؔ'' (۱۹۷۲ء) اور تحقیقی مضامین کے مجموعوں میں ''تحریریں'' (۱۹۶۴ء)، ''تجزیے'' (۱۹۷۳ء)، رموزِ غالبؔ (۱۹۷۶ء)، ''حقائق'' (۱۹۷۸ء) اور ''ذکر و فکر'' ان کی ادبی مساعی اور تحقیقی صلاحیتوں کے ترجمان ہیں۔ اس کے علاوہ ''کھوج'' اور ''پرکھ اور پہچان''، ''تحقیق کا فن'' (۱۹۹۰ء) اور ان کی تازہ ترین تصنیف ''قاضی عبدالودود بحیثیت مرتبِ متن'' اردو تحقیق میں اہم اضافے ہیں۔ انھوں نے اپنی ذات کو تحقیقی کاموں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ گیان چند جین اس سمندر کے شناور اور غواص ہیں۔ تسامحات کی نشان دہی، تحقیقی کارناموں کا احتساب، نتائج کا استنباط و دلائل کے استناد، شہادتوں کی جانچ پڑتال اور صحت کے متعلق اظہارِ رائے بڑی سوجھ بوجھ، باریک بینی اور ادبی خلوص کے متقاضی ہیں۔ گیان چند جین اردو کے چھٹے پی ایچ ڈی ہیں۔ آج ہمارے کتب خانوں میں وضاحتی فہرستوں، رسائل اور حوالے کی کتب اور مختلف موضوعات پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھی ہوئی متعدد تصانیف مل جاتی ہیں لیکن اس زمانے میں یہ سہولتیں موجود نہیں تھیں اس لیے گیان چند جین کو بڑی محنت اور تلاش و جستجو سے کام لینا پڑا۔ گیان چند جین نے اردو کی داستانوں پر پہلی بار محققانہ نظر ڈالی۔ ان کے ماخذوں سے بحث کی اور ان داستانوں کے مصنفین سے متعلق مستند معلومات فراہم کیں۔ یہ ان کا بڑا تحقیقی کارنامہ ہے۔ ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' مثنوی کے اس تسلسل کی نشاندہی کرتی ہے جس کا آغاز دکن میں ہوا تھا۔ انھوں نے ان مثنویوں میں نظم کیے ہوئے قصوں کے ماخذوں پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ گیان چند جین کی یہ تصنیف مثنوی پر ایک دستاویزی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا شمار حوالے کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ ''تفسیر غالب'' غالبیات سے ان کی دلچسپی کی مظہر ہے اور غالبیات میں قیمتی اضافہ ہے۔ ''تحقیق کا فن'' اپنے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے۔ اصولِ تحقیق پر مختلف عنوانات قائم کر کے ہر ایک سے مفصل بحث کی ہے۔ اس کتاب میں نہایت سائنٹیفک طریقے پر تحقیقی اصولوں اور ان کے عملی پہلو کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ''ذکر و فکر'' میں تیسرا عنوان ''تحقیق'' قائم کیا ہے۔ اس میں اصول تحقیق سے متعلق نگارشات کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ گیان چند جین کے مضامین کے دوسرے مجموعوں میں بھی مفید تحقیقی مضامین شامل ہیں۔ گیان چند جین کا خیال ہے کہ تحقیق کے لیے طبعی مناسبت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کلیم الدین احمد کی مثال دی ہے جنھوں نے شورش اور عشقی کے تذکروں کو خلط ملط کر کے شائع کیا ہے۔ گیان چند جین تحقیق میں حزم و احتیاط کو ضروری تصور کرتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب ''تحقیق کا فن'' میں بائیس (۲۲) مختلف عنوانات کے تحت جہاں مواد کی فراہمی، مواد کی پرکھ اور تسوید وغیرہ سے مفصل بحث کی ہے وہیں حزم و احتیاط پر بھی زور دیا ہے۔ یہ کتاب محققین کی رہبری اور رہنمائی کے لیے ایک دستاویزی تصنیف ہے۔ اپنے ایک مضمون ''اخلاقیاتِ تحقیق'' میں گیان چند جین نے محقق پر جو اخلاقی ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ گیان چند جین ایک معیار پرست محقق ہیں۔ ان کی تصانیف اردو تحقیق کا گراں قدر اور وقیع سرمایہ ہیں۔ گیان چند جین کی کتاب ''تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بہ اشتراک سیدہ جعفر) ان کا ایک علمی کارنامہ ہے۔ انھوں نے اردو زبان کا آغاز و ارتقا کے زیرِ عنوان اپنے لسانی نظریے کا یہاں اعادہ کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد اول میں ''شمالی ہند میں اردو شاعری ۱۶۰۰ تک'' کے تحت مسعود سعد سلمان، فرید الدین گنج شکر، امیر خسرو، امیر حسن سنجری اور یحییٰ منیری جیسے قدیم شعرا کا جن کی تعداد اکتالیس (۴۱) ہے انھوں نے نہایت عالمانہ اور محققانہ انداز میں جائزہ لیا ہے اور مستند حوالوں سے اپنے بیانات کو تقویت پہنچائی ہے۔ جلد دوم میں پانچواں باب ''گجرات میں اردو شاعری ۱۶۰۰ تک'' اور چھٹا باب ''اردو نثر ۱۶۰۰ تک'' ہے۔ یہ دونوں ابواب گیان چند جین کے وسیع مطالعے اور تحقیقی ذوق کے ترجمان ہیں اور ان کے مطالعے سے گیان چند جین کی علمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پانچویں جلد میں گیارھواں باب ''شمالی ہند میں اردو شاعری سترھویں صدی میں'' اور بارھواں باب ''قدیم اردو کی اہم ادبی اصناف و موضوعات'' گیان چند جین نے نہایت دقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ قلم بند کیے ہیں۔ آخر میں ''قدیم اردو میں ہندی اور فارسی کی آویزش'' کے زیرِ عنوان بڑی محنت سے ان محرکات پر روشنی ڈالی ہے جن سے اردو نے اپنا رنگ و آہنگ پایا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فارسی روایات کی پذیرائی نے اردو کی شیرینی اور اس کے حسن میں اضافہ کیا ہے۔ ''تاریخ ادبِ اردو ۱۷۰۰ تک'' ۱۹۹۸ء کی تصنیف ہے جسے نیشنل کونسل برائے فروغ اردو زبان و ادب نئی دہلی نے شائع کیا ہے۔

تنویر احمد علوی کی کتاب ''اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن'' تحقیق کے طریقہ کار کے سلسلے میں ایک اہم تصنیف ہے۔ اس میں انھوں نے ترتیبِ متن کے سلسلے میں جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ان پر روشنی ڈالی ہے۔ ''انتخابِ قصائد اردو'' (۱۹۶۰ء) اور اردو مثنویوں کے انتخاب سے قطع نظر ان کی دوسری تصانیف تحقیق سے کسی نہ کسی پہلو سے تعلق رکھتی ہیں۔ تنویر احمد علوی کی کتاب ''ذوق سوانح اور انتقاد'' کا پہلا حصہ جو حیاتِ ذوق سے متعلق ہے تحقیقی نقطۂ نظر سے ادب میں ایک اہم اضافہ ہے۔ اسی طرح انھوں نے کلیاتِ ظفر (چار جلدیں) (۱۹۶۳) بھی مرتب کیا۔ یہ تحقیقی نقطۂ نظر سے ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔ کلام ظفر انھوں نے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد فراہم کیے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانہ آصفیہ، رضا لائبریری کے نسخے، سالار جنگ کے کتب خانے میں مخزونہ نسخے اور بعض دوسرے نسخوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے ایک مستند اور قابلِ قبول متن پیش کیا ہے۔ شیفتہ کی عمر کے تعین کے سلسلے میں انھوں نے ''گلشنِ بے خار''، ''طبقات الشعرا''، ''مجموعۂ نغز'' اور ''آبِ حیات'' سے استفادہ کیا ہے اور شاہ نصیر کے ملک الشعرا مقرر ہونے کے سلسلے میں خیراتی لال بے جگر کے بیان سے شاہ نصیر کے سفرِ دکن کے سلسلے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے اور سعادت مرزا کے بیان کی تردید کی ہے کہ شاہ نصیر الدین نے ۱۲۱۱ھ میں سفرِ دکن اختیار کیا تھا۔ تنویر احمد علوی نے ''آبِ حیات''، ''گلشنِ بے خار''، ''تذکرۂ بے زباں''، ''دستور الفصاحت''، مصحفی کے ''ریاض الفصحا'' اور کریم الدین کے ''طبقات الشعرا''، قادر بخش کے ''گلستانِ سخن'' اور میر تقی میر کے ''نکات الشعرا'' کے بیانات کی روشنی میں شاہ کمال کے حالات محققانہ ذمے داری کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ ''ذوق سوانح اور انتقاد'' میں بھی دقتِ نظر سے کام لیا ہے اور لال قلعے کی تہذیبی زندگی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ذوق کے نام و نسب، ان کے خطابات اور دیگر تفصیلات کو محققانہ استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ بارہ ماسہ کی روایت پر پہلی بار تنویر احمد علوی نے مفصل کام کر کے کتابی صورت میں ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ امام بخش صہبائی کا مرتب کردہ انتخاب تنویر احمد علوی نے دہلی یونیورسٹی سے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ اس انتخاب میں صہبائی نے اپنے عہد کے معروف شعرا کو جگہ دی ہے۔ ''نوبت پنج روزہ'' (راشد الخیری) کا نیا ایڈیشن ان ہی کی ادبی کاوش ہے۔ ''صحائف معرفت، اوراقِ معانی، تاریخ محمدی، مکتوباتِ عالیہ (۱۹۸۴ء) اور ترجمہ ''مجمع البحرین'' سے تنویر احمد علوی کے ذوقِ تحقیق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شبیہ الحسن اردو کے ایک سربرآوردہ اور ممتاز نقاد ہی نہیں ایک اچھے محقق بھی ہیں۔ ناسخ پر ان کے تحقیقی کام سے ان کی محققانہ بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار لکھنؤ سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا نام ''ناسخ۔ تجزیہ و تقدیر'' ہے۔ اس میں شبیہ الحسن نے مستند ماخذوں کی مدد سے ناسخ کے حالاتِ زندگی کی تفصیلات درج کی ہیں اور معتبر حوالوں کی مدد سے ان کے عہد اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاصرین پر روشنی ڈالی ہے۔ ''دیوان حسین علی تاسف'' سے بھی ان کی تحقیقی صلاحیتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خواجہ احمد فاروقی کی کتاب ''میر تقی میر حیات اور شاعری'' ان کی تحقیقی کاوش ہے۔ اس پر بعض محققین نے سخت تنقید کی ہے لیکن مصنف کے ادبی خلوص سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ خواجہ احمد فاروقی نے تذکرہ ''عرفۂ منتخبہ'' بھی شائع کیا۔ جس طرح ''میر تقی میر حیات اور شاعری'' پر قاضی عبدالودود نے کڑی تنقید کی تھی اسی طرح اس تذکرے پر بھی اعتراضات کیے ہیں اور ان کے تسامحات کی نشان دہی کی ہے۔ ''کلاسیکی ادب'' کے بعض مضامین میں تحقیقی جھلک موجود ہے۔ ''مرزا شوق لکھنوی'' میں بھی تحقیق سے ان کے لگاؤ کا اظہار ہوا ہے۔

شبلی کے شاگرد نجیب اشرف ندوی اپنے استاد کی طرح تاریخی شعور سے بہرہ ور تھے اس کا ثبوت ان کی تصنیف ''مقدمۂ رقعاتِ عالمگیر'' سے ملتا ہے۔ انہوں نے 'معارف' میں متعدد کتابوں پر تبصرے بھی کیے ہیں جن میں محمود شیرانی کی ''پنجاب میں اردو''، نیاز فتح پوری کی ''تاریخ المدلتین''، ''تاریخ دانش'' اور ''تاریخ نثر اردو'' بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔ ان سے نجیب اشرف کے تحقیقی مزاج کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے یادگار مضامین ''شبلی اور بمبئی'' اور ''بمبئی میں اردو'' ہیں۔ انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے محققین کے لیے ایک مفید کتب خانہ بھی مہیا کیا۔

نجیب اشرف کی کتاب ''گجری'' ایک اچھا لسانی اور تحقیقی کام ہے۔ یہ قدیم اردو کی پہلی مستند لغت ہے۔

بیسویں صدی کی اردو تحقیق میں جو گراں قدر کام وسیع پیمانے اور مختلف موضوعات پر ہوا ہے اس کا احاطہ کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب درکار ہے۔

☆☆☆☆

(مشمولہ ''بیسویں صدی میں اردو ادب''، مرتبہ: گوپی چند نارنگ، ساہتیہ اکادمی، دہلی، ۲۰۰۲ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر خلیق انجم

ہندوستان میں اردو تحقیق اور تدوین کا کام

(۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۸ء)

اگر چہ اردو میں ادبی تحقیق کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوا لیکن ادبی تحقیق کے ابتدائی نقوش اردو شاعروں کے ان تذکروں میں نظر آتے ہیں جو فارسی میں لکھے گئے میر تقی میر کے ''نکات الشعرا'' سے لے کر بھوپال کے سید علی حسن خان کے ''بزم سخن'' تک ۶۵، ۶۶ تذکرے اب تک دستیاب ہو چکے ہیں۔ اپنی تمام خرابیوں کے باوجود یہ تذکرے تاریخ ادب اردو کا اہم ترین ماخذ ہیں۔

اردو تحقیق کی تاریخ لکھتے ہوئے سر سید احمد خاں کے نام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر چہ انھوں نے اردو میں تحقیق کی اور نہ کسی اردو متن کا تنقیدی ایڈیشن تیار کیا لیکن ان کی ''آثار الصنادید'' تاریخی تحقیق اور ان کا مرتبہ ''آئین اکبری'' ضیاء الدین برنی کی ''تاریخ فیروز شاہی'' اور ''تزک جہانگیری'' تدوین متن کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اس کا پورا امکان ہے کہ اس عہد کے نوجوان محققین سر سید کے ان کاموں سے متاثر ہوئے ہوں۔ مولانا محمد حسین آزاد، مولانا الطاف حسین حالی اور علامہ شبلی اگر چہ اردو کے ادیب تھے لیکن ان تینوں نے فارسی میں بھی تحقیق کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا آزاد کی "سخندانِ فارس" مولانا حالی کی "حیاتِ سعدی" اور علامہ شبلی کی "شعرالعجم" اگرچہ فارسی سے متعلق ہیں لیکن چونکہ یہ کتابیں اردو زبان میں لکھی گئی تھیں اس لیے یہ تینوں کتابیں اردو میں جدید تحقیق کے ابتدائی نمونے قرار پاتے ہیں۔ ان تحقیقی کارناموں میں حقائق کی بہت سی غلطیاں ہیں لیکن ان موضوعات پر آج تک ان سے بہتر کتابیں بھی نہیں لکھی گئیں۔ علامہ شبلی نے اگرچہ "موازنۂ انیس و دبیر" جیسی معرکتہ الآرا تنقیدی کتاب لکھی لیکن اردو تحقیق میں ان کا کوئی کارنامہ نہیں ہے۔ ہاں مولانا آزاد کی "آبِ حیات" اور مولانا حالی کی "یادگارِ غالب" اردو تحقیق کے ابتدائی نمونے ہیں۔ آبِ حیات اگرچہ بنیادی طور پر شاعروں کا تذکرہ ہے لیکن اردو میں ادبی تاریخ و تحقیق کا پہلا نمونہ بھی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ "آبِ حیات" میں بے شمار تحقیقی غلطیاں ہیں، کچھ غلطیاں تو اس لیے ہوئیں کہ مولانا آزاد سے سہو ہوا اور کچھ واقعات دانستہ طور پر غلط پیش کیے گئے۔ حافظ محمود شیرانی اور قاضی عبدالودود کی تحقیقی تنقیدوں کے باوجود "آبِ حیات" آج بھی اردو کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ "یادگارِ غالب" میں "آبِ حیات" کے مقابلے میں تحقیقی غلطیاں بہت کم ہیں۔ اس کی شہرت اور مقبولیت کا بھی وہی عالم ہے جو "آبِ حیات" کا ہے۔ غالبیات میں آج بھی "یادگارِ غالب" کو اہم مقام حاصل ہے۔

اردو کے پہلے باقاعدہ محقق ہونے کا شرف حافظ محمود شیرانی کو حاصل ہے۔ آپ اعلیٰ ترین محقق کے لیے کوئی بھی مغربی یا مشرقی معیار قائم کریں حافظ محمود شیرانی اس پر پورے اتریں گے۔ ادبی تحقیق کی حافظ صاحب میں جو صلاحیتیں تھیں اور جو علم انھوں نے حاصل کیا تھا وہ ان سے پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ ان کے بعد۔ وہ اردو کے واحد محقق ہیں جنھیں عتیقیات پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ مرحوم سکہ شناسی، مہر شناسی، کتب شناسی، تصویر شناسی، قدیم کاغذ، روشنائی، صفحات کی آرائش، نقش و نگار اور علم خط کے زبردست ماہر تھے۔ شیرانی صاحب نے لندن کی ایک کمپنی میں نوادرات اور عتیقیات کے ماہر کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ مختلف علوم پر مہارت کا انھوں نے ادبی تحقیق میں پورا فائدہ اٹھایا۔ علامہ شبلی کی "شعرالعجم" پر شیرانی صاحب کی تنقید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارسی ادب پر خاصی تعداد میں ان کے مضامین فارسی ادب کی تاریخ لکھنے والوں کے لیے اہم ترین مواد فراہم کرتے ہیں۔ ''خالق باری'' اور پرتھوی راج راسا پر ان کے مضامین ادبی تحقیق کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔

بیسویں صدی کے نصف اول میں اردو تحقیق اور تدوین کی طرف زیادہ توجہ کی گئی۔ حکیم شمس اللہ قادری، نصیرالدین ہاشمی، ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور پروفیسر عبدالقادر سروری وغیرہ نے دکنیات میں نمایاں کام کیا۔ شمالی ہند کے اردو ادب پر احسن مارہروی، محمد یحییٰ تنہا، رام بابو سکسینہ، پروفیسر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، قاضی عبدالودود، مولانا غلام رسول مہر، شیخ محمد اکرام، مالک رام، شیخ چاند، مسعود حسن رضوی ادیب، ڈاکٹر ظہیرالدین مدنی اور افتخار عالم مارہروی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اس دور کا سب سے اہم نام مولوی عبدالحق کا ہے۔ انھوں نے خود بھی تحقیق کی اور دوسروں کو بھی راستہ دکھایا۔ وہ پہلے محقق ہیں جنھوں نے دکنی ادب پر توجہ کی۔ انھوں نے خواجہ بندہ نواز گیسودراز سے منسوب رسالہ ''معراج العاشقین'' ملا وجہی کی ''سب رس''، انشا کی ''رانی کیتکی'' وجہی کی ''قطب مشتری'' اور ملا نصرتی کی مثنوی ''گلشنِ عشق'' مرتب کر کے شائع کیں۔

اردو ادب کی تاریخ اٹھارھویں صدی سے شروع ہوتی تھی۔ دکنی ادب پر کام کر کے ڈاکٹر عبدالحق نے اس تاریخ میں کئی صدیوں کا اضافہ کر دیا۔ اگر ڈاکٹر صاحب اردو شاعروں کے تذکرے نکات الشعرا، تذکرہ ریختہ گویاں، مخزنِ نکات، چمنستانِ شعرا، گلِ عجائب، عقدِ ثریا، تذکرہ ہندی، ریاض الفصحا اور مخزنِ شعرا مرتب کر کے شائع نہ کرتے تو اردو تاریخ اہم ترین ماخذ سے محروم رہتی۔

ہندوستان آزاد ہوا اور ملک تقسیم ہوا تو مولانا غلام رسول مہر، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر سید عبداللہ اور خلیفہ عبدالحکیم وغیرہ پاکستان میں رہ گئے۔ ڈاکٹر عبدالحق، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور بعد میں علامہ نیاز فتح پوری ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک کی آزادی اور تقسیم نے اہل اردو کو بہت متاثر کیا تھا اس لیے آٹھ دس سال تک کوئی قابل ذکر تحقیقی کارنامہ وجود میں نہیں آیا۔ اس مختصر سے زمانے کے بعد اردو تحقیق و تدوین میں وہ کام شروع ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ بات پوری ذمے داری کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ہندوستان میں پچھلے پینتیس برسوں میں ادبی تحقیق میں جتنا کام ہوا ہے اردو کی پوری تاریخ میں نہیں ہوا۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ دور قاضی عبدالودود کا ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ قاضی صاحب نے آزادی سے قبل لکھنا شروع کر دیا تھا۔ انجمن ترقی اردو ہند نے ان کا مرتبہ دیوانِ جوشش بھی چھاپا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آزادی سے قبل انھوں نے اردو ادب میں کوئی نمایاں حیثیت حاصل نہیں کی ہے۔ قاضی صاحب نے خود بھی بہت کچھ لکھا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا لیکن اردو تحقیق میں ان کا مقام ان کے تبصروں کی وجہ سے ہے۔ قاضی صاحب نے دیوان فائز (مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب)، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کی میر تقی میر، ڈاکٹر اختر اورینوی کی "بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا"، پروفیسر نورالحسن ہاشمی کی "دلی کا دبستان شاعری" اور ڈاکٹر ممتاز احمد کی مرتبہ "مثنویات راسخ" پر تبصرے لکھے۔ ان کے علاوہ انھوں نے "غالب بحیثیت محقق"، "آزاد بحیثیت محقق" اور "عبدالحق بحیثیت محقق" جیسے مضامین سے تحقیق کا معیار قائم کیا۔ حافظ محمود شیرانی کے بعد قاضی عبدالودود سب سے بڑے محقق تھے۔ انھوں نے تحقیقی کاموں پر عملی تنقید کر کے تحقیق کا معیار قائم کیا اور بتایا کہ حقائق کی چھان بین اور واقعات کے بیان میں کس احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ قاضی صاحب کے ان تبصروں نے بہت سے محققین کو محتاط کر دیا لیکن ایسے محققین حضرات کی بھی کمی نہیں جو کسی کے کام پر اپنا کام لکھنے کے قائل نہیں۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں بہت سی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اور نئی اور پرانی یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے قائم ہوئے۔ اس وقت اکثر یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے موجود ہیں جن میں ایم۔ اے اور پی ایچ۔ ڈی تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو کی تاریخ میں پہلی بار پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے دلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں "مخطوطہ شناسی" کا ایک سالہ کورس شروع کیا۔ اب تک تحقیق و تدوین کے مسائل پر ڈاکٹر نذیر احمد اور قاضی عبدالودود نے چند مضامین لکھے تھے لیکن اس موضوع پر کوئی باقاعدہ کتاب نہیں تھی۔ اس کی اس ضروریات کے پیش نظر خلیق انجم نے تدوین متن کے مسائل پر "متنی تنقید" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ بعد میں اس موضوع پر عبدالرزاق قریشی نے "مبادیات تحقیق" اور ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی "اصول تحقیق و ترتیب متن" شائع ہوئیں۔ پروفیسر گیان چند، مالک رام اور رشید حسن خاں وغیرہ نے تدوین متن کے موضوع پر کچھ مقالے لکھے۔ اس موضوع پر مختلف مصنفوں کے مقالوں کو ترتیب دے کر شعبۂ اردو لکھنؤ نے "رہبر تحقیق"، بمبئی یونیورسٹی کے ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے ۱۹۸۴ء میں ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سید محمد ہاشم نے ۱۹۷۸ء میں "تحقیق و تدوین" شائع کیں۔ ماہنامہ "آج کل" نے اگست ۱۹۶۷ء میں تحقیق پر شائع کیا۔

تحقیقی کام کی ضروریات کے پیش نظر فہرست سازی کا بھی خاصا کام ہوا ہے۔ ڈاکٹر ماری محی الدین زور نے حیدرآباد کے ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ مخطوطات کی وضاحتی فہرست مرتب کرنے کا کام شروع کیا تھا۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی، دوسری جلد ۱۹۵۱ء، تیسری جلد ۱۹۵۷ء، چوتھی ۱۹۵۸ء اور پانچویں ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔ چھٹی جلد محمد ابوالدین صدیقی اور ڈاکٹر محمد علی اثر نے مرتب کی۔ نصیرالدین ہاشمی نے اورینٹل سینٹرل لائبریری حیدرآباد کے اردو مخطوطات کی وضاحتی فہرست ۱۹۶۱ء میں دو جلدوں میں شائع کی۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے رام پور رضا لائبریری کے مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں تین چار جلدوں میں شائع کیں۔

ڈاکٹر صلاح الدین نے دلی کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ مخطوطات کی وضاحتی فہرست مرتب کی جسے انجمن ترقی اردو (ہند) نے شائع کیا۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کی لائبریری کے مخطوطات کی فہرست "اردو ادب" میں شائع ہو چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست کی ابھی تک دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی جلدیں زیر ترتیب ہیں۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ اور ڈاکٹر مظفر حنفی نے تازہ مطبوعات کی وضاحتی فہرست سازی کا مفید کام شروع کیا ہے۔ اس فہرست کی دو جلدیں ''وضاحتی فہرست'' کے نام سے ترقی اردو بورڈ نئی دلی سے شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد میں ۱۹۷۶ء اور دوسری جلد میں ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء کی مطبوعات شامل ہیں۔ تیسری جلد زیر طبع ہے۔

اس دوران میں کتابیات سازی اور اشاریہ سازی کا بھی کام ہوا ہے۔ غالب پر اس سلسلے میں جو کام ہوا ہے اس کا ذکر آئے گا۔ پروفیسر عبدالقوی دسنوی نے میر انیس، یگانہ چنگیزی، پریم چند اور مرزا دبیر پر کتابیات تیار کیں، جو سہ ماہی 'اردو ادب'' اور ''کتاب نما'' دہلی میں شائع ہوئیں۔ دسنوی صاحب نے مولانا سید سلیمان ندوی پر بھی کتابیات تیار کی ہے جو ان کی کتاب ''یادگار سلیمان'' میں شامل ہے۔

ایم حبیب خان صاحب نے علامہ اقبال پر کتابیات تیار کی جو سہ ماہی اردو ادب میں شائع ہوئی۔

دکنی ادب:

ڈاکٹر عبدالحق نے ۱۹۴۷ء سے قبل دکنی ادب کے جو متن مرتب کر کے شائع کیے تھے، ان کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق کے علاوہ پروفیسر محی الدین قادری زور نے ''کلیاتِ قلی قطب شاہ'' (حیدرآباد) ۱۹۴۰ء اور پروفیسر عبدالقدیر سروری نے ''کلیات سراج اورنگ آبادی'' (حیدرآباد) ۱۹۴۰ء مرتب کر کے شائع کی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر محمد حفیظ سید نے بھی دکنی ادب پر کام کیا تھا۔

آزادی کے بعد دکنیات میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ کتاب نورس چندر بدن و مہیار، رضوان شاہ و روح افزا، معراج العاشقین، دیوان داؤد اورنگ آبادی، جلی نامہ، پنچھی باچھا، کلیات نواحی، دیوان جمال اللہ عشق، دیوان ہاشم، کلمۃ الحقائق، شکار نامہ، کلیات شاہی، من سمجھاون،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیلیٰ مجنوں، سکھ انجن، ابراہیم نامہ، ارشاد نامہ، تاج الحقائق، ارشاد نامہ، داستان نظام علی خان، پھول بن، کلمتہ الاسرار، کلامِ معظم بیجاپوری، مینا ست دنتی، کلیات وسراج، کلیات قلی قطب شاہ اور پرت نامہ وغیرہ مرتب کر کے شائع کیے گئے ہیں۔

دکنی ادب کے متن تو کافی تعداد میں مرتب کر کے شائع کیے گئے ہیں لیکن ادب کی تاریخ یا دکنی ادیبوں اور شاعروں پر کام کم ہوا ہے۔

ڈاکٹر حسینی شاہد نے سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ، حیات اور کارنامے اور شاہ معظم (منظومات اور تنقید) لکھیں۔ ڈاکٹر رشید موسوی کی ''دکن میں مرثیہ داری''، محمد ہاشم علی کی ''میراں جی شمس العشاق''، لئیق صلاح کی ''میر شمس الدین فیض'' ڈاکٹر محمد علی اثر کی ''غواصی شخصیت اور فن'' وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔

اس دوران میں دکنی لغات بھی مرتب کی گئیں۔ پاکستان میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے لغات مرتب کی۔ ہندوستان میں ''دکھنی لغات'' کے نام سے سید ابوتراب خطائی ضامن نے اور پروفیسر مسعود حسین اور غلام عمر خان نے ''دکنی اردو کی لغات'' کے نام سے لغات مرتب کیں۔

ڈاکٹر عبدالحق نے پہلی بار اردو تذکروں کی اہمیت کا احساس دلایا تھا۔ انھوں نے خاصی تعداد میں تذکرے مرتب کر کے شائع کیے۔ آزادی کے بعد ہندوستان میں کم سے کم دو حضرات نے پی ایچ ڈی کے لیے تذکرہ نویسی کو اپنا موضوع بنایا۔ ڈاکٹر محمد شمیم نے سعادت خاں ناصر کے تذکرے خوش معرکۂ زیبا کا تنقیدی ایڈیشن تیار کر کے لکھنؤ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ یہ مقالہ ۱۹۷۶ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ محمد انصار اللہ نظر نے شعرائے اردو کے اولین تذکرے (مع متن) ۱۹۷۸ء میں شائع کی۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے ''رسالہ تذکرہ'' مؤلفہ کارساں دتاسی، مترجم ذکاء اللہ مرتب کر کے دہلی سے ۱۹۶۶ء میں چھاپا۔

تذکرہ ابن طوفان غالباً پہلا تذکرہ ہے جو آزادی کے بعد ۱۹۵۴ء میں ہندوستان میں چھپا۔ اس کے مرتب قاضی عبدالودود ہیں۔ ہندوستان میں قاضی عبدالودود اور پاکستان میں ''نکات''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تذکروں کا تذکرہ نمبر اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری'' نے بہت اہم رول ادا کیا۔ قاضی عبدالودود نے اردو اور فارسی شاعروں کے تذکروں پر تنقیدی یا تعارفی مضامین لکھے ہیں۔ انھوں نے آب حیات اور مولانا محمد حسین آزاد پر معاصر (پٹنہ) اور نوائے ادب (بمبئی) میں تنقیدی مضامین لکھے جنھیں اب خدا بخش لائبریری نے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ قاضی صاحب نے خاتمہ خلاصۃ الافکار (نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۵۱ء اور اکتوبر ۱۹۵۱ء)، آب حیات اور طبقات الشعرا (معاصر، پٹنہ، حصہ ۴)، آب حیات کے دو ماخذ (معاصر، پٹنہ، حصہ اول)، آزاد بحیثیت محقق (تین قسطوں میں نوائے ادب بمبئی اپریل ۱۹۵۶ء، جولائی ۱۹۵۶ء اور اکتوبر ۱۹۵۶ء)، اقتباس سفینۂ خوش گو (نوائے ادب بمبئی، جولائی ۱۹۵۷ء)، تذکرہ صادقہ اور لسان الصدق (ماہنامہ آج کل، دہلی، جون ۱۹۵۹ء)، بیدل اور تذکرۂ خوش گو (معارف، اعظم گڑھ، مئی ۱۹۴۲ اور جولائی ۱۹۴۲ء)، تذکرۃ الابرار (معاصر، پٹنہ، حصہ ۱۸)، روز روشن شعرائے فارسی کو کا ایک تذکرہ (بہار کی خبریں، آزادی نمبر ۱۹۶۱ء)، سفینہ ہندی (نوائے ادب، بمبئی، اکتوبر ۱۹۵۷ء)، عمدۂ منتخبہ یعنی تذکرۂ سرور (اشتر وسوزان)، طبقات الشعرائے ہند (معاصر، پٹنہ، حصہ ۹)، فارسی تذکرے اور ریختہ گو شعرا (نوائے ادب، بمبئی، اپریل ۱۹۵۷ء)، کریم الدین اور گارساں دتاسی (علی گڑھ میگزین ۱۹۵۳ء)، کلمۃ الشعرا پٹنہ (معاصر، پٹنہ، حصہ ۱۴) گلستان سخن (دلی کالج میگزین، ۱۹۳۵ء)، گلشن سخن (معاصر، پٹنہ، حصہ ۲۷)، قاضی صاحب نے بوالحسن کا تذکرہ مسرت افزا پانچ قسطوں میں شائع کیا۔ (معاصر، پٹنہ، حصہ ۵، ۶، ۷، ۸ اور ۱۴)۔ اس موضوع پر یقینا قاضی صاحب کے اور مضامین بھی ہوں گے جن تک اس وقت میری دسترس نہیں ہو سکی۔

قاضی صاحب کے مضامین نے محققین میں تذکروں سے دلچسپی پیدا کر دی۔ عطا الرحمان کاکوی نے بعنوان ''اس ہندی کا تذکرہ'' سفینۂ ہندی'' پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور کا عمدۂ منتخبہ (دہلی ۱۹۶۱ء)، پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے مردان علی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمان مبتلا لکھنوی کا گلشنِ سخن (علی گڑھ ۱۹۶۵ء)، ڈاکٹر مختار الدین احمد نے سید حیدر بخش حیدری کا گلشنِ ہند (دلی، ۱۹۶۷) اور تین تذکرے جن میں لچھمی نرائن شفیق کا ''گل رعنا''، شاہ محمد کمال کا مجمع الانتخاب اور قدرت اللہ شوق کا طبقات الشعرا شامل تھے۔ (دہلی، ۱۹۶۸ء) مرتب کر کے شائع کیا۔

ڈاکٹر مجیب قریشی نے امیر اللہ کے ''تذکرۂ مسرت افزا'' کا اردو ترجمہ (دہلی، ۱۹۶۸ء)، ڈاکٹر نعیم احمد نے احمد حسین سحر کا ''بہار بے خزاں'' (دہلی ۱۹۶۸ء)، پروفیسر محمود الٰہی نے میر تقی میر کا ''نکات الشعرا'' (دہلی ۱۹۷۲ء) مرتب کیا۔

ڈاکٹر انصار اللہ نظر نے مولوی عبدالغفور خاں نساخ کا ''تذکرۂ قطعۂ منتخب'' (کراچی ۱۹۷۴ء) ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری نے مصحفی کا تذکرہ ''شعرائے ہندی'' (لکھنؤ ۱۹۷۶ء)، پروفیسر محمود الٰہی نے سید غلام حسین کا ''تذکرہ شورش'' (لکھنؤ) شائع کیا۔

پروفیسر عطاء الرحمٰن کاکوی نے انیس الاحبا، بزم سخن، طور کلیم، تذکرۂ بے نظیر، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، روز روشن، سخنِ شعرا، تذکرہ شعرائے اردو، شمع انجمن، نگارستان سخن، گنج گلستان، قدر ثریا اور نتائج الافکار اس طرح چھاپے کہ شاعروں کا کلام حذف کر دیا۔ اس طرح تذکرے بہت مختصر ہو گئے اور کم قیمت میں لوگوں کو دستیاب ہو گئے۔

حافظ محمود شیرانی نے قدرت اللہ قاسم کا تذکرہ مجموعۂ نغز مرتب کیا تھا جسے پنجاب یونیورسٹی لاہور نے شائع کیا تھا۔ ۱۹۷۳ء میں ترقی اردو بورڈ نے یہ تذکرہ فوٹو آفسٹ کے ذریعے چھاپ دیا۔ اس طرح ۱۹۸۲ء میں اتر پردیش اردو اکیڈمی نے قطب الدین باطن کا ''گلستان سخن''، مولوی عبدالغفور نساخ کا ''سخن شعرا''، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا ''گلشن بے خار''، مولوی کریم الدین کا ''طبقات الشعرائے ہند''، مرزا قادر بخش قادری کا ''گلستان سخن'' اور امیر مینائی کا ''انتخاب یادگار'' فوٹو آفسٹ کے ذریعے چھاپا اور ان سب تذکروں کی قیمت بہت کم رکھی۔ اس دوران میں اور شاعروں کے کچھ تذکرے بھی لکھے گئے۔ ان میں سے اہم مالک رام صاحب کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تذکرۂ معاصرین'' ہے۔ اب تک اس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد ۱۹۷۲ء میں دوسری ۱۹۷۶ء تیسری ۱۹۷۸ء میں اور چوتھی جلد ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔ اس تذکرے میں مالک رام صاحب نے وفات پانے والے شاعروں اور ادیبوں کے حالات بہت محنت اور تحقیق سے لکھے ہیں۔ اس تذکرے کی پانچویں جلد زیر ترتیب ہے۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں کئی نئے تذکرے بھی لکھے گئے۔ احترام الدین شاغل کا تذکرہ ''شعرائے بے پور'' ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس سال خواجہ حمید الدین شاہد کا مرتبہ ''حیدرآباد کے شاعر'' کی پہلی جلد شائع ہوئی۔ اس تذکرے کی دوسری جلد سلیمان اریب نے مرتب کی تھی۔ وہ بھی اس سال شائع ہوئی۔ ''حیدرآباد کے ادیب'' کے نام سے ڈاکٹر زینت ساجدہ نے دو جلدوں میں تذکرہ مرتب کیا۔ پہلی جلد ۱۹۵۸ء میں اور دوسری جلد ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ مشتاق احمد کی ''بیسویں صدی میں مغربی بنگال کے اردو شعرا'' ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ لطیف حسین ادیب نے ''چند شعرائے بریلی'' لکھی۔ سید سلیمان حسین نے ''لکھنؤ کے چند نامور شعرا'' ۱۹۸۳ء میں شائع کی۔ رانا گنواں نے ''تذکرۂ شعرائے ہریانہ'' ۱۹۸۳ء میں چھاپا۔ عرفان عباسی ''تذکرۂ شعرائے اتر پردیش'' لکھ رہے ہیں۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۸۲ء میں اور چھٹی ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ اس تذکرے کی مزید جلدیں زیر ترتیب ہیں۔

شمالی ہند کے ادب اور خاص طور سے شاعر اور شاعری پر بہت کام ہوا ہے۔ سید ظہیر الدین مدنی نے ''ولی گجراتی'' کے نام سے ولی کی شخصیت اور فن پر کتاب لکھی۔ ڈاکٹر شارب ردولوی نے ''مطالعۂ ولی'' ۱۹۷۲ء میں اور امراؤ حسن فاروقی نے ۱۹۷۹ء میں ''حیات ولی'' شائع کی۔

ڈاکٹر تنویر سبا انور نے خان آرزو پر پی ایچ ڈی کا مقالہ انگریزی میں لکھا۔ یہ تو شائع نہیں ہوا لیکن اس کے کچھ حصے بعض رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔ مرزا مظہر جان جاناں پر عبدالرزاق قریشی کی کتاب چھپ چکی ہے۔ اس موضوع پر خلیق انجم نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ خلیق انجم نے مرزا مظہر کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ ''مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے شائع کیا۔ عبدالرزاق قریشی نے مرزا مظہر کے کچھ اور فارسی خطوط کا متن اور ان کا ترجمہ شائع کیا۔ ڈاکٹر نعیم احمد نے کلیاتِ میر جعفر زٹلی مرتب کر کے شائع کیا۔ پروفیسر محی الدین قادری زور نے ۱۹۴۴ء میں ظہورالدین حاتم کی سوانح ''سرگذشت حاتم'' کے نام سے لکھی ہیں۔ آزادی کے بعد ڈاکٹر عبدالحق نے حاتم کا ''انتخاب حاتم'' مرتب کیا۔ ڈاکٹر محمد حسین نے شاہ مبارک آبرو کا دیوان، ڈاکٹر فضل الحق نے مرزا مظہر کے شاگرد مصطفیٰ خاں یک رنگ، ڈاکٹر اسا سعیدی نے حسرت عظیم آبادی اور ڈاکٹر نعیم احمد نے دیوان عبداللہ خان مبتلا مرتب کر کے شائع کیا۔ پروین فاطمہ نے دیوانِ انعام اللہ خان یقین مرتب کر کے دلی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ ڈاکٹر محمد امین نے ''قائم اور ان کا کلام'' لکھی۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام نے دیوان قائم چاند پوری مرتب کر کے شائع کیا۔

میر، درد اور سودا پر قابل قدر کام ہوا ہے۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے ''میر تقی'' کے نام سے میر کی زندگی اور فن پر ۱۹۵۴ء میں کتاب شائع کی۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی نے میر کی ''ذکر میر'' کا ترجمہ ''میر کی آپ بیتی'' کے نام سے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے میر تقی میر کی ''فیضِ میر'' مرتب کر کے چھاپی۔ صفدر آہ ذر نے ''میر اور میریات'' میں میر کی سوانح لکھی، ان کی شخصیت اور فن کا جائزہ لیا۔ مولانا الدہ رسا پوری نے ۱۹۶۵ء میں راولپنڈی سے ''تلامذہ میر'' شائع کی۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے ''اسلوبیات میر'' کے نام سے کلام میر کا لسانیاتی جائزہ لیا۔ ظل عباس عباسی نے ''کلیات میر'' مرتب کیا جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۸ء میں اور دوسرا ۱۹۸۳ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ پروفیسر احتشام حسین نے ''کلیات میر'' (دیوان اول، غزلیں) مرتب کر کے الٰہ آباد سے چھاپا۔ اس کلیات کا دوسرا حصہ جو مرثیوں اور مثنویوں پر مشتمل تھا مسیح الزماں نے مرتب کر کے شائع کیا۔

سودا پر شیخ چاند کی کتاب آزادی سے قبل شائع ہوئی۔ ۱۹۶۵ء میں خلیق انجم کی مرزا محمد رفیع سودا شائع ہوئی۔ ڈاکٹر شاد نے ''افکار سودا'' محمد حسن نے ''مطالعہ سودا'' کے نام سے تنقیدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں لکھیں۔ پروفیسر عتیق صدیقی نے سودا کی قصیدہ نگاری پر ایک کتاب شائع کی۔ ام ہانی نے سودا کی قصیدہ نگاری پر مختلف لوگوں کے مضامین کا مجموعہ شائع کیا۔ امرت لال عشرت نے ۱۹۷۱ء میں دو حصوں میں ''کلیاتِ سودا'' مرتب کیا۔ ڈاکٹر محمد حسن نے کلیاتِ سودا کا رچرڈ جانسن والا نسخہ شائع کیا، ترقی اردو بورڈ نے حال ہی میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔

خواجہ میر درد پر نذیر احمد نے ''خواجہ میر درد اور ان کا ذکر و فکر'' ۱۹۶۴ء میں شائع کی۔ ڈاکٹر وحید اختر نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''خواجہ میر درد شخصیت اور شاعری'' ۱۹۷۱ء میں شائع کی۔ خواجہ میر درد کا دیوان حبیب الرحمن شیروانی نے مرتب کر کے ۱۹۲۲ء میں چھاپا تھا۔ آزادی کے بعد پروفیسر ظہیر احمد صدیقی نے ۱۹۶۳ء میں دیوانِ درد مرتب کر کے شائع کیا جس کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں رشید حسن خان نے ''دیوانِ درد'' مرتب کر کے چھاپا۔ ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر فضل امام نے ''دیوان درد کا نقشِ اول'' مرتب کر کے چھاپا۔ آزادی سے قبل میر درد کے چھوٹے بھائی میر اثر کا دیوان تقی الدین احمد نے مرتب کر کے حیدر آباد سے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر عبدالحق نے دیوانِ اثر مرتب کیا۔ آزادی کے بعد ڈاکٹر فضل حق کامل قریشی نے دیوانِ اثر مرتب کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انجمن ترقی اردو (ہند) نے اسے شائع کر دیا ہے۔

انشاءاللہ خان انشا پر اردو میں مرزا فرحت اللہ بیگ کی ایک چھوٹی سی کتاب تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ڈاکٹر اسلم پرویز نے انشا پر ایک کتاب لکھی جس میں ان کی سوانح لکھی اور کلام پر تنقید کی۔ ڈاکٹر شیام لال عابد کاشمیری نے انشا پر پی ایچ ڈی کی۔ انشا پر ان کی دو کتابیں ''انشا کے حریف و حلیف'' اور ان کا تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔ ۱۹۵۲ء میں مرزا محمد عسکری نے ''کلامِ انشا'' مرتب کر کے شائع کیا۔ ۱۹۷۴ء ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے اور ۱۹۷۵ء میں سید سلیمان حسینی نے انشا کی ''رانی کیتکی کی کہانی'' مرتب کر کے شائع کی۔

مصحفی کی سوانح پر ابھی تک کوئی کتاب نہیں چھپی۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی نے کلیاتِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحفی کا حصہ اول۔ دیوانِ اول، کراچی سے مرحوم افسر امروہوی نے مصحفی کے شاگردوں کے حالات مرتب کر کے شائع کیا اور ڈاکٹر نورالحسن نقوی نے ''کلیاتِ مصحفی'' مرتب کر کے شائع کیا۔ میر انیس پر پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب نے اعلیٰ درجے کا کام کیا ہے۔ انیس کی شخصیت اور فن پر ان کی ''انیسیات'' اور ''روحِ انیس'' اہم کتابیں ہیں۔ پہلی کتاب میں انیس کی سوانح اور کلام پر تنقید اور دوسری کتاب میں انیس کے مرثیوں کا انتخاب ہے۔ انیس کے جشنِ صد سالہ کے موقع پر انیس پر سیمینار ہوا۔ اس کے مقالے پروفیسر نارنگ نے مرتب کر کے ''انیس شناسی'' کے نام سے شائع کیے۔ ڈاکٹر فضل امام نے بھی انیس شناسی کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ بعد میں مرزا دبیر پر ڈاکٹر محمد زماں آزردہ نے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ ان کا مقالہ ''مرزا سلامت علی دبیر'' کے نام سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۵ء میں چھپا۔ اکبر حیدر کاشمیری کی ''شاعرِ اعظم مرزا سلامت علی دبیر'' ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی نے مرزا دبیر کے کلام پر پی ایچ ڈی کا مقالہ ۱۹۶۶ء میں دبستانِ دبیر کے نام سے شائع ہوا۔ کاظم علی خان کی ''تلاشِ دبیر''۔ دبیر پر تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے لکھنؤ سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر شعیب راہی کی ''خواجہ حیدر علی آتش'' چھپی۔ ۱۹۷۲ء میں پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کا مرتبہ کلیاتِ آتش اور پروفیسر اعجاز حسین کا ''کلامِ آتش'' شائع ہوئے۔ ۱۹۷۷ء میں شاہ عبدالسلام کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''دبستانِ آتش'' کے نام سے چھپا۔

ڈاکٹر شبیہہ الحسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''ناسخ'' شائع ہوا۔ ناسخ کے کلیات کی طرف ابھی تک توجہ نہیں دی گئی۔ رشید حسن خان اور کاظم علی خان نے ناسخ کے کلام کے انتخاب شائع کیے ہیں۔

تقسیمِ ملک کے وقت اردو ادیبوں اور محققوں نے دو شاعروں کو بھی تقسیم کیا۔ علامہ اقبال پاکستان کے حصے میں آئے اور غالب ہندوستان کے۔ ان دونوں عظیم شاعروں پر ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں تحقیقی اور تنقیدی کام ہو رہا ہے لیکن علامہ اقبال پر اعلیٰ ترین کام پاکستان میں ہوا ہے اور غالب پر بہترین تحقیق اور تنقید ہندوستان میں ہوئی۔ چونکہ غالب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے اردو شاعروں، نقادوں اور محققوں کا محبوب موضوع رہے ہیں اس لیے غالب پر ہونے والے کام کا قدرے تفصیل سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

غالبؔ خوش نصیب ہیں کہ انھیں ہر زمانے میں محقق اور نقاد ملتے رہے ہیں۔ ۱۹۳۷ء میں مولانا امتیاز علی خان عرشی نے نوابانِ رام پور کے نام غالبؔ کے خطوط کا تنقیدی ایڈیشن "مکاتیبِ غالبؔ" کے نام سے پیش کیا تھا۔ ۱۹۷۷ء تک اس کے ۷ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ غالبؔ نے نواب کلب علی خان کے لیے اپنے فارسی اور اردو کلام کا انتخاب کیا تھا۔ عرشی صاحب نے ۱۹۴۲ء میں یہ انتخاب بھی مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں عرشی صاحب نے "فرہنگ غالبؔ" کے نام سے ایک کتاب مرتب کر کے رام پور سے شائع کی۔ غالبیات میں عرشی صاحب کا اہم ترین اضافہ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ہے جس کا پہلا ایڈیشن انجمن ترقیِ اردو (ہند) سے ۱۹۵۸ء میں اور دوسرا ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔

عرشی صاحب کی طرح مالک رام کو بھی ہمیشہ سے غالبیات میں دلچسپی رہی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں ان کی "ذکرِ غالبؔ" کا پہلا ایڈیشن مکتبۂ جامعہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔ اب تک اس کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ایڈیشن میں اضافہ اور ترمیم و تنسیخ کی گئی ہے۔ ۱۹۳۸ء ہی میں مالک رام صاحب نے "سبدِ چیں" مرتب کر کے شائع کی۔ ۱۹۶۰ء میں ان کا مرتبہ "دیوانِ غالب" دہلی سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں مالک رام صاحب نے مولوی مہیش پرشاد کے مرتبہ "خطوطِ غالبؔ" جلد اول پر نظرِ ثانی کر کے اس کا دوسرا ایڈیشن تیار کیا۔ ۱۹۶۹ء میں غالبؔ کے جشنِ صد سالہ تقریبات کے موقعے پر مالک رام نے دیوانِ غالبؔ کا صدی ایڈیشن مرتب کر کے شائع کیا۔ اسی موقعے پر انھوں نے غالبؔ کی "دستنبو" بھی مرتب کر کے شائع کی۔ اس کتاب پر مرتب کی حیثیت سے ان کا نام نہیں ہے۔ ۱۹۷۰ء میں انھوں نے غالبؔ کی "گلِ رعنا" اور ۱۹۷۱ء میں "یادگارِ غالبؔ" مرتب کر کے شائع کی۔ مالک رام صاحب نے غالبؔ پر بہت سے مضامین لکھے تھے، ان میں سے چند مضامین "فسانۂ غالبؔ" (۱۹۷۷ء) اور "گفتارِ غالبؔ" (۱۹۸۵ء) کے نام سے شائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکے ہیں۔ مالک رام صاحب کی ''تلامذۂ غالب'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اب بہت زیادہ ترمیم اور اضافے کے بعد ۱۹۸۴ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ ماہرین غالب میں قاضی عبدالودود کا نام سرِفہرست ہے۔ انھوں نے ''قاطع برہان و رسائلِ متعلقہ'' مرتب کر کے صد سالہ تقریبات کے موقعے پر شائع کیے۔ اس کے علاوہ انھوں نے غالب پر بے شمار مضامین لکھے ہیں۔ آزادی سے قبل انھوں نے عرشی صاحب کی مرتبہ ''مکاتیبِ غالب'' اور مولوی مہیش پرشاد کی مرتبہ ''خطوطِ غالب'' پر تبصرے کیے تھے یا غالب کے بارے میں مختصر تحریریں لکھی تھیں۔ غالب پر پہلی بار ان کے طویل مضامین ۱۹۴۸ء میں علی گڑھ میگزین کے ''غالب نمبر'' میں شائع ہوئے۔ اس نمبر میں قاضی صاحب کے دو مضامین ''غالب کا ایک فرضی استاد'' اور ''غالب بحیثیت ایک محقق'' کے علاوہ ''تاثرِ غالب'' کے نام سے غالب کی نادر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریریں پیش کی ہیں۔ اس میگزین میں قاضی صاحب نے عرشی صاحب کی ''فرہنگِ غالب'' پر بھی تبصرہ کیا۔ قاضی صاحب ''جہانِ غالب'' کے نام سے مختلف رسالوں میں مضامین لکھتے رہے۔ یہ مضامین غالب کے بارے میں بیش بہا معلومات کا خزانہ ہیں۔ اگر انھیں مرتب کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب بن جائے گی۔

ماہرینِ غالب میں چوتھا بڑا نام پروفیسر نذیر احمد کا ہے۔ فارسی فرہنگوں اور فارسی الفاظ پر جو قدرت نذیر صاحب کو حاصل ہے وہ اس زمانے میں شاید کسی اور کو نہیں ہے۔ انھوں نے غالب کی قاطعِ برہان کے مواد کے سلسلے میں بہت سے مضامین لکھے ہیں اب یہ مضامین ''نقدِ قاطع برہان'' کے نام سے غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دلی سے شائع ہوئے ہیں۔ پروفیسر مختار الدین احمد نے ۱۹۵۲ء میں غالب کی سوانح اور شخصیت پر مضامین کا مجموعہ ''احوالِ غالب'' کے نام سے اور ۱۹۵۷ء میں تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''نقدِ غالب'' کے نام سے شائع کیا۔

۱۹۶۱ء میں خلیق انجم نے ''غالب کی نادر تحریریں'' کے نام پر غالب کے بعض اردو خطوط اور تحریریں مرتب کیں۔ ۱۹۷۴ء میں ''غالب اور شاہانِ تیموریہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالبؔ کے تمام اردو خطوط پانچ جلدوں میں مرتب کیے۔ ان میں دو جلدیں غالبؔ انسٹی ٹیوٹ نئی دلّی سے شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں ان کی مرتبہ ''مرقعِ غالبؔ'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں غالبؔ کا اردو کلام اور غالبؔ کے تقریباً سو اردو خطوط کے عکس شامل ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں پرتھوی چندر صاحب نے نیشنل آرکائیوز، نئی دلّی میں محفوظ غالبؔ کے پنشن کے کاغذات مرتب کر کے ''حق جاگیرِ غالبؔ'' کے نام سے چھاپی لیکن نہ جانے کیوں اس کتاب کی اشاعت نہیں ہوئی۔

فروری ۱۹۶۹ء میں غالبؔ کی جشنِ صد سالہ تقریبات منعقد ہوئیں، ان تقریبات سے کافی قبل غالبؔ شناسوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ ۱۹۶۸ء میں پروفیسر نثار احمد فاروقی نے غالبؔ کی کتابیات پر مشتمل مضامین بریاں (دہلی) اور تحریک (دہلی) میں شائع کیے۔ اس سال پروفیسر عبدالقوی دلنوی نے ''غالبؔ یات'' کے نام سے غالبؔ پر کتابیات مرتب کر کے شائع کی۔ ۱۹۷۲ء میں محمد انصار اللہ نظر نے ''غالبؔ بلیو گرافی'' چھاپی۔

فروری ۱۹۶۹ء میں غالبؔ کا جشنِ صد سالہ بہت شاندار طریقے سے منایا گیا۔ ''صد سالہ یادگارِ غالبؔ کمیٹی'' کی طرف سے مالک رام صاحب کا مرتبہ دیوانِ غالبؔ قاضی صاحب کی مرتبہ ''قاطعِ برہان و رسائلِ متعلقہ'' اور ''دستنبو'' شائع کیں۔ اس موقعے پر بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا جس میں پڑھے جانے والے اردو اور انگریزی مقالے ڈاکٹر یوسف حسین خان نے مرتب کر کے شائع کیے۔

اردو ادب (علی گڑھ)، اردو معلّٰی (دہلی یونیورسٹی)، فروغِ اردو (لکھنؤ)، جامعہ (دہلی)، آج کل (دہلی)، تحریک (دہلی)، تحریر (دہلی) اور بہت سے رسالوں نے غالبؔ نمبر شائع کیے۔ اس موقعے پر ایک بڑا کام یہ ہوا کہ دہلی میں غالبؔ اکیڈمی اور غالبؔ انسٹی ٹیوٹ دو ادارے قائم ہو گئے۔ دونوں کی عمارتوں کی تعمیر میں لاکھوں روپے صرف ہوئے۔ یہ دونوں ادارے ہر سال غالبؔ پر سیمینار اور غالبؔ پر معیاری کتابیں شائع کرتے ہیں۔ غالبؔ انسٹی ٹیوٹ ''غالبؔ نامہ'' کے نام سے بہت معیاری سہ ماہی شائع کرتا ہے۔ اسی سال پروفیسر نثار احمد فاروقی کے تحقیقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین کا مجموعہ ''تلاشِ غالبؔ'' کے نام سے چھپا۔ بیاض غالبؔ بخط غالبؔ ہندوستان اور پاکستان سے ایک ساتھ شائع ہوئیں۔ ہندوستان میں بعض وجوہ سے اس کی اشاعت روک دی گئی۔ نیشنل آرکائیوز نئی دہلی میں پنشن کے متعلق غالبؔ کے فارسی خطوط محفوظ ہیں۔ سید اکبر علی ترمذی نے یہ ''نامہ ہائے غالبؔ'' کے نام سے مرتب کیے۔

جشنِ صد سالہ تقریبات کے بعد غالبؔ پر تحقیقی اور تنقیدی کام کی رفتار ذرا سست پڑ گئی۔ ۱۹۷۰ء میں پروفیسر عبدالقوی دسنوی کی ''مطالعۂ خطوطِ غالبؔ'' اور ۱۹۸۲ء میں کالی داس گپتا رضا کے تحقیقی مضامین کا ایک مجموعہ ''متعلقاتِ غالبؔ'' کے نام سے اور ۱۹۸۲ء میں دوسرا مجموعہ ''غالبیات چند عنوانات کے نام سے شائع ہوا۔''

محققین نے غالبؔ کے شاگردوں پر بھی توجہ کی ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین نے نواب مصطفیٰ خان شیفتہؔ پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے جو ابھی چھپا نہیں ہے۔ ۱۹۷۲ء میں ظہیر احمد مدنی نے میاں داد خان سیاح پر، ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب نے غالبؔ اور ذکا کے نام سے کتابیں شائع کیں۔ ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن انصاری نے ''تفتہؔ اور غالبؔ'' شائع کیں۔ حمیدہ سلطان حمید کی ''خاندانِ لوہارو کے شعرا'' ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ محمد فیروز دہلی یونیورسٹی سے میر مہدی مجروح پر پی ایچ ڈی کے لیے تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں۔

پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کا تحقیقی مقالہ ''مومنؔ شخصیت اور فن'' کے نام سے شائع ہوا۔ پروفیسر ضیا احمد ضیا بدایونی نے دیوانِ مومن مع شرح شائع کیا تھا۔ اس کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ کلبِ علی خان فائق مسیح الزماں نے ۱۹۷۱ء میں ''کلیاتِ مومنؔ'' شائع کیا اور پروفیسر ظہیر احمد صدیقی نے ''انشائے مومن'' کا فارسی متن اور اردو ترجمہ شائع کیا۔

ذوقؔ پر ابھی تک صرف ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے کام کیا ہے۔ انھوں نے ذوقؔ کو پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا تھا۔ علوی صاحب کی ''ذوقؔ، سوانح اور انتقاد'' اور ان کا مرتبہ ''کلیاتِ ذوقؔ'' کا پہلا ایڈیشن لاہور سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ ذوق کی طرح بہادر شاہ ظفر پر بھی بہت کم کام ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ڈاکٹر اسلم پرویز کو ظفر پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی۔ انجمنِ ترقی اردو (ہند) یہ تحقیقی مقالہ شائع کر رہی ہے۔ نظم میں دیوانِ عزلت، دیوانِ سودا، کلیاتِ نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ ممنون، کلیاتِ شاہ نصیر، کلیاتِ شہزادہ سلیمان شکوہ، کلیاتِ نواب مرزا شوق، دیوانِ داغ، کلیاتِ شاد عارفی، کلیاتِ چکبست اور مثنوی گلزارِ نسیم وغیرہ بھی مرتب کر کے شائع کر دی گئی ہیں۔ نثر میں کربل کتھا، نوطرزِ مرصع، آرائشِ محفل، فسانۂ عجائب، بکٹ کہانی، قصۂ مہر افروز و دلبر، باغ و بہار، گنجِ خوبی، غبارِ خاطر، خطباتِ آزاد (مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ) امراؤ جان ادا، فسانۂ مبتلا، ابن الوقت، افاداتِ سلیم، توبۃ النصوح اور نیرنگِ خیال وغیرہ۔

اردو میں سب سے زیادہ مونو گراف لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر پی۔ ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے ہیں۔ جن ادیبوں اور شاعروں کے مونو گراف لکھے گئے ہیں اور جن کا ابھی تک اس مقالے میں ذکر نہیں آیا ان کے نام ہیں مرزا محمد علی ندوی، میر حسن، میر ضمیر، مرزا علی لطف، مفتی صدرالدین آزردہ، ماسٹر رام چندر (ان پر دو مونو گراف لکھے گئے ہیں)، مولوی کریم الدین، نذیر احمد، میر غلام علی عشرت بریلوی، منشی نول کشور، میر باقر مخلص، مرزا رسوا، مرزا کلبِ حسین بہادر نادر، بیان میرٹھی، فقیر محمد خان گویا، داغ، امیر مینائی، جلیل مانک پوری، امیر اللہ تسلیم، نسیم دہلوی، منیر شکوہ آبادی، اسمٰعیل میرٹھی، بیخود دہلوی، نظم طباطبائی، شاد عارفی، سرور جہاں آبادی، آرزو لکھنوی، فانی، جگر، نوح ناروی، عبدالرحمان بجنوری، نواب صدیق حسن خان، مضطر خیر آبادی، ریاض خیر آبادی، مہدی حسن افادی، مولانا ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، حسرت موہانی، مرزا یگانہ، منور لکھنوی، مجاز، مانی جائسی، اعجاز حسین، آرزو لکھنوی، عزیز لکھنوی، ہارون خان شروانی، خواجہ حسن نظامی، رشید احمد صدیقی، سید نجیب اشرف ندوی، حامد اللہ افسر، ڈاکٹر عابد حسین، اثر لکھنوی، مسعود حسن رضوی ادیب، خواجہ غلام السیدین، ڈاکٹر زور، سلیمان ادیب، راجندر سنگھ بیدی، جان نثار اختر، کنہیا لال کپور، بسمل سعیدی، شفیع الدین نیر، حیرت بدایونی، گوپال متل، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، غلام ربانی تاباں، رام لعل، ضیا فتح آبادی اور کالی داس گپتا رضا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں علامہ اقبال پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے بڑی تعداد اُن کتابوں کی ہے جن کے مصنف پاکستانی ادیب ہیں۔ عاشق حسین بٹالوی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر عبادت بریلوی، رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر سہیل بخاری، طاہر تونسوی، صلاح الدین احمد، رئیس احمد جعفری، عبدالمجید سالک، یوسف سلیم چشتی اور خلیفہ عبدالحکیم کی کتابوں کے ہندوستانی ایڈیشن شائع ہوئے۔

ہندوستان کے محققین نے علامہ اقبال کی نظم و نثر بہت کم مرتب کر کے شائع کی ہے۔ میری معلومات کے مطابق ایسی کتابوں کی تعداد چار پانچ سے زیادہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر عبدالغفار شکیل نے ''نوادرِ اقبال'' اور ''اقبال کے نثری افکار'' مرتب کر کے شائع کیے۔ ۱۹۷۵ء میں دہلی یونیورسٹی کے ڈاکٹر عبدالحق نے اقبال کی انگریزی ڈائری کا ''بکھرے خیالات'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ اخلاق اثر صاحب نے ''اقبال نامے'' کے نام سے اقبال کے کچھ خطوط مرتب کر کے ۱۹۸۱ء میں شائع کیے۔ یوں تو علامہ اقبال کی نظم اور نثر سب ہی ہندوستان میں چھپی لیکن یہ وہی ہے جو پاکستانی ادیبوں نے مرتب کی تھی۔ ہاں آج کل ہریانہ کے گورنر سید مظفر حسین برنی علامہ کے تمام خطوط مرتب کر رہے ہیں۔ اس کام کی تکمیل میں تین چار سال لگیں گے۔

ہندوستان میں اقبال پر تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی کی ''اقبال کامل'' ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے اقبال کے سوانح چار جلدوں میں لکھے ہیں۔ پہلی جلد ''روداد اقبال'' کے نام سے زیرِ طبع ہے۔ ہندوستان میں علامہ اقبال پر سب سے زیادہ اور سب سے بہتر کام پروفیسر آزاد ہی نے کیا ہے۔ ۱۹۷۷ء میں انھوں نے علامہ اقبال پر ایک نمائش ترتیب دی تھی جس میں علامہ اقبال اور ان کے خاندان کے لوگوں کی تصویروں اور تحریروں کے عکس تھے۔ اس نمائش سے کچھ تصویریں منتخب کر کے پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے مرقع اقبال کے نام سے شائع کر دی ہیں۔ علامہ پر تحقیقی کاموں میں پروفیسر عبدالقوی دسنوی کا ''اقبال بیسویں صدی میں'' (۱۹۷۷ء)، اخلاق اثر کی ''اقبال اور شیش محل'' (۱۹۷۷ء)، پروفیسر جگن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناتھ آزاد کی ''اقبال اور کشمیر'' اور عبداللطیف اعظمی کی ''اقبال دانائے راز'' (۱۹۷۹ء) قابلِ ذکر کتابیں ہیں۔

علامہ اقبال کے فن پر بہت بڑی تعداد میں تنقیدی مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے لکھنے والوں میں پروفیسر آل احمد سرور، سردار جعفری، ڈاکٹر ظ۔ انصاری، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، کلیم الدین احمد، اسلوب احمد انصاری، مظفر حسین برنی، پروفیسر رشید احمد صدیقی، پروفیسر شکیل الرحمان، پروفیسر حامد کاشمیری، پروفیسر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر عبدالحق، شانتی رنجن بھٹاچاریہ، اشفاق حسین، غلام عمر اور جوش ملسیانی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

علامہ اقبال پر اہم تحقیقی اور تنقیدی کتابوں کی فہرست اس مقالے کے آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔ پچھلے پندرہ بیس سال میں ایسے مقالے بھی لکھے گئے ہیں جن میں اصنافِ ادب کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ مونوگراف کی طرح ان موضوعات پر بھی عام طور سے کام پی ایچ ڈی کے طلبا نے کیا ہے۔ یہ موضوعات اس طرح کے ہیں۔ اردو نثر کا آغاز اور ارتقا، اردو غزل کی نشو ونما، ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں، اردو شاعری میں قومی یک جہتی کی روایت۔ اردو شاعری میں منظر نگاری، مثنوی نگاری، ریختی کا تنقیدی مطالعہ، اردو ناول آزادی کے بعد، اردو ناولوں میں سوشلزم بیسویں صدی میں، اردو ناول اور شہر آشوب کا تحقیقی مطالعہ وغیرہ۔ ہندوستان کے کسی ایک صوبے یا شہر کے ادیبوں اور شاعروں پر بھی کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں موضوعات ہیں۔ ''بمبئی میں اردو'' ''بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا'' ''بہار میں اردو نثر کا ارتقا''، ''اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ''، ''ریاست میسور میں اردو''، ''ریاست میسور میں اردو کی نشو ونما''، ''ریاست میسور کی اردو مثنویاں''، ''اردو نثر کا دہلوی دبستان''، ''اودھ میں اردو مرثیے کا ارتقا''، ''دکن میں عزاداری'' اور ''مدھیہ پردیش میں اردو ادب کے پچیس سال۔

بعض اہم اداروں پر بھی تحقیقی کام ہوا ہے۔ مالک رام صاحب نے ''قدیم دہلی کالج'' نام سے کتاب چھاپی۔ ڈاکٹر انتظار مرزا نے ''دہلی کالج'' پر پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھا، جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیدار نے ''دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی ادبی خدمات'' کے نام سے کتاب چھاپی۔ یہ ان کا تحقیقی مقالہ ہے۔ ڈاکٹر مجیدہ بیگم نے اپنا تحقیقی مقالہ ''فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات'' شائع کیا۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء تک کے تحقیقی اور تدوینی کام کے اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیقی کام یونیورسٹیوں میں زیادہ ہو رہا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا امتیاز علی خان عرشی، قاضی عبدالودود اور مالک رام صاحب جیسے اعلیٰ درجے کے محقق اور متنی نقاد یونیورسٹی کے باہر ہی کے ہیں۔ ان حضرات کے پائے کا کوئی محقق یونیورسٹی میں نہیں پیدا ہوا۔

قاضی عبدالودود نے عملی تنقید کے ذریعے محققین کی ذہنی تربیت کی۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے پہلی بار دہلی یونیورسٹی میں ہیلیو گرافی کا کورس شروع کر کے طلبا کی تربیت کی۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ تحقیق کے اصولوں اور متنی تنقید پر جن لوگوں نے لکھا ہے ان میں دہلی یونیورسٹی کے لوگوں کی زیادہ تعداد ہے۔ خلیق انجم نے پروفیسر فاروقی کی فرمائش پر ''متنی تنقید'' کتاب لکھی تھی۔

ڈاکٹر نذیر احمد علوی اور رشید حسن خان صاحب کو خواجہ صاحب سے قربت حاصل تھی اور یہ دونوں دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر فاروقی کے بنائے ہوئے ماحول سے متاثر تھے۔

اردو کے کلاسیکی متن خاصی تعداد میں شائع ہوئے ہیں لیکن اس میدان میں بہت کم کام ہوا ہے کہ جس پر اطمینان کا اظہار کیا جا سکے۔ متن ترتیب دینے والے کی نااہلیت اور ناپروائی نے بہت سے متون بگاڑ کر رکھ دیے ہیں۔ بعض متن تو کاتب کو اجاگر دے دیے گئے ہیں۔ کلیات سودا اس کی بدترین مثال ہے۔

یونیورسٹیوں میں اب سے پندرہ بیس برس پہلے تک قدیم ادب پر کام کرنے کا عام رجحان تھا۔ اب جدید ادب پر کام کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اساتذہ اور شاگرد فارسی اور قدیم کلاسیکی ادب دونوں سے ناواقف ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایم۔اے اور ایم فل میں فارسی کی تعلیم پر خاص زور دیا جائے۔ دکنی ادب کے متن تو کافی تعداد میں چھپے ہیں لیکن شاعروں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادیبوں پر کام بہت کم ہوا ہے۔ اس طرف توجہ دی جانی چاہیے۔

دکنی ادب کی تاریخ نصیرالدین ہاشمی مرحوم نے لکھی تھی۔ اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔

یونیورسٹیوں میں ادیبوں اور شاعروں کے مونوگراف بڑی تعداد میں لکھے جا رہے ہیں۔ پندرہ بیس سال پہلے بیسویں صدی کے ادیبوں اور شاعروں پر لکھے جانے لگے۔ اب زندہ مصنفوں پر لکھے جا رہے ہیں۔ یہ رجحان صحت مند نہیں ہے کیونکہ یونیورسٹیاں صرف ایسے مصنفوں کو کیوں منتخب کر رہی ہیں جن کی مالی حالت بہت اچھی ہے۔ اردو رسالے بھی ان ہی مصنفوں کے گوشے یا پورے نمبر شائع کر رہے ہیں۔ یہ بھی غیر صحت مند رجحان ہے۔

ہندوستان کی تحقیق میں حوالے کی کتابوں کی تیاری پر بہت کم توجہ دی گئی ہے جب کہ یہ بنیادی اور اہم کام ہے۔

اردو میں تحقیقی کام کے اس مختصر سے جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تحقیقی کام بڑے پیمانے پر ہوا ہے۔ اس میں اعلیٰ درجے کا کام بھی ہے اور سطحی اور تیسرے درجے کا بھی۔

☆☆☆☆

(مشمولہ "بھارت میں اردو"، مرتبہ
غلام ربانی آگرہ، اکادمی ادبیات پاکستان،
اسلام آباد ۱۹۸۷ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیان چند

اردو میں تحقیق و تدوین

(۱۹۶۰ء تا ۱۹۸۰ء)

اردو کی ادبی تحقیق کی ابتدا ۱۹۲۰ء کے بعد ہوتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے بعد سے ہر دہے میں تحقیق کا کارواں پچھلے دہے کے مقابلے میں آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ یونی ورسٹیوں کی تحقیق ۱۹۴۰ء کے بعد شروع ہوتی ہے کیوں کہ پہلی ریسرچ ڈگری ۱۹۴۲ء میں ملی تب سے اب تک معیار و مقدار دونوں کے اعتبار سے تحقیق ترقی کرتی جا رہی ہے۔ پہلے دو دہوں میں اردو تحقیق و تدوین کے معیار کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی رفتار و مقدار پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ جامع فہرست تیار کرنے کے بجائے میں اپنے حافظے پر بھروسا کر کے تحقیق کے زیادہ اہم کاموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں میری یہ معذوری پیش نظر رہے کہ پاکستان کے بیش تر کاموں تک میری رسائی نہیں ہے۔ فہرستوں میں ان کے نام دیکھتا ہوں لیکن کتابوں کو دیکھے بغیر کیوں کر رائے دوں۔ ہندوستان کی تحقیقات میں بھی جو میری نظر سے گزر چکی ہیں صرف ان ہی میں سے انتخاب کروں گا جس کے معنی یہ ہیں کہ میں جن کاموں کا ذکر نہیں کر رہا ہوں بہت ممکن ہے کہ وہ مندرجہ ذیل کاموں کے برابر یا ان سے بہتر ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نو دریافت متون: پچھلے دو دہوں بالخصوص ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے دہے میں اردو ادب کے کئی ایسے اہم متون دریافت ہوئے جن کا یا تو نام بھی معلوم نہ تھا، یا نام معلوم تھا تو انھیں معدوم سمجھا جاتا تھا۔ ان میں قدیم ترین روشن علی کی مثنوی عاشور نامہ ہے جو ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۸ء کی تصنیف ہے اور جسے ڈاکٹر مسعود حسین خاں اور سید سفارش حسین رضوی نے ترتیب دے کر ۱۹۷۲ء میں شائع کیا۔ اس طرح یہ کتاب افضل کی بکٹ کہانی کے بعد اور فضلی کی کربل کتھا سے پہلے کی ہے۔ دوسری دریافت مراثی ریختہ کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی مرحوم کے پاس قدیم مرثیوں کی ایک بیاض تھی جس کا سنہ کتابت ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۸ء تھا۔ اس میں ڈیڑھ سو مرثیے ہیں۔ ۱۱۳ اردو کے ۲۷ فارسی کے۔ رسالہ تحریر بابت اپریل تا جون ۱۹۷۱ء میں مسعود صاحب نے اس کا مفصل تعارف کرایا۔ یہ تعارف ۵۴ صفحات کا ہے۔ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی لیکن مضمون سے اس کے مشمولات کا اندازہ ہوتا ہے۔ تیسری کتاب دکنیات کی ہے۔ یہ عبداللہ خان مبتلا دکنی کا دیوان ہے جس کا عکس ڈاکٹر مختار الدین احمد لندن سے لائے تھے اور جسے انھوں نے مسلم یونی ورسٹی لائبریری کو دے دیا۔ اسی کو ڈاکٹر نعیم احمد نے رسالہ تحریر ۱۹۷۱ء شمارہ نمبر ۱ میں شائع کیا۔ مبتلا نے کثرت سے ولی کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں۔ اس کے کلام کا رنگ وہی ہے جو ولی کا ہے۔ وہ ولی کے آخری دور کا یا فوراً بعد کا شاعر معلوم ہوتا ہے۔

یہ نظم کے متون تھے۔ اب نثری متون کی طرف توجہ کیجیے۔ فضلی کی کربل کتھا (۱۱۴۵ھ) کو عام طور سے معدوم سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو نے جنوری ۱۹۵۵ء میں اسے جرمنی کے ایک کتب خانے میں کھوج لیا اور انھوں نے اور مالک رام نے مل کر اسے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ دلی یونیورسٹی نے بھی ۱۹۶۱ء میں اس کا ایک ایڈیشن چھاپا تھا لیکن اس میں تین قباحتیں تھیں۔ ۱۔ اس میں مخطوطے کے دریافت کنندہ ڈاکٹر مختار الدین احمد کا کوئی ذکر نہ تھا۔ ۲۔ ایڈیشن ناقص ہے کہ اس میں محض دس مجلسیں ہیں جب کہ مختار الدین احمد کے ایڈیشن میں بارہ مجلسیں ہیں۔ ۳۔ یہ بازار میں فروخت کے لیے نہیں دیا گیا۔ اب کسی طرح حیدرآباد یونی ورسٹی میں اس کی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد آ گئی ہے۔ دوسری عہد ساز دریافت نواب عیولی خاں کی قصۂ مہر افروز دلبر کی ہے جسے ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ اس کا زمانہ کا تصنیف اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف قریب کا ہے۔ اس زمانے میں ایک اور داستان شاہ عالم کی عجائب القصص دریافت ہوئی۔ اس کی چار جلدوں میں سے صرف دو جلدیں موجود ہیں جنھیں مس راحت افزا بخاری نے ترتیب دے کر ۱۹۶۵ء میں لاہور سے شائع کیا۔

حیدر بخش حیدر کی کئی تصانیف جو معدوم سمجھی جاتی تھیں ان ہی ایام میں دریافت ہوئیں۔ ان کی قصۂ مہر و ماہ (۱۲۱۴ھ) اور قصۂ لیلیٰ مجنوں (۱۲۱۵ھ) کو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے آکسفورڈ میں پایا اور وہ انھیں شائع کرنے والے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ شائع کیا کہ نہیں۔ حیدری کی گلزار دانش اور مثنوی ہفت پیکر کو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانے میں پروفیسر جاوید نہال نے ڈھونڈ نکالا اور اپنی کتاب بنگال میں اردو ادب میں ان کا تعارف کرایا۔ ان کا تذکرہ گلشن ہند بھی تقریباً نایاب تھا۔ مختار الدین احمد نے آکسفورڈ میں اسے تلاش کر کے اردو ادب شمارہ نمبر ۳، ۱۹۶۶ء میں چھاپا بعد میں یہ کتابی صورت میں بھی سامنے آ گیا۔ بنی نرائن جہاں نے نقلوں کی ایک کتاب ''تفریح طبع'' کے نام سے لکھی تھی۔ اس کا نسخہ ڈاکٹر سلیمان حسین کو مل گیا اور انھوں نے اسے ڈاکٹر حنیف احمد نقوی کو دے دیا جنھوں نے نوائے ادب آکتوبر ۱۹۷۷ء میں اس کا تعارف کرایا۔ مفتی صدر الدین آزردہ کے تذکرے کا ذکر صرف شیفتہ نے لیا تھا، یہ کہیں ملتا نہ تھا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد نے کیمرج کے ایک کتاب خانے میں اس کا ایک ناقص نسخہ دریافت کیا اور رسالہ تحریر شمارہ نمبر ۴ (۱۹۷۰ء) میں شائع کرایا۔ یہ نسخہ ردیف ق کے شروع تک پہنچ کر ختم ہو گیا ہے۔ مرتب کے مطابق یہ ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۳ھ کے بیچ مرتب ہوا۔

سرور نے فسانۂ عجائب غازی الدین حیدر کے عہد میں ۱۲۴۰ھ میں لکھا۔ نصیر الدین حیدر کے عہد میں اس پر نظر ثانی کی اور دیباچے میں نصیر الدین حیدر کا بھی ذکر کیا۔ ادھر اس کے دو ایسے مخطوطے ملے ہیں جن میں نصیر الدین حیدر کا ذکر ہی نہیں۔ قدیم ترین مخطوطہ ڈاکٹر نور الحسن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاشمی کے پاس ہے جو میر فضل رسول کے لیے ۱۸۳۹ھ اور ۱۸۵۳ء کے درمیان کتابت کیا گیا۔ اس میں سرے سے کوئی دیباچہ ہی نہیں۔ اس کے بعد کا مخطوطہ ڈاکٹر محمود الٰہی کو ملا جس میں دیباچہ ہے لیکن اس میں صرف غازی الدین حیدر کی مدح ہے۔ نصیر الدین حیدر جلوس (۱۲۴۳ھ) کی مدح نہیں۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے اسے اپریل ۱۹۷۳ء میں ''فسانہ عجائب کا بنیادی متن'' کے نام سے شائع کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں فسانہ عجائب کی زبان میں ترصیع بہت کم تھی۔ متن اور دیباچہ دونوں مختصر تھے۔ کاش ڈاکٹر الٰہی اپنے نسخے اور ہاشمی صاحب کے نسخے کے اختلافاتِ نسخ بھی دیتے بلکہ بہتر ہوتا کہ ہاشمی صاحب والا نسخہ شائع کرتے اس میں شک نہیں کہ بنیادی متن کی اشاعت بہت اہم دریافت ہے۔

میں نے ہوس لکھنوی کی مثنوی شہزادگل وصنوبر کا ناقص متن دریافت کیا اور اس کا تعارف اپنے مجموعے ''تحریریں'' (۱۹۶۴ء) اور ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' (۱۹۶۹ء) میں کیا۔ ڈاکٹر سلیمان حسین نے کتاب خانہ ''ندوۃ العلماء'' لکھنو میں اس کا پورا نسخہ دریافت کیا اور اپنی کتاب ''لکھنؤ کے چند نام ور شعرا'' جلد اول دسمبر ۱۹۷۳ء میں اس کا تعارف پیش کیا۔ مثنوی شاعرانہ اعتبار سے بہت بلند پایہ ہے۔

غالبؔ صدی کے سال میں غالبؔ کے ہاتھ کے دو اہم مخطوطے ملے۔ پہلا دیوان غالبؔ بہ خط غالبؔ ہے۔ اسے ۱۹۶۹ء میں اکبر علی خاں نے نسخۂ عرشی زادہ کے نام سے اور نثار احمد فاروقی نے بیاضِ غالبؔ بہ خط غالبؔ کے نام سے رسالہ نقوش لاہور اکتوبر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ غالبؔ کے اردو فارسی کلام کا انتخاب گل رعنا نایاب ہو گیا تھا۔ مالک رام صاحب کو اس کا ایک مکمل نسخہ ملا۔ انھوں نے اس کے فارسی حصے کا تعارف نگار لکھنؤ جولائی ۱۹۶۰ء میں اور اردو حصے کا ''تذکرہ'' (۱۹۶۷ء) میں کیا اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں انھوں نے پورے مقدمے کو بیش بہا مقدمے اور حواشی کے ساتھ شائع کر دیا۔ دوسری طرف لاہور میں اس کا نسخہ بہ خط غالبؔ مل گیا جسے سید وحید حسن عابدی نے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ ان کے ایڈیشن پر ۱۹۶۹ء تاریخ درج ہے لیکن دراصل یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ غالبؔ کے ہاتھ کے ان دو مجموعوں بالخصوص دیوانِ اردو کی دریافت اس دہے کی شان دار فتوحات میں سے ہے۔

ڈاکٹر فضل امام نے امیر اللہ تسلیم کی دو مثنویاں شائع کیں۔ انھیں ان دونوں کے نسخے بہ خطِ مصنف ملے۔ تسلیم کی دو مثنویوں کے نام نغمۂ مسلسل اور گوہرِ انتخاب سنے جاتے تھے لیکن ملتی کوئی نہ تھی۔ جب متن دستیاب ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ دو نام ایک ہی مثنوی کے ہیں جو ۱۲۱۵ھ میں تصنیف ہوئی اور جسے ڈاکٹر امام نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ دوسری مثنوی خنجرِ عشق (تصنیف ۱۲۱۳ھ) کا نام بھی کہیں سننے میں نہ آیا تھا۔ اسے ڈاکٹر امام نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا۔ دونوں میں سیر حاصل مقدمے ہیں۔ اقبالؔ پر سب سے پہلی اردو کتاب مولوی احمد دین نے ۱۹۲۳ء میں چھاپی تھی۔ اس وقت تک اقبال کا کوئی اردو مجموعہ شائع نہیں ہوا تھا۔ احمد دین نے اپنی کتاب ''اقبال'' میں ان کا بیش تر کلام شامل کر دیا تھا۔ یہ بات اقبالؔ کے پسندِ خاطر نہ ہوئی اس لیے احمد دین نے پورا ایڈیشن نذرِ آتش کر دیا۔ بانگِ درا کی اشاعت کے بعد ۱۹۲۶ء میں انھوں نے یہ کتاب دوبارہ لکھی لیکن اب کی بار مختصر تھی۔ بہت سا کلام خارج کر دیا اور جو باقی رکھا اس کا متن بانگِ درا کے مطابق بنا دیا۔ طبعِ اول میں چند ایسی نظمیں (مثلاً نالۂ یتیم) تھیں جو اقبالؔ کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہوئیں نیز متعدد نظموں کا اولین متن تھا۔ خوش قسمتی سے طبعِ اول کی دو کاپیاں مولوی احمد دین کے گھرانے ہی میں مل گئیں۔ مشفق خواجہ نے ۱۹۷۹ء میں کراچی سے اس کتاب کو اس طرح ترتیب دے کر شائع کیا کہ دونوں ایڈیشنوں کے مشمولات کا پتا چلتا ہے۔

اہم تحقیقی دریافتیں:

یہ تھی ان متنوں کی تفصیل جن کی دریافت گزشتہ بیس سال میں ہوئی۔ اب میں کچھ ایسی اہم تحقیقی دریافتوں کا ذکر کرتا ہوں جو اس عرصے میں ہوئیں۔ میں اپنے مطالعے اور یادداشت کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔ بہت ممکن ہے اس دوران میں اور بھی انکشافات ہوئے ہوں لیکن میری کم علمی اور کم نظری کے سبب وہ میری نظر سے اوجھل ہیں۔ محولۂ بالا دو دریافت کتابوں سے جو نئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلومات ہوئی ہیں ان سے قطع نظر کر کے کچھ دوسری دریافتوں کا ذکر کرتا ہوں۔

ا۔ ڈاکٹر حسینی شاہد نے امین الدین علی اعلیٰ پر اپنے تحقیقی کام کے سلسلے میں دریافت کیا کہ معراج العاشقین بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف نہیں بلکہ بہت بعد کے شاہ مخدوم حسینی کے رسالہ تلاوت الوجود کی تلخیص ہے۔ا حسینی شاہد کا مقالہ نومبر ۱۹۶۶ء میں عثمانیہ یونی ورسٹی میں داخل کیا گیا۔ ان کے نگراں ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اس نکتے پر مفصل تحقیق کر کے ''معراج العاشقین کا مصنف'' نامی کتاب ۱۹۶۸ء میں شائع کی۔ ڈاکٹر حسینی شاہد کا مقالہ ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ یہ تحقیق حسینی شاہد کی ہے لیکن اس کی اشاعت کا سہرا ڈاکٹر حفیظ قتیل کے سر ہے۔

۲۔ شمالی ہند میں اردو شاعری کی ابتدا ان ریختوں میں ملتی ہے جن کے مصرعوں کا بڑا جزو فارسی ہوتا ہے اور چند الفاظ اردو۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے رسالہ فکر و نظر علی گڑھ بابت جنوری ۱۹۶۳ء میں ایک بیاض سے دو ایرانی شاعروں موید بیگ کرر اور مشہدی بخاری کی دو ہم زمین غزلیں درج کیں۔۲ نذیر احمد کے مطابق یہ بیاض ۹۶۳ھ اور ۹۸۰ھ کے درمیان مرتب ہوئی تھی۔ ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے اسی زمین میں ایک اور شاعر درویش برام بخاری سقا المتوفی ۹۷۰ھ کی غزل دریافت کی۔۳ تینوں غزلوں کے مطالب اس طرح مشترک ہیں کہ تینوں ایک دوسرے کے جواب میں یا ساتھ ساتھ کہی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اس طرح یہ ریختے دسویں صدی ہجری یا سولھویں صدی عیسوی کے درمیان کے ہیں اور شمالی ہند میں اردو کے سلسلے میں اہم دریافت ہیں۔

۳۔ دیوی سنگھ چوہان سابق ممبر مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن نے مراٹھی کے ساہتیہ پتر میں انکشاف کیا کہ سب رس کا ماخذ فتاحی کا قصہ حسن و دل بہار کے کرشن مشیر کے سنسکرت ڈرامے پربودھ چندرودے (تصنیف ۱۰۵۰ء کے قریب) سے ماخوذ ہے اس تحقیق کو ڈاکٹر نورالسعید اختر نے اپنے مضمون ''قصہ حسن و دل بہار مختلف زبانوں میں'' کے ذریعے پیش کیا۔ حیدر آباد کی ڈاکٹر ثمیرہ جلیلی نے اپنے غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے ''سب رس کی تنقیدی تدوین'' میں بھی ...

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن و دل بہار سنسکرت ڈرامے سے کافی مختلف ہے۔ ڈاکٹر منظر اعظمی ۶ اس نتیجے پر پہنچے کہ حسن و دل اور پربودھ چندرودے میں کوئی بڑا اشتراک نہیں لیکن فتاحی نے مجرد صفات اور جذبات کو مجسم کرنے کا طریقہ پربودھ چندرودے ہی سے لیا ہے۔

۴۔ بکٹ کہانی کے مصنف کے وطن کے بارے میں اتفاق رائے نہیں تھا۔ ڈاکٹر عبدالغفار شکیل نے اس کا قدیم ترین حوالہ اکرم قطبی رتنگی کے تیرہ ماسے (۱۱۴۳ھ مطابق ۳۱۔۱۷۳۰ء) میں تلاش کیا۔ ان کا مضمون پہلے رسالہ فکر و نظر شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء میں اور بعد میں ان کے مجموعے ''لسانی و تحقیقی مطالعے'' میں شائع ہوا قطبی نے لکھا ہے:

ادسیں افضل کہ جس کا نانو گوپال
کیا ہے نارنولی صاحب حال

اس سے معلوم ہوا کہ مصنف کا نام گوپال، تخلص افضل اور وطن نارنول (ہریانہ) تھا۔

۵۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے ۱۹۶۶ء میں نواب عیسوی خان بہادر کی ''قصۂ مہر افروز و دلبر'' شائع کی لیکن عیسوی خان کی شناخت اور زمانے کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ یہ قیاس کیا گیا تھا کہ داستان اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف کے قریب کی تصنیف ہے اور مصنف دلی کا رہنے والا تھا۔ ڈاکٹر پرکاش مونس نے دریافت ۸ کیا کہ عیسوی خان ریاست نرور (نزد گوالیار) کے راجہ چھتر سنگھ کے درباری تھے۔ انھوں نے ہندی شاعری بہاری کی ست سئی کی ہندی شرح ''رس چندرکا'' کے نام سے ۱۷۵۲ء میں لکھی۔ اس شرح کی زبان ویسی ہی ہے جیسی قصۂ مہر افروز و دلبر کی ہے۔ ہندی ساہتیہ سمیلن الہ آباد میں ایک اسکالر اجے دوبے نے مجھے بتایا کہ انھوں نے بیکنٹھ گڑھ راج لائبریری (مدھیہ پردیش) میں ''رس چندرکا'' کا ایک ایسا مخطوطہ دیکھا جس میں ہر شعر پر ہندی شرح کے ساتھ اردو حروف میں اردو شرح بھی ہے۔ یہ چھاپ دی جائے تو یہ نواب عیسوی خان کی دوسری اردو تصنیف ہوگی۔

۶۔ مظہر علی ولا و للولا ل نے فورٹ ولیم کالج میں مادھونل و کام کندلا کا اردو ترجمہ کیا۔ ولا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے لکھا کہ ان کا ماخذ موتی رام کبیشر کا برج بھاشا کا نسخہ ہے۔ ڈاکٹر پرکاش مونس کو یہ دیکھ کرا چنبھا ہوا کہ برج بھاشا میں کسی موتی رام نے مادھونل وکام کندلا لکھی ہی نہیں۔ انھوں نے کھوج کر کے پتا لگایا کہ عالم کی اودھی نظم مادھونل وکام کندلا ولا کا ماخذ ہے۔ ولا نے اس سے لفظی ترجمہ کیا ہے۔ ۹

۷۔ محمود شیرانی کو چار درویش کا ایک فارسی نسخہ مصنفہ محمد علی معصوم خاں ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۳ کا ملا۔ انھوں نے جھٹ سے محمد علی کو قصہ چار درویش کا مصنف قرار دے دیا۔ میں نے مسلم یونی ورسٹی لائبریری علی گڑھ کے حبیب گنج کلکشن میں فارسی چار درویش کا ۱۱۲۴ھ م ۱۷۱۲ء کا نسخہ دیکھا جو نہایت مفصل یعنی ۶۲۰ صفحات کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ محمد علی قصے کا مصنف نہیں محض راوی ہے۔

۸۔ شوق قدوائی نے رسالہ مخزن جنوری ۱۹۱۰ء میں اور ظہور حسن رام پوری نے رسالہ معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۷۶ء میں اپنے مضامین میں دیاشنکر نسیم پر یہ الزام لگایا تھا کہ گلزار نسیم رفعت کی فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے لیکن نسیم نے اعتراف نہیں کیا ۱۰۔ بھوپال میں شوق قدوائی کے شاگرد مجوی صدیقی کے پاس استاد کا عطا کردہ رفعت کی فارسی مثنوی گل بکاؤلی کا نسخہ ہے۔ میں نے اسے دیکھا۔ اس کی ابتدا میں واجد علی شاہ کی طویل مدح ہے جب کہ نسیم عہدِ واجد علی شاہ سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ ثابت ہوا کہ نسیم نے میکو لال رفعت کا ترجمہ نہیں کیا۔ رفعت نے گلزار نسیم سے ترجمہ کیا ہے ۱۱

۹۔ ۷ مئی ۱۹۳۸ء کے اخبار انقلاب میں اقبال کی تاریخ ولادت ۲۲ فروری ۱۸۷۳ء درج ہے۔ اسی کو عبدالمجید سالک نے ''ذکرِ اقبال'' میں تسلیم کیا ہے۔ ایک عرصے تک یہی تاریخ قبول کی جاتی تھی کہ فقیر سید وحید الدین نے روزگارِ فقیر میں ۲ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ ۹ نومبر مطابق ۱۸۷۷ء قرار دی۔ اسے اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کی تائید حاصل ہے اور حکومت پاکستان نے بھی اسی کو تسلیم کیا ہے۔ اس کی تردید اقبال کے بڑے بھائی کے داماد ڈاکٹر نظیر صوفی نے کی۔ انھوں نے ۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۷ء کے بیچ کے سیالکوٹ میونسپلٹی کے تمام ریکارڈ پیش کر کے ثابت کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ۱۸۷۷ء میں علامہ کے والد کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ انھوں نے خاندانی شہادتوں اور دوسری بنیادوں پر ثابت کیا کہ علامہ ۲۹، دسمبر ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ انکشاف اپنی کتاب ''اقبال دورنِ خانہ'' اپریل ۱۹۷۱ء میں کیا۔ ہندوستان میں انھوں نے اس کا اعادہ ہماری زبان بابت ۱۵ جنوری ۱۹۷۷ء کے مراسلے میں کیا اور اس کے بعد رسالہ تحریز ذلی بابت جولائی ستمبر ۱۹۷۹ء میں اپنے مضمون ''علامہ اقبال کی صحیح تاریخِ ولادت کیا ہے'' میں کیا۔ مالک رام صاحب بھی اسی تاریخ کو قبول کرتے ہیں۔ رسالہ نقوش لاہور اقبال نمبر ۲ بابت دسمبر ۱۹۷۷ء شمارہ ۱۲۳ میں دو مضامین چھپے ہیں ''علامہ اقبال کی تاریخِ ولادت از ڈاکٹر وحید قریشی اور ''علامہ اقبال کی صحیح تاریخِ پیدائش'' از ڈاکٹر اکبر حیدری۔ دونوں مضمون نگار ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء کے مؤید ہیں۔ تاریخ پیدائش کا یہ آخری انکشاف اس دہے کی اچھی دریافتوں میں شمار کیا جائے گا۔ ۱۲

۱۰۔ ڈاکٹر تاراچران رستوگی نے اپنے کئی مضامین میں دعویٰ کیا تھا کہ اقبال کے اجداد برہمن نہیں تھے اور سپرو کشمیری برہمنوں کا کوئی گوتر نہیں ہے ان کے دعوے کا سخت ردعمل ہوا لیکن ڈاکٹر اکبر حیدری نے اپنے ایک مضمون میں اس موقف کی تائید میں اتنے مضبوط دلائل پیش کیے کہ ان کی تردید ممکن نہیں۔ انھوں نے شافی طور پر ثابت کر دیا کہ محمد دین فوق نے اقبال کے ذہن میں یہ بات بٹھائی تھی کہ ان کے اجداد برہمن سے مسلمان ہوئے تھے۔ اس سے پہلے اقبال کو کہیں سے یہ معلوم نہ تھا۔ اقبال کا جو شجرۂ نسب بنایا گیا تھا اس کے دو مورثوں کے لیے اکبر حیدری نے ثابت کر دیا کہ دو بزرگ تمام عمر مجرد رہے تھے وہ اقبال کے اجداد کیوں کر ہو سکتے تھے۔ ۱۳

۱۱۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے ہماری زبان میں دو قسطوں میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں ثابت کیا کہ اقبال کے والد کا نام شیخ نتھو تھا بعد میں اقبال نے کسی مصلحت کے تحت اسے شیخ نور محمد بنا دیا۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے اس کے دو ثبوت دیے ہیں ۱۸۷۷ء سے ۱۸۷۶ء تک سیالکوٹ میونسپلٹی کے چار اندراجات جن میں اولادوں کے والد کا نام محض نتھو درج ہے۔ دو ایک بیع نامہ جو مارچ ۱۸۹۵ء کا لکھا معلوم ہوتا ہے اس میں خریدار کا نام تین جگہ ہے اور صرف شیخ نتھو ہے۔ ۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ بیس سال کے عرصے میں کئی اور تحقیقی دریافتیں اور انکشافات سامنے آئے ہوں گے لیکن میرے علم میں نہیں۔ اب چند قابلِ قدر تحقیقی کاموں کی یاد تازہ کر لی جائے۔

اصناف پر تحقیق:

سب سے پہلے اصولِ تحقیق کو لیجیے۔ مضامین کے مجموعوں سے صرفِ نظر کر کے میں صرف ذیل کی تین کتابوں کا ذکر کروں گا عبدالرزاق قریشی مرحوم کی مبادیاتِ تحقیق اور ڈاکٹر خلیق انجم کی متنی تنقید دونوں ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئیں اور اپنے اپنے مضمون پر پہلی اردو کتابیں ہیں۔ متنی تنقید سے مراد ترتیبِ متن ہی ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر تنویر علوی کی کتاب اصولِ تحقیق ترتیبِ متن، ۱۹۷۷ء اتنی بلند پایہ ہے کہ اب اردو میں اس سلسلے میں کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا۔

تواریخِ ادب میں تین بڑے کام ہوئے ہیں۔ علی گڑھ تاریخِ ادبِ اردو جلد اول ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ رشید حسن خاں نے تفصیل سے اس کی خامیاں آشکار کیں مگر پھر بھی دکنی ادب کی تاریخ کے لیے اس میں تفصیلی مواد تو ملتا ہی ہے۔ دوسری بڑی تاریخ ادب پنجاب یونی ورسٹی لاہور کی تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند ہے جو ۱۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی چھٹی سے دسویں جلد اردو ادب کی تاریخ ہیں: ۷۱ء اور ۷۲ء میں شائع ہوئیں۔ یہ بھی علی گڑھ تاریخ کی طرح صرف پنچایتی کام ہے یعنی ایک منصوبے کے تحت بہتوں سے لکھوائے ہوئے مضمونوں کا مجموعہ ہے اس کی چھٹی جلد کے مدیر ڈاکٹر وحید قریشی، ساتویں کے وقار عظیم اور آٹھویں تا دسویں کے گروپ کیپٹن سید فیاض محمود ہیں۔ فی الحال یہ اردو ادب کی سب سے مکمل تاریخ ہے۔ تیسری تاریخ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو جلد اول آغاز سے ۱۷۵۰ء تک ہے۔

تاریخ ادب سے ملتی جلتی چیز مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں ہیں۔ اس دور کی تین فہرستیں قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے رضا لائبریری رام پور کے اردو مخطوطات کی فہرست کئی جلدوں میں تیار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جلد اول ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جلد شائع ہوئی کہ نہیں۔ قومی زبان کراچی میں انجمن ترقی اردو پاکستان کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست چھپی تھی بعد میں اس کی دو جلدیں شائع ہوئیں۔ جلد اول ۱۹۶۵ء کے مرتبین افسر امروہوی اور سرفراز علی رضوی ہیں اور جلد دوم کے محض افسر امروہوی۔ تیسری سب سے اہم قاموسی فہرست ''جائزہ مخطوطاتِ اردو'' جلد اول مرتبہ مشفق خواجہ ہے۔ اسے مرکزی اردو بورڈ لاہور نے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔ اس منصوبے کے تحت پاکستان کے مشفق خواجہ پاکستان کے جملہ کتب خانوں کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتب کر رہے ہیں۔ ہر مخطوطے کے جو دوسرے نسخے دنیا کے کسی بھی کتب خانے میں ہیں خواجہ صاحب ان کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ جلد دو سو مخطوطات کی فہرست ہے لیکن ان کے حواشی میں ۵۸۷ دیگر نسخوں کی تفصیل ہے۔ اس طرح ۱۲۵۶ صفحات کی یہ جلد ۹۵۸ مخطوطات کی تفصیلات پیش کرتی ہے۔ ۱۵ مشفق خواجہ پاکستان کے چوٹی کے محقق ہیں اور ان کے بیانات پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔

تذکرہ نگاری پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا ڈی لٹ کا مقالہ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر حنیف نقوی کی کتاب ''اردو شعرا کے تذکرے گلشن بے خار تک'' ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی لیکن یہ مقالہ ۱۹۶۷ء میں مکمل ہو چکا تھا اور اپنے موضوع پر قابل قدر کام ہے۔ دکنی اصناف میں بدیع جسمی کی کتاب ''دکنی میں ریختی کا ارتقا'' سیر حاصل ہے اور عمیق نظر سے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب پر کہیں سنہ اشاعت نہیں دیا ہے لیکن اس میں ایک حوالہ ۱۹۶۴ء کا ہے۔ اس طرح یہ کتاب ۱۹۶۴ء کے بعد کسی وقت شائع ہوئی ہوگی۔ ڈاکٹر محمود الٰہی کو قصیدہ نگاری پر بہت پہلے ڈگری مل چکی تھی لیکن ان کا عالمانہ مقالہ ''اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ'' ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر مسیح الزماں کی کتاب ''اردو مرثیے کا ارتقا۔ ابتدا سے انیس تک'' ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ یہ ڈی لٹ کا مقالہ ہے اور تحقیق کی رو سے اپنے موضوع پر بہترین کام معلوم ہوتا ہے۔ مثنوی پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی کتاب ''ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں'' غالباً ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ مجھ کم سواد کی کتاب ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' کو ۱۹۶۹ء میں سامنے آئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہ اس دور سے پہلے کا کام ہے ہاں میں اپنی کتاب اردو کی نثری داستانیں طبع دوم ۱۹۶۹ء کو اہل نظر کے سامنے لانے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ یہ طبع اول پر اتنی وسیع ترمیم واضافے کا نتیجہ ہے کہ گویا ایک نئی کتاب بن گئی ہے۔ میں نے طبع دوم کے لیے مزید ایک سال تحقیق کی تھی۔

افراد پر کام:

اس دور میں منفرد ادیبوں پر بہت کام کیے گئے جن میں سے زیادہ اہم یہ ہیں:

ڈاکٹر حسینی شاہد نے سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ پر اپنا بلند پایہ مقالہ ۱۹۶۶ء میں یونیورسٹی میں داخل کیا لیکن یہ شائع ہوا ۱۹۷۳ء میں۔ انھوں نے اس میں اس خانوادے کا مخصوص پانچ عناصر پچیس گن کا فلسفہ پیش کیا۔ انھوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ معراج العاشقین تلاوت الوجود کا ناقص خلاصہ ہے اور اس کے مصنف ایک دوسرے بزرگ شاہ مخدوم حسینی ہیں۔ ڈاکٹر شوبر شاد جاوید وشسٹ نے وجہی پر ایک سیر حاصل مقالہ لکھ کر جامعہ ملیہ اسلامیہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ ان کا مقالہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے لیکن میری نظر سے گزر چکا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ''مرزا رفیع سودا'' ۱۹۶۶ء میں شائع کی اور یہ شیخ چاند پر اضافہ ہے۔ عتیق صدیقی کی کتاب ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' ۱۹۶۰ء میں شروع ہوئی۔ فورٹ ولیم کالج کے بارے میں جتنی مستند معلومات اس کتاب میں ہیں اتنی کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔ انھوں نے فورٹ ولیم کالج کے اصل کاغذوں اور رپورٹوں کو دیکھا۔ جموں یونیورسٹی کے ڈاکٹر شیام لال کالڑا عابد پشاوری نے ''انشا حیات اور شاعری کارنامے'' کے عنوان سے ضخیم مقالہ لکھ کر ڈگری لی۔ ان کے ممتحن ڈاکٹر محمود الٰہی اور ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے رپورٹ میں لکھا کہ ان کی نظر سے ڈاکٹریٹ کے جتنے مقالے گزرے ہیں ان میں یہ بہترین ہے۔ اس مقالے کا مختصر ایک حصہ ''انشا کے حریف اور حلیف'' اس سال شائع ہوا ہے۔ پورا مقالہ اشاعت کے انتظار میں ہے۔

ڈاکٹر نیر مسعود نے رجب علی بیگ سرور پر اپنا مقالہ ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ یہ حاصل اور جامع مقالہ ہے۔ اس دور میں مومن، ذوق، اور غالب پر چند اچھے کام کیے گئے۔ منفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے ''مومن، شخصیت اور فن'' لکھی۔ مالک رام نے ذکر غالب کا پانچواں ایڈیشن ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ غالب کی سوانح پر سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے۔ ان کے مضامین کا مجموعہ ''فسانۂ غالب'' (۱۹۷۷ء) بھی غالبیات کی تحقیقات میں خاصے کی چیز ہے۔ پاکستان میں اس دور میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، وہ میری نظر سے نہیں گزریں۔ ڈاکٹر تنویر علوی کی کتاب ''ذوق، سوانح اور انتقاد'' مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوئی۔ اس دور میں جناب مسعود حسن رضوی نے اپنے سب سے بڑے ہیروؤں واجد علی شاہ اور انیس پر کتابیں لکھیں ''سلطان واجد علی شاہ (ایک تاریخی مرقع)'' ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ رضوی صاحب کی عمر بھر کی تحقیق کا نچوڑ ہے لیکن یہ کتاب واجد علی شاہ کی صفائی میں لکھی گئی ہے۔ اس میں انھیں محاسن کی پوٹ اور معائب سے مبرا بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اسلاف میر انیس (۱۹۷۰ء) میں میر امامی سے لے کر میر خلیق اور ان کے بھائیوں تک کا تذکرہ ہے۔ (انیسیات ۱۹۷۶ء) میں انیس سے متعلق مختلف مضامین ہیں۔ مسعود صاحب کا نام ان کتابوں کے معیار کا ضامن ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر کا مقالہ مطالعۂ امیر (۶۵ء)، ڈاکٹر ظفر اوگانوی کا صفیر بلگرامی (۶۔ء) اور ڈاکٹر یونس حسنی کا ''اختر شیرانی اور جدید اردو ادب'' (۱۹۷۶ء) بھی اچھے تحقیقی مقالے ہیں۔

مفرد مصنفوں پر اور بہت سے اچھے کام ہوئے ہوں گے لیکن سردست وہ میری نظر میں نہیں۔ رسالوں نے بھی بعض ادیبوں کے بارے میں قابلِ قدر شمارے نکالے۔ تحقیق کے نقطۂ نظر سے کم از کم یہ قابل ذکر ہیں:

نیا دور لکھنؤ کا امیر خسرو نمبر ۷۴ء، نقوش کا غالب نمبر فروری ۶۹ء، صحیفہ لاہور کے ۱۹۶۹ء میں چار غالب نمبر، شاعر کا غالب نمبر ۱۹۶۹ تحریر دلی کا غالب نمبر، عیار غالب (۱۹۶۹ء) کے نام سے، پگڈنڈی امرتسر کا یلدرم نمبر ۶۱ء، تحریر دلی کا مسعود حسن رضوی نمبر (اپریل جون ۶۸ء)، معاصر کا قاضی عبدالودود نمبر (اگست ۷۶ء)

ترقی اردو بورڈ اور خسرو یادگار کمیٹی نے امیر خسرو پر ''خسرو شناسی'' کے نام سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۷۴ء میں مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا جو طوطیِ ہند پر ایک بہت اچھی تحقیقی کتاب ہے۔ غالب پر ذیل کے اشاریے تیار کیے گئے۔

دلی یونیورسٹی کا اشاریہ کلام غالب، ڈاکٹر انصار اللہ نظر کی غالب بلوگرانی، سید مرتضیٰ حسین بلگرامی: غالب نما، عبدالقوی دسنوی: غالبیات بلوگرانی، ڈاکٹر سید معین الرحمن (پاکستان) کی کتابیات۔

اقبال پر پاکستان میں ذیل کے اشاریاتی کام جاری ہیں:

۱۔ کلیدِ اقبال از ملک نذیر احمد (۱۹۶۳ء) ۲۔ کتابیاتِ اقبال از خواجہ عبدالوحید ۳۔ کتابیاتِ اقبال از رفیع الدین ہاشمی ۴۔ اقبال کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ از ڈاکٹر سید معین الرحمن ۵۔ اشاریۂ کلام اقبال از ڈاکٹر صدیق شبلی ۶۔ آئینۂ اقبال از نسیم۔ فاخر یہ اشاریے مختلف نوعیت کے ہیں۔

ترتیبِ متن:

اس دور میں ترتیب و تدوینِ متن نے بہت ترقی کی۔ ترتیبِ متن کا پہلا اور سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ صحیح متن چھاپ دیا جائے۔ اگر یہ قابلِ اطمینان حد تک سرانجام پاتا ہے تو مرکزی مقصد حاصل ہو جاتا ہے لیکن ترتیبِ متن کے مکمل کام وہ ہیں جن کے شروع میں ایک تحقیقی مقدمہ ہو اور آخر میں حواشی۔ اگر تخلیقی ادب، بالخصوص شعری ادب کو ترتیب دیا ہے تو اہم اختلافاتِ نسخ کا دینا بھی ضروری ہے کیوں کہ ان حوالوں کے بغیر کام ادھورا معلوم ہوتا ہے۔ ترتیب کے چند اچھے کام جن کا مجھے علم ہے حسب ذیل ہیں:

ڈاکٹر اکبر حیدری نے ذخیرۂ محمود آباد سے لے کر دیوانِ میر مکتوبہ ۱۲۰۳ھ کو ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ اسی کو ۱۹۸۰ء میں نقوش لاہور نے چھاپا ہے۔ اس کی ابتدا میں انھوں نے ۱۴۳ صفحات پر مغز تحقیقی مقدمہ لکھا اور متن میں فٹ نوٹ کی جگہ حواشی لکھے۔ ترتیبِ کلام کے بہترین نمونے غالب کی صد سالہ برسی کے سلسلے میں سامنے آئے۔ غالب کے اردو کلام کے نقشِ اول کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایڈیشن ہندوستان اور پاکستان میں نکلے۔ ستمبر ۱۹۶۹ء میں یا اس سے بھی پہلے اکبر علی خاں عرشی زادہ نے اسے نسخۂ عرشی زادہ کے نام سے شائع کیا۔ یہ ترتیبِ متن کے جملہ تقاضوں کو کما حقہ، پورا کرتا ہے۔ نقوش کا اکتوبر ۱۹۶۹ء کا شمارہ بیاضِ غالبؔ بہ خطِ غالبؔ ہے۔ نثار احمد فاروقی نے مرتب کیا ہے۔ ان کا مقدمہ بھی عالمانہ ہے۔

قدامت کے اعتبار سے غالبؔ کے کلام کا دوسرا مجموعہ وہ نسخۂ بھوپال ہے جس سے ۱۹۲۱ء میں نسخۂ حمیدیہ چھاپا گیا تھا۔ اس میں منسوخ اور متداول کلام کو اس طرح گڈمڈ کر کے چھاپا گیا تھا کہ مخطوطے کی انفرادیت جاتی رہی تھی اس غرض سے بھوپال میں ڈاکٹر ابو محمد سحر اور ڈاکٹر حامد حسین نے نسخۂ حمیدیہ کی از سرِ نو ترتیب شروع کی اور کام پورا کر لیا۔ انھیں معلوم ہوا کہ ۱۹۶۹ء میں لاہور سے حمید احمد نے نسخۂ حمیدیہ شائع کر دیا ہے انھوں نے اپنا کام روک دیا۔ حمید احمد خان نے نسخۂ حمیدیہ کے مخطوطے کی شافی طور پر تشکیل کر لی ہے اور ترتیب کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کیا ہے لیکن انھیں اپنے کام کا نام نسخۂ حمیدیہ نہیں رکھنا چاہیے تھا کیوں کہ وہ نواب حمید اللہ خان کے نام پر ایک مخصوص ایڈیشن کا نام تھا جس میں متداول اور غیر متداول دونوں کلام شامل تھے۔ قدامت کے اعتبار سے اردو کلام کا نقشِ ثالث نسخۂ شیرانی ہے جو اصل عکس کے ساتھ ۱۹۶۹ء ہی میں شائع کیا گیا۔ نسخۂ حمیدیہ اور نسخۂ شیرانی دونوں مجلسِ ترقی ادب لاہور نے شائع کیے۔

غالبؔ کے کلام کا نقشِ ثالث گلِ رعنا ہے جس میں اردو فارسی دونوں کا انتخاب ہے۔ مالک رام نے اسے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا اور لاہور سے سید وزیر حسن عابدی نے ظاہراً دسمبر ۱۹۶۹ء میں لیکن دراصل ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ لاہور ایڈیشن غالبؔ کے قلمی نسخے سے تیار کیا گیا ہے۔ مالک رام کا ایڈیشن اصولِ ترتیب کے لحاظ سے چوتھی کا کارنامہ ہے۔

ڈاکٹر تنویر علوی نے کلیاتِ شاہ نصیر تین جلدوں میں مرتب کیا جس کی پہلی جلد مجلسِ ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کی۔ ۱۹۷۷ء تک بقیہ دو جلدیں غیر مطبوعہ تھیں۔ ان ہی کے مرتبہ کلیاتِ ذوق پر انھیں ڈی لٹ کی ڈگری ملی اور یہ دو جلدوں میں ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی۔ مجلس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترقی ادب لاہور نے دوسرے کئی دیوان اور کلیات شائع کیے جو میری نظر سے نہیں گزرے۔ ان میں ڈاکٹر اقتدا احسن کا مرتبہ کلیاتِ قائم چاند پوری' نیز کلیاتِ جرأت شامل ہیں۔

مثنویوں کی ترتیب میں ایک تاریخ ساز کارنامہ فخر دین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی ترتیب ہے جو ڈاکٹر جمیل جالبی نے کی۔ پاکستان میں اس کی اشاعت ۱۹۷۳ء میں اور ہندوستان میں ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ اردو کی یہ قدیم ترین مثنوی اور قدیم ترین کتاب ایک وحید نسخے کی بنا پر تیار کی گئی ہے۔ اس کے مخطوطے میں تمام اشعار ایک سلسلے میں اور ایسے برے خط میں لکھے ہیں کہ انھیں پڑھنا نہایت دشوار ہے۔ جالبی نے ایک صفحے پر اصل خط اور دوسری طرف اپنی قرأت دی ہے۔ اسے پڑھ لینا ہی اتنی بڑی تحقیق ہے کہ اگر اس ایڈیشن میں محض متن ہوتا تو بھی نہایت عالمانہ کام ہوتا لیکن انھوں نے مقدمہ، مفصل فرہنگ اور حواشی وغیرہ بھی دیے ہیں۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں اور نور الحسن ہاشمی نے ۱۹۶۵ء میں افضل کی بکٹ کہانی شائع کی۔ مسعود حسین خاں نے نارش حسین رضوی کے اشتراک کے ساتھ ۱۹۷۲ء میں مثنوی ماہ نامہ ترتیب دے کر شائع کی۔ یہ سب ترتیبِ متن کے اچھے نمونے ہیں۔ رشید حسن خان نے مکتبہ جامعہ کے لیے گلزار نسیم مرتب کر کے ۱۹۶۵ء میں شائع کی۔ ڈاکٹر فضل امام نے تسلیم کی مثنویاں نجر عشق ۱۹۷۴ء میں اور نغمۂ مسلسل عرف گوہر انتخاب ۱۹۷۲ء میں شائع کیں۔ یہ دونوں ایک ایک نسخے کی بنا پر ترتیب دی گئی ہیں۔

انیس صدی کے سلسلے میں مراثی انیس کی کئی ترتیبیں ہوئیں۔ تحقیقی اعتبار سے ڈاکٹر اکبر حیدری کی باقیات انیس جلد اول (۱۹۷۹ء) قابل ذکر ہے۔ اقبال کا غیر متداول کلام ماضی میں بہتوں نے شائع کیا۔ ان سب کو باقیاتِ اقبال کے تیسرے ایڈیشن میں مجتمع کر دیا ہے۔ یہ ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ مرتب اول سید عبدالواحد معینی کے کام پر محمد عبداللہ قریشی نے قابلِ قدر ترمیم و اضافہ کیا ہے۔

داستانوں میں قصہ مہر افروز و دلبر مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں کا ذکر اوپر کیا جا چکا۔۔۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باغ و بہار کو رشید حسن خان نے مکتبۂ جامعہ کے لیے ترتیب دیا۔ اس کی صحتِ متن اور فرہنگ قابلِ توجہ ہیں۔ فسانۂ عجائب کو ۱۹۶۹ء میں اطہر پرویز نے مرتب کیا۔ اس کا تحقیقی مقدمہ اور فرہنگ قابلِ قدر ہیں۔ فسانۂ عجائب کی ترتیب میں سب سے بیش بہا ڈاکٹر محمود الٰہی کا فسانۂ عجائب کا بنیادی متن ۱۹۷۳ء ہے۔

غیر داستانی نثر میں مالک رام نے ترتیب کے چونکا دینے والے کام کیے۔ مختار الدین احمد کی دریافت کی ہوئی کربل کتھا کو مالک رام اور مختار الدین احمد نے ترتیب دے کر ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ ساہتیہ اکادمی نے مالک رام کو مولانا آزاد کی کتابیں ترتیب دینے پر مامور کیا۔ انھوں نے غبارِ خاطر ۱۹۶۷ء میں، تذکرے کو ۱۹۶۸ء میں اور اس کے بعد خطباتِ آزاد کو مرتب کیا۔ ان کتابوں کے حواشی دیکھیے، ہوش اڑ جاتے ہیں۔ غبارِ خاطر کے حواشی ۱۲۷ صفحات پر اور تذکرے کے ۲۰۲ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں مولانا نے عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں شعر لکھے ہیں اور متعدد افراد کا ذکر کیا ہے۔ مرتب نے اشعار کے مصنفوں کے نام تلاش کیے۔ حسبِ ضرورت ان کے متن کی درستی کی اور متذکرہ افراد پر حواشی لکھے۔ غرض یہ کہ ان تمام کتابوں میں مالک رام نے ترتیبِ متن کا ایسا بلند معیار قائم کیا ہے کہ وہاں تک دوسروں کا پہنچنا مشکل ہے۔ قاضی عبدالودود نے غالب صدی کے سلسلے میں قاطعِ برہان و رسائلِ متعلقہ، شائع کی۔ متن صحت سے پیش کیا گیا ہے لیکن مقدمے میں وعدہ کیا ہے کہ حواشی دوسری جلد میں ہوں گے۔ وہ جلد آج تک نہ آئی، اس طرح یہ کام نامکمل رہ گیا۔

اس دور میں کثرت سے تذکروں کو ڈھنگ سے مرتب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد نے حیدری کا تذکرہ گلشنِ ہند ۱۹۶۶ء میں اور آزاد کا تذکرہ ۱۹۷۰ء میں ترتیب دیا۔ مشفق خواجہ نے سعادت خاں ناصر کے تذکرے ''خوش معرکۂ زیبا'' کی جلد اول ۱۹۷۰ء میں اور جلد دوم ۱۹۷۲ء میں ترتیب دے کر شائع کی۔ جلد سوم تعلیقات پر مشتمل ہنوز ابھی تک نہیں آئی۔ نثار احمد فاروقی نے قیام الدین حیرت کے مقالات الشعرا کو ۱۹۶۸ء میں دلی سے اور قدرت اللہ شوق کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرے طبقات الشعرا کو اسی سال لاہور سے شائع کیا۔ دوسری جلد میں طبقات الشعرا کے حواشی آنے تھے لیکن میری معلومات کی حد تک ابھی تک نہیں آئے۔ تعلیقات تیار کرنا مشکل کام ہے اس لیے انھیں دوسری جلد کے لیے ملتوی کر دیا جاتا ہے اور وہ جلد برسوں تک یا کبھی نہیں آتی۔ قاضی صاحب کی بُرہانِ قاطع اور رسائل متعلقہ، مشفق خواجہ کے خوش معرکہ زیبا اور نثار احمد فاروقی کے طبقات الشعرا کی یہی صورت حال ہے۔ تعلیقات اور حواشی کا مقصد ہے کہ متن کے متعلقہ حصے کے ساتھ ہی انھیں پڑھا جائے۔ پہلے زمانے میں حاشیے میں نوٹ لکھنے کا مقصد یہی تھا کہ دونوں پر ایک ساتھ نظر ڈال لی جائے۔ فٹ نوٹ میں لکھنے سے بھی یہی مقصد حل ہو جاتا تھا، لیکن اب باب یا کتاب یا پورے متن کے بعد جو تعلیقات یا اختلافِ نسخ درج کیے جاتے ہیں ان میں قباحت یہ ہے کہ قاری متن کے ساتھ ساتھ حاشیے کو نہیں دیکھتا اور اگر یہ تعلیقات و حواشی کسی دوسری جلد میں دیے جائیں تو ان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے کیوں کہ متن والی جلد میں حاشیے کا پتا ہی نہیں۔ نثار احمد فاروقی نے ''تین تذکرے'' یعنی شاہ کمال کے مجمع الانتخاب، شفیق کے گلِ رعنا اور شوق کے طبقات الشعرا کی تلخیص دی۔ ڈاکٹر حفیظ قیل نے مرزا افضل بیگ قاقشال کے تحفۃ الشعرا کو ۱۹۶۱ء میں حیدرآباد سے شائع کیا۔

کئی تذکرے جو پہلے ناظر خواہ مرتب نہ ہوئے تھے ان کو نئے نسخوں کی مدد سے دوبارہ مدون کیا گیا۔ ڈاکٹر اقتدا حسن نے قائم کے مخزن نکات کے نسخۂ کندن کو ۱۹۶۶ء میں اور ڈاکٹر محمود الٰہی نے میر کے نکات الشعرا کے نسخۂ پیرس کو ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے میر حسن کے تذکرہ شعرائے اردو کو ۱۹۷۹ء میں اور مصحفی کے تذکرۂ ہندی کے نسخۂ ندوۃ العلما کو ۱۹۸۰ء میں ترتیب دیا۔ کلیم الدین احمد نے دو تذکرے (۱۹۵۹ء) میں عشقی و شورش کا ملغوبہ مرتب کیا تھا یعنی دونوں تذکروں سے ہر شاعر کے احوال کو ایک ساتھ دیا تھا۔ یہ صحیح طریقہ نہیں۔ اس سے تذکرے کی انفرادیت گم ہو جاتی ہے۔ انھیں نسخۂ شورش کا ناقص نسخہ ملا تھا۔ ڈاکٹر محمود الٰہی کو اس کا بہتر اور مکمل نسخہ ملا ہے اور وہ اسے شائع کرنے والے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تفصیل ہے پچھلے بیس برسوں کے ان تحقیقی کاموں کی جو میرے علم میں ہیں اور قابل قدر ہے۔ معیار کا اندازہ تب ہی ہوگا جب منھ کا مزہ بدلنے کے۔ یہ دوسرے انتہا کے کاموں کا بھی کچھ ذکر کر لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ساقط المعیار کاموں کی تعداد معیاری کاموں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے لیکن افسوس یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ بعض معروف ادیب بھی معیار کی نگہداشت نہیں کرتے۔ ڈگری کے لیے لکھے ہوئے تین استادوں کے شائع شدہ کا ذکر کرتا ہوں۔

ڈاکٹر فردوس فاطمہ نصیر نے ۵۵ء یا ۵۶ء میں پٹنہ یونی ورسٹی سے جدید اردو افسانہ نگاری پر ڈی لٹ کی ڈگری لی۔ ان کا مقالہ ''مختصر افسانے کا فنی تجزیہ'' کے نام سے ۷۶ء کے پاس شائع ہوا۔ حریفوں نے تحقیق کی کہ اس میں بہت کچھ دوسری کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ مقدمۂ شعر و شاعری کے بہت سے پیراگراف اس طرح سمو لیے ہیں کہ جہاں 'شاعری' کا لفظ تھا وہاں 'افسانہ' کر دیا۔ ڈاکٹر سید محمد علی زیدی کے مقالے ''مطالعۂ داغ'' (۱۹۷۴ء) کے بارے میں بحث چلی تھی کہ اس میں ڈاکٹر ابو محمد سحر کے مقالے ''مطالعۂ امیر'' سے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحیم جاگیردار کو ''اردو نثر کا دہلی دبستان'' (دسمبر ۱۹۷۵ء) پر کولھاپور یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ پوری کتاب دوسروں کے اقتباسات سے بھری ہوئی ہے۔ مصنف (مولف؟) کے قلم سے چند سطور ہی نکلی ہیں۔

ترتیبِ متن کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں لیکن یہ کام بعض ان عمائدین نے اپنے ہاتھ میں لیا جنھیں اس سے طبعی مناسبت نہیں ہے۔ رشید حسن خاں اپنے بے نظیر رنگ میں لکھتے ہیں:

> ''کچھ دنوں سے تحقیق کی طرف رجحان بڑھ گیا ہے اور اس کی اہمیت پر زور دیا جانے لگا ہے۔ اب اکثر لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر وہ اس شعبے میں بھی صاحبِ تصنیف بن گئے تو قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے گا اور بعض دوسرے فائدوں کے لیے ایک اور دروازہ کھل جائے گا... ان ہی میں کچھ لوگ وہ ہیں جو ادب کے کسی ایک شعبے میں شہرت رکھتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہوس نے آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔مثلاً ایک صاحب ڈرامے،افسانے یا ناول پر اچھی نظر رکھتے ہیں،اس کے بجائے کہ وہ ان ہی موضوعات پر بیان یا کے متعلقات پر مزید توجہ صرف کریں وہ سوچتے ہیں کہ مثلاً تذکرے ن کی نگاہِ توجہ سے کیوں محروم رہیں اور پھر قدیم دواوین کو مرتب کرنا بھی تو ایک تو کام ہے۔اس سے بھی کیوں نہ نپٹ لیا جائے۔یہ حضرات علم اور ریاضت سے زیادہ ہاتھ کی صفائی پر ایمان رکھتے ہیں۔تھوڑا سا سماجی پس منظر دکھا دیا،کچھ لسانیاتی انداز کی گفتگو کر لی،کسی طالبِ علم سے اصل متن نقل کرالیا اور باقی کام تو کاتب کر ہی لیا کرتا ہے۔''۱۵

بعض بڑے نقادوں نے سوچا کہ کسی متن کو کاتب کے حوالے کر دیا جائے اور اس پر دس پانچ صفحوں کا مقدمہ لکھ دیا جائے تو مرتبِ متن کہلانے کا استحقاق مل گیا۔کلیم الدین احمد نے دو تذکرے چھاپے۔ڈاکٹر محمد حسن نے دیوان آبرو اور کلیاتِ سودا نسخۂ جانسن ترتیب دیے لیکن یہ ترتیب محض طباعت اور ایک غیر تحقیقی دیباچے تک محدود ہے۔حواشی یا اختلافِ متن میں سرنہیں کھپایا گیا۔یکم جنوری ۱۹۶۹ء کے ہماری زبان میں صفحہ ۶ پر ایک بلند بانگ جلی حروف میں اشتہار دیا ہے۔

''محمود شیرانی،عبدالحق اور پروفیسر مسعود حسن رضوی کے دبستانِ تحقیق کا ایک نمونہ استاد شاہ عالم ثانی جگت گرو حافظ عبدالرحمٰن کا کلیات جس کو ڈاکٹر رقعیہ سلطانہ نے ... تہذیب ...''

یہ شاہکار ستمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔ترتیبِ متن کا یہ سب سے نچلا نکتہ ہے۔اس میں متن تو بالکل اس طرح چھاپ دیا ہے جیسے قلمی نسخے میں رہا ہوگا یعنی ۱۹۶۸ء میں یائے معروف و مجہول کی تمیز نہیں کی گئی۔پورے دیوان میں یائے مجہول کو یائے معروف لکھا ہے مثلاً:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیتاب و بی قرار ہوں کس طرحسی نہ میں

بیدل سے اپنی آپ ہیں۔ بےزار بی طرح

ہونا چاہیے تھا:

بےتاب و بےقرار ہوں کس طرح سے نہ میں

بےدل سے اپنے آپ ہیں بےزار بےطرح

جگہ جگہ اشعار میں جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے یعنی لفظ پڑھا نہ جا سکا تو کوئی پروا نہیں کی۔

مقدمے میں کتنے اشعار غیر موزوں کر کے لکھے ہیں مثلاً

شاہ جیلاں کے غلاموں میں ہم ہیں

رتبہ اپنا ہے بلند اور ولی ہمت پست

شعر جاہل سناتا ہوں مجھے ایک قطعے میں پڑھ کر

کہ تو عالم سے بہتر ہے یہ نقشہ اب ہے عام کا

دونوں اشعار کے پہلے مصرعے غیر موزوں ہیں۔ پورے دیوان میں اختلاف نسخ بے

شمار نہیں رکھا جس کی وجہ سے یہ کام ترتیبِ متن کا اچھا نمونہ نہیں ہے۔

معیار کے تعین اور ترفیع میں معترضوں نے کچھ کم سب سے کارگر رول ادا کرتے

ہیں۔ عجلت پسندوں اور غافلوں کی تنبیہ کا کام دو شخصوں نے سب سے زیادہ کیا ہے۔ قاضی

عبدالودود اور رشید حسن خاں۔ قاضی صاحب نے متعدد مضامین میں متعدد تحقیقی مقالوں اور مقالہ

نگاروں کی خبر لی۔ بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیے۔ ان کے ایسے مضامین کے دو مجموعے بھی شائع

ہو چکے ہیں۔ عیارستان ہمارے زیرِ نظر دور سے پہلے اور اشتر وسوزن ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ رشید

حسن خاں نے اس قسم کے بہت سے مضامین لکھے ہیں جن میں سے چار ان کے ادبی مجموعے

ادبی تحقیق مسائل اور تجزیے" میں شامل ہیں۔ ان میں دیوان غالب صدی ایڈیشن مرتبہ مالک

رام، اردو شاعری کا انتخاب، مرتبہ ڈاکٹر زور، تاریخ ادب اردو از ڈاکٹر جمیل جالبی اور علی گڑھ تاریخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادب اردو پر ان کے مضامین تاریخی حیثیت کے ہیں۔ ان تبصروں نے زیرِ نظر کتاب اور مرتب کی ساکھ کو بہت دھچکا پہنچایا اور رشید حسن خاں کو ایک اہم اور مستند محقق کے طور پر مشہور کیا۔ ڈاکٹر عبدالحق نے ۱۹۷۷ء میں انتخاب حاتم شائع کیا اس پر ڈاکٹر شیام لال کالڑا عابد پشاوری نے ایک طویل معترضانہ تبصرہ لکھ دیا جو نوائے ادب کے تین شماروں: جولائی ۱۹۷۸ء، اکتوبر ۱۹۷۸ء اور اپریل ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۸۰ء میں یہ ''نقطے اور شوشے'' کے نام سے کتابی صورت میں سامنے آ گیا ہے۔

تحقیق و تدوین کا معیار اونچا اٹھانے میں معترضانہ تحقیق نے جو خدمت انجام دی ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیق کی پوری تاریخ میں تنہا قاضی عبدالودود نے جس بلا کے حزم، احتیاط کا درس دیا ہے بلکہ تادیب و تنبیہ کی ہے اس کی نظیر نہیں۔ اس سلسلے میں دوسرا نام رشید حسن خاں کا ہے۔ دونوں محققوں کا حال یہ ہے کہ بڑے ناموں سے مرعوب نہیں ہوتے اور ان کے کارناموں کو اس طرح نوچتے، کھسوٹتے اور جھنجھوڑتے ہیں کہ وہ اپنے استقام کے ساتھ بالکل عریاں ہو جاتے ہیں۔

تحقیق اور تدوین کے بہتر کام وہ محقق کر رہے ہیں جو نسبتاً تجربہ کار ہیں۔ نیا نیا ایم۔اے کر کے جو پرجوش اسکالر پہلی ڈگری کے لیے کام کرتے ہیں وہ عموماً اتنے پختہ نہیں ہوتے۔ ان بیس برسوں نے اردو کے کئی معتبر محقق ہمیں دیے ذیل میں ایسے نام شمار کرائے جاتے ہیں جن کا کوئی تحقیقی کام ۱۹۶۰ء سے پہلے سامنے نہیں آیا لیکن اب ان کے کئی کام (اگر کتابیں نہیں تو کم از کم ایک کتاب اور کچھ مضامین) سامنے آ چکے ہیں۔ ان سب کی شہرت محقق کی حیثیت سے ہے اور ان کا مزاج محققانہ ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر مختارالدین احمد، رشید حسن خاں، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، اکبر علی خاں عرشی زادہ، ڈاکٹر محمود الٰہی، ڈاکٹر تنویر علوی، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر اکبر حیدری، مشفق خواجہ، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر ابومحمد سحر، ڈاکٹر محمد انصاراللہ نظر، ڈاکٹر نورالحسن نقوی، ڈاکٹر حنیف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد نقوی، ڈاکٹر شیام لال کالڑا عابد پشاوری اور کالی داس گپتا رضا۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں کا نام اس فہرست میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ ۱۹۶۰ء سے پہلے ان کی حیثیت ایک لسانی محقق کی تھی جہاں تک مجھے علم ہے انھوں نے اور ڈاکٹر مختار الدین احمد نے ۱۹۶۰ء تک اپنے تحقیقی کام شائع نہیں کیے تھے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد ۱۹۵۵ء ہی میں کربل کتھا دریافت کر چکے تھے لیکن اس کی اشاعت ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ ڈاکٹر محمود الٰہی قصیدہ نگاری پر اپنا کام اس دور سے پہلے کر چکے تھے لیکن وہ بھی شائع اسی دور میں ہوا۔

پاکستان کے محققین میں مشفق خواجہ اور جمیل جالبی کے علاوہ افسر امروہوی، کلب علی خاں فائق، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، سید قدرت نقوی، خلیل الرحمن داؤدی، مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی اور ڈاکٹر اقتدا حسن بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے بیشتر نے ترتیبِ متن پر خصوصی توجہ دی ہے لیکن میں نے ان کے جملہ کاموں کو بہت کم دیکھا ہے اس لیے ان کے تحقیقی معیار پر کوئی رائے نہیں دے سکتا۔

گزشتہ بیس سال کی تحقیق و تدوین کے اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو تحقیق کا معیار برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ محققوں کی دوسری اور تیسری نسل سے ناامید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کثرتِ مقدار کے باعث کم معیار کام زیادہ ہیں لیکن شاعری، ناول، افسانہ اور تنقید میں بھی یہی ہوتا ہے۔ تحقیق کے منتخب کاموں کو دیکھا جائے تو وہ کافی مقدار میں ہیں اور اطمینان بخش معیار کے بھی۔

حواشی:

۱۔ شاہ امین الدین علی اعلیٰ، حیات اور کارنامے ۱۹۷۳ء ص ۲۵۔

۲۔ سلاطینِ مغلیہ کا نیا کلام از ڈاکٹر نذیر احمد۔ فکر و نظر جنوری ۱۹۶۴ء بحوالہ حاشیہ نمبر ۳ مابعد۔

۳۔ عہدِ ہمایوں و اکبر کی دو غزلیں از امیر حسن عابدی رسالہ تحریر ۱۹۶۸ء شمارہ ۲، ص ۲۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ پربودھ چنداودے اور دستور عشاق از دیوی سنگھ چوہان مراٹھی پتر کا اپریل ۱۹۶۹ء بہ حوالہ

مابعد حاشیہ نمبر ۵

۵۔ قصہ حسن و دل مختلف زبانوں میں از ڈاکٹر نورالسعید اختر شیرازہ جلد نمبر ۸۵ شمارہ ۲۔

۶۔ سب رس کا تنقیدی جائزہ ۱۹۷۵ء ص ۵۸۔

۷۔ لسانی و تحقیقی مطالعے از ڈاکٹر عبدالغفار شکیل ۱۹۷۵ء ص ۱۱۵۔

۸۔ اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر از ڈاکٹر پرکاش مونس ۱۹۷۸ء ص ۳۳۲۔

۹۔ اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر از ڈاکٹر پرکاش مونس ۱۹۷۸ء ص ۳۸۸۔

۱۰۔ اردو کی نثری داستانیں طبع دوم، ص ۱۶۷۔

۱۱۔ گلزار نسیم کا ماخذ از گیان چند، ہماری زبان ۲۲/اکتوبر ۶۰ء نیز اردو مثنوی شمالی ہند میں ۱۹۶۹ء، ص ۴۲۸۔

۱۲۔ اس پارے کی بیشتر معلومات کا فوری ماخذ یہی دو مضامین ہیں۔

۱۳۔ اقبال سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ۔ ہماری زبان ۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء۔

۱۴۔ اقبال کے والد شیخ نتھو کا سفر نور محمد ان پڑھ فلسفی تک۔ ۱۵ اور ۲۲/اگست ۱۹۸۰ء۔

۱۵۔ بحوالہ جائزہ مخطوطات اردو جلد اول ۱۹۷۹ء لاہور ص ۱۳۳۶۔

۱۶۔ ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، ص ۴۷۔

☆☆☆☆☆☆

(مشمولہ سہ ماہی "اردو" کراچی، انجمن ترقی اردو، پاکستان شمارہ ۲، ۱۹۸۴ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیان چند

ہندوستان میں اردو تحقیق

(رفتار و معیار)

ادب کی دوسری اصناف ور جحانات کی طرح تحقیق بھی یکا یک خلا میں سے پیدا نہیں ہو جاتی۔ اس کا ارتقا ہوا ہے۔ اردو تنقید کے ارتقا کے تعاقب میں ہم وجہی کی مثنوی قطب مشتری کے بیانِ شعر، فائز اور آگاہ کے دواوین کے مقدموں اور شاعروں کی معرکہ آرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں لیکن نئی تنقید کی ابتدا مقدمۂ شعر و شاعری سے ہوتی ہے۔ اسی طرح تحقیق کا تخم تذکروں میں ملتا ہے، اس کا ''انکر'' ابتدائی تواریخِ ادب میں پھوٹ کر نمودار ہوتا ہے۔ کہا جائے گا کہ تذکروں اور ابتدائی ادبی تاریخوں میں تحقیق سے زیادہ عدم تحقیق کی غمازی ہوتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی حد تک اتفاق ہے، پورا اتفاق نہیں۔ جب بھی کسی ادیب کے حالات لکھنے کی پہلی کوشش کی گئی تحقیق وجود میں آ گئی، وہ ہزار پس ماندہ سہی۔

سرسید نے ۵۶-۱۸۵۵ء میں آئینِ اکبری کی جدید خطوط پر تصحیح و ترتیب کی لیکن اول تو یہ کام فارسی کا تھا اردو کا نہیں، پھر یہ تاریخ کا کام تھا، ادب کا نہیں اس لیے ہم اسے اردو تحقیق کا نقطۂ آغاز نہیں کہہ سکتے۔ جدید اردو تحقیق اور اس کی شاخ تدوین دونوں کی بسم اللہ بیسویں صدی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے دہے میں ہوتی ہے۔ [1] حسرت موہانی نے علی گڑھ کالج کی انجمنِ اردوئے معلّٰی میں بعض شعرا کے حالات پر مضامین پڑھے مثلاً ۱۹۰۲۔۱۹۰۱ء میں نسیم دہلوی، رند، منیر اور سالک پر۔ طالب علی خان بخشی پر ان کا مضمون مخزن ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ جولائی ۱۹۰۳ء میں انھوں نے اپنا رسالہ اردوئے معلّٰی [2] جاری کیا اور اس میں شعرا کے حالات اور تنقید کلام لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں شاہ حاتم کے، اور دسمبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں میر محمدی بیدار کے حالات لکھے۔ انھوں نے دوسرے لوگوں سے بھی شعرا پر مضامین لکھوا کر اپنے پرچے میں شائع کیے۔ مثلاً دسمبر ۱۹۰۵ء کے شمارے میں نے احسن اللہ بیان پر لکھا حسرت موہانی کے لکھے ہوئے حالات کو تذکروں کی توسیع کہنا مناسب نہ ہوگا۔ انھوں نے جولائی ۱۹۰۳ء کے شمارے میں اپنے ماخذ کے طور پر دس تذکروں، آبِ حیات، شعرا کے دواوین اور بیاضوں سے استفادے کا اعتراف کیا ہے [3]

۱۹۰۶ء میں مولانا شبلی نے لطف کا تذکرہ گلشنِ ہند مرتب کر کے شائع کیا۔ اس پر مولوی عبدالحق پرنسپل مدرسۂ آصفیہ حیدرآباد نے اکتوبر ۱۹۰۶ء میں مقدمہ لکھا۔ اگر حسرت موہانی کے حالاتِ شعرا کو جدید تحقیق کا بانی تسلیم کرنے میں تامل ہو تو مولوی عبدالحق کے مذکورہ بالا مقدمے کو بالیقین اردو کا پہلا جدید تحقیقی مضمون ماننا پڑے گا۔ اس دور کے لحاظ سے اس میں قابلِ قدر تحقیقی معلومات ملتی ہیں۔ اس کے بعد تدوین میں ۱۶ سال کا وقفہ ملتا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں حبیب الرحمن خاں شروانی نے میر کے تذکرے نکات الشعرا اور میر حسن کے تذکرہ شعرائے اردو کی تدوین کی اور اس کے بعد مولوی عبدالحق نے کئی تذکرے ترتیب دیے۔ تذکروں کے ساتھ ساتھ انھوں نے نثر و نظم کے کئی متون مرتب کیے، مثلاً معراج العاشقین ۱۳۴۳ھ/۱۹۱۴ء میں، باغ و بہار ۱۹۳۱ء میں، سب رس ۱۹۳۲ء میں، قطب مشتری ۱۹۳۹ء میں۔ اپنے دور کی معلومات کے پیشِ نظر ان پر مفید تحقیقی مقدمے لکھے۔ آج کے معیار سے یہ تدوین بے عیب نہیں لیکن اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے سارے تذکروں اور تخلیقی ادب کے متون کو اچھی خاصی (گو بہترین نہیں) بنیاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ں سامنے لاکر بڑی خدمت انجام دی ہے۔

بیسویں صدی کے ربع اول میں دکنی ادب کی بازیافت تحقیق میں سب سے اہم اضافہ ہے۔ عبدالجبار خاں صوفی ملکاپوری نے ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں دو جلدوں میں محبوب الرحمٰن تذکرۂ شعرائے دکن شائع کیا۔ یہ نظام سادس میر محبوب علی خاں کے نام پر موسوم ہے۔ اس میں کئی سو دکنی شعرا کا ذکر ہے۔ اس کے بعد نصیرالدین ہاشمی کی دکن میں اردو (۱۹۲۳ء)، شمس اللہ قادری کی اردوئے قدیم (۱۹۲۵ء)، ڈاکٹر زور کی اردو شہ پارے (۱۹۲۹ء) اور مولوی عبدالحق کی اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام (۱۹۳۳ء) نے دکنی ادب کو اردو کی تاریخ کا درخشندہ باب بنا دیا۔ آخرالذکر کتابچہ بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر کی اچھی مثال ہے۔ دوسری تواریخ ادب میں محمد یحییٰ تنہا کی سیرالمصنفین (۱۹۲۲ء)، رام بابو سکسینہ کی تاریخ ادب اردو (انگریزی ۱۹۲۷ء، اردو ترجمہ ۱۹۴۰ء) اور حامد حسن قادری کی داستان تاریخ اردو (۱۹۳۱ء) اپنی تفصیلات کے لحاظ سے قابل قدر ہیں۔

اس دور میں مفرد ادیبوں کے بارے میں تحقیقی اعتبار سے چند اہم کتابیں لکھی گئیں جن میں سے دو دکنی شعرا سے متعلق ہیں: مولوی عبدالحق کی نصرتی، ملک الشعرائے بیجاپور اور ڈاکٹر زور کی سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۹۳۰ء)۔ غالبؔ کے تعلق سے تین اہم ترین سوانح حیات بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں سامنے آئیں۔ غلام رسول مہر نے ''غالبؔ'' ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ، شیخ محمد اکرام نے غالبؔ نامہ ۱۹۳۶ء میں اور مالک رام نے ذکر غالبؔ ۱۹۳۸ء میں شائع کیں لیکن جدید تحقیقی مقالوں کے انداز پر پہلی کتاب شیخ چاند کی ''سودا'' ۱۹۲۶ء میں سامنے آئی۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ تھا جو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے لکھا گیا تھا۔ معلوم نہیں کیوں اس پر ڈگری نہیں ملی یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ یونی ورسٹی میں داخل کیا گیا تھا کہ نہیں۔ یہ سکہ بند ''حیات اور کارنامے'' قسم کے مقالوں کا مورثِ اعلیٰ ہے۔ پہلی بار اس میں تاریخی پس منظر کا باب شامل کیا گیا۔

آزادی سے پہلے یوں تو دکنی کے متعدد مخطوطات ترتیب دے کر شائع کیے گئے لیکن دو بڑے شاہکار جو کئی مخطوطات کی مدد سے محنت شاقہ سے ترتیب دیے گئے احسن مارہروی کی کلیات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولی (۱۹۲۷ء) اور ڈاکٹر زور کی کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ (۱۹۲۰ء) ہیں۔ شمالی ہند کے بھی بہت سے متون باحسن الوجوہ مدوّن ہوئے، تدوین کے لحاظ سے حسبِ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا عرشی، مکاتیبِ غالب ۱۹۳۷ء۔ دستور الفصاحت ۱۹۴۳ء مہیش پرشاد۔ خطوطِ غالب ۱۹۴۱ء، حافظ محمود شیرانی، حفظ اللسان ۱۹۴۴ء، مسعود حسن رضوی، دیوانِ فائز ۱۹۲۶ء۔

اردو تحقیق کے عناصرِ خمسہ حافظ محمود شیرانی، سید مسعود حسن رضوی، قاضی عبدالودود، مولانا امتیاز علی خاں عرشی اور مالک رام ہیں۔ محمود شیرانی کی کتاب پنجاب میں اردو (۱۹۲۸ء) لسانیات کے لحاظ سے اہم اور تاریخِ ادب کے طور پر ایک ہلکی تصنیف ہے لیکن اس میں خالق باری کے خسرو سے انتساب کے خلاف جو دلائل دیے ہیں وہ قابلِ توجہ ہیں۔ انھیں مزید تفصیل سے اپنی تدوین حفظ اللسان (۱۹۴۴ء) میں پیش کیا۔ انھوں نے اپنے رسالے کارواں ۱۹۳۳ء میں چار درویش پر اپنا تاریخ ساز طویل مضمون لکھا جس کے ذریعے حتمی طور پر ثابت کر دیا کہ قصہ چار درویش امیر خسرو کی تصنیف نہیں۔ شیرانی کے شاہکار وہ متعدد مقالات ہیں جو اورینٹل کالج میگزین لاہور اور دوسرے پرچوں میں شائع ہوئے اور بعد میں مقالاتِ شیرانی کے عنوان سے چھے جلدوں پر محیط ہوئے۔ یہ مقالات آج کی تحقیق کے معیار سے بھی اعلیٰ سے اعلیٰ ہیں۔ مسعود حسن رضوی نے فیضِ میر اور دیوانِ فائز دریافت کر کے بالترتیب ۱۹۲۹ء اور ۱۹۲۶ء میں شائع کیے۔ قاضی عبدالودود کے شاہکار مضامین آزادی کے کے بعد سامنے آئے ہیں۔ مولانا عرشی نے مکاتیبِ غالب اور دستور الفصاحت جیسے تدوینی شاہکار پیش کیے۔ مالک رام نے ذکرِ غالب کے علاوہ کئی اہم مضامین لکھے۔

اس دور کے دوسرے اہم محققین میں پروفیسر سروری، ڈاکٹر سید عبداللہ اور سید محمد ہیں۔ پروفیسر سروری نے ۱۹۳۸ء میں ابنِ نشاطی کی پھول بن، ۱۹۳۹ء میں صنعتی کی قصۂ بے نظیر ۱۹۴۰ء میں کلیاتِ سراج ترتیب دیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے ایک نہایت اہم تحقیقی مضمون "شعرائے اردو کے تذکرے" رسالہ اردو اپریل ۱۹۲۲ء میں لکھا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ ڈاکٹر عبداللہ اس کے بعد تحقیق سے تنقید کی طرف کوچ کر گئے۔ سید محمد نے ۱۹۲۷ء میں ارباب نثر اردو شائع کی۔ اس کے علاوہ خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی کا تذکرہ گلشن گفتار ۱۳۳۹ فصلی میں، دیوان عبداللہ قطب شاہ ۱۹۳۹ء میں اور فائز کی مثنوی رضوان شاہ و روح افزا ۱۹۵۶ء میں شائع کیں جو آزادی کے بعد کا کام ہے۔

....

یہ ہے وہ وراثت جسے لے کر منقسم ہندوستان میں اردو تحقیق کا کارواں آگے بڑھا۔ تقسیم کے بعد ہندوستان میں اردو کی حالت میں کتنا ہی زوال آیا ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تحقیق و تنقید دونوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اور جہاں تک میرا عقیدہ ہے ان کا معیار بھی قبل تقسیم کے مقابلے میں بہت اوپر گیا ہے۔ تخلیق کے بارے میں ہم ایسا نہیں کہہ سکتے۔ پاک و ہند دونوں میں نہ کوئی اقبال کی ٹکر کا شاعر ہوا نہ پریم چند کے برابر کا ناول نگار لیکن جہاں تک تنقیدی و تحقیقی کاموں کا سوال ہے تقسیم کے بعد مقدار ہی میں نہیں معیار میں بھی ترقی ہوئی ہے۔ سردست ہمیں صرف تحقیق سے سروکار ہے۔

کسی شے کے دو پہلو ہوتے ہیں، روشن اور تاریک، ان کی وجہ سے دو قسم کے نقطۂ نظر جنم لیتے ہیں، رجائی جو روشن پہلو کو دیکھتا ہے۔ قنوطی جو تاریک پہلو پر نظر رکھتا ہے۔ اگر نصف گلاس میں پانی بھرا ہو تو رجائی نقطۂ نظر والے کو نصف بھرا ہوا گلاس دکھائی دیتا ہے، قنوطی کو خالی حصہ ہی متوجہ کرتا ہے۔ آزادی کے بعد ہندوستان کی معاشی و صنعتی، تعلیمی، سماجی اور صحت وغیرہ کے اثبات گنائیے تو ایک مرعوب کن طویل فہرست مرتب ہو جائے گی۔ اگر ان پہلوؤں کی ناکامیوں کا شمار کیجیے تو اتنی ہی طویل فہرست وجود میں آجائے گی۔ یہی حال اردو کی ادبی تحقیق کا ہے۔ اس کے شاندار کارناموں کو سمیٹیے تو قابل فخر کتاب زریں تیار ہو جائے گی۔ اگر سا قط المعیار کتب پر نظر ڈالیے تو حسب مقدور نوحہ گری کو ملازم رکھنا پڑے گا۔

زندگی، علم اور ہنر کا کون سا شعبہ ہے جہاں سب کچھ اعلیٰ ہی اعلیٰ ہو۔ عام رواج یہ ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کافی مقدار میں ساقط معیار، اس سے کسی قدر زیادہ اوسط معیار اور ان دونوں سے کم اعلیٰ معیار کا بہرہ ہوتا ہے۔ دست کار ہوں۔ سائنس کے طالب علم ہوں، شاعر ہوں، افسانہ نویس ہوں کہ نقاد سب میں پست اور اوسط معیار والوں کا غلبہ ہوتا ہے سطح بالا کے مکین کم ہوتے ہیں۔ تحقیق میں بھی یہی ہے لیکن خاص بات یہ ہے کہ قبل تقسیم ہر سال جس قدر تحقیق سامنے آتی تھی اب اس سے ۲۰ یا ۲۰ گنا ظہور میں آتی ہے۔ اگر تب دو چار یا پانچ سات معتبر محقق تھے تو اب پندرہ بیس مل جائیں گے۔ تحقیق کے ہر شعبے کا ایک اعلیٰ پیمانہ بنا لیجیے اور اس پر دیکھیے کہ تقسیم سے قبل کے ۲۰ سال میں کتنی کتابیں اور مضامین اس پیمانے پر پورے اترتے تھے اور تقسیم کے بعد ۲۰ سال میں کتنی کتابیں اور مضامین اس پیمانے پر پورے اترتے تھے اور تقسیم کے بعد ۲۰ سال میں ان سے کتنے بدرجہا زیادہ کام اس معیار کے ہیں۔

بعض حضرات ایک اونچے مچان پر بیٹھ کر، برتری کا مشروب چڑھا کر نئے محققین کو مطعون کرتے ہیں۔ وہ محقق سے زیادہ مرثیہ گو بن کر درس گاہوں کی تحقیق کو بالخصوص پستی معیار کا ذمے دار گردانتے ہیں، پروفیسروں اور ڈاکٹروں پر طنز کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں پی ایچ ڈی کے مقالوں میں تحقیق کی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ شاید ان کے اعتراض کی تہہ میں کوئی نفسیاتی پیچیدگی، کوئی احساس محرومی کارفرما ہوتا ہے کہ وہ خود پروفیسر یا ڈاکٹر نہیں، وہ کسی درس گاہ سے متعلق نہیں۔ یہ تسلیم کہ بہت سے مقالے خراب ہوتے ہیں، لیکن یہ بھی درست ہے کہ دوسرے بہت سے مقالے اوسط سطح سے اچھے اور بعض بہت اچھے ہوتے ہیں۔ جو حضرات پی ایچ ڈی کے تمام مقالوں کو سوختنی و گردن زدنی قرار دیتے ہیں ان کے سامنے تین سندی مقالوں کے نام پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر حسنی شاہد، سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ ــــ حیات اور کارنامے

ڈاکٹر حنیف احمد نقوی، شعرائے اردو کے تذکرے

ڈاکٹر عابد پشاوری، انشاء اللہ خان انشا

پی ایچ ڈی کے مقالوں کے ہجو نویس بارے چند غیر سندی تحقیقی کتابوں کو سامنے لائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں ان سے زیادہ دادِ تحقیق دی گئی ہو۔ واضح ہو کہ حنیف نقوی نے جب مقالہ لکھا وہ نئے طالب علم تھے بقیہ دو حضرات لیکچرار سے زیادہ نہ تھے۔

حاشا میرا یہ منشا نہیں کہ آج کے ریسرچ اسکالر عام طور پر پہلے کے ریسرچ اسکالروں سے بہتر ہوتے ہیں۔ آزادی سے پہلے صرف وہی معدودے چند اسکالر ریسرچ میں داخلہ لیتے تھے جو ایم اے میں ممتاز ہوتے تھے۔ آج تحقیق کو لڑکے کی بے روزگاری اور لڑکی کی ناکتخدائی کا مداوا سمجھ لیا گیا ہے۔ ہر طالب علم ایم اے کے بعد ایم فل میں اور ایم فل کے بعد پی ایچ ڈی میں داخلہ لیتا ہے تاوقتیکہ لڑکے کو روزگار اور لڑکی کو باروزگار شوہر نہ مل جائے۔ ظاہر ہے کہ تحقیق کے لیے کچھ ذہنی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک میں نہیں ہوتیں لیکن مقدار کی افراط کے سبب تحقیقی کاموں میں سے چھن کر جو بہتر کارنامے سامنے آتے ہیں ان کی تعداد بھی کافی ہوتی ہے۔ ذہن کیجیے تقسیم سے قبل دس مقالوں پر ڈگری ملی اور ان میں سے پچاس فی صد قابل قدر تھے تو پانچ اچھے مقالے وجود میں آئے۔ آزادی کے بعد اگر آٹھ سو مقالوں پر ڈگری ملی اور ان میں سے ۲۰ یا ۱۰ فی صد بھی اچھے ہوں تو ۱۶۰ یا ۸۰ اچھے مقالے بہم ہو گئے۔ بہتر ہے کہ ہم خرمن سے گزر کر صد دانے ہی اکٹھا کرنے پر توجہ مرکوز رکھیں اور اس طرح اپنی طمانیت خاطر کا سامان کر لیں۔

معیار کی کمی کے کیا معنی ہیں؟ یہی کہ بے احتیاطی اور تن آسانی کے سبب تحقیق میں بہت سی غلطیاں در آ گئی ہیں۔ ان اغلاط کی نشان دہی کو بعضوں نے تخریبی یا منفی تحقیق کہا ہے میں نے اپنی زیر اشاعت کتاب، تحقیق کا فن، میں اسے تصحیحی تحقیق کا نام دیا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم کہتے ہیں:

''اردو میں کچھ لوگ تحقیق کرتے ہیں اور کچھ ان کی غلطیاں نکالتے ہیں۔''[۴]

غلطیاں نکالنے کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے لیے میرے دو مطالبے ہیں:

۱۔ اول یہ کہ تبصرے میں تصویر کے دونوں رخ پیش کیے جائیں خامیوں کے ساتھ ساتھ خوبیوں کو بھی۔ وہ مبصر کی رائے میں کتنی ہی کم کیوں نہ ہوں ضرور درج کی جائیں تاکہ تبصرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقیص بن کر نہ رہ جائے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ کوئی محقق اغلاط کی نشان دہی کو اپنا پیشہ نہ بنالے بلکہ اپنی سفارشات کا کم از کم پچاس فی صد حصہ اپنی طرف سے کیے ہوئے کاموں کے لیے وقف کرے یعنی دوسروں کی تصحیح کے ساتھ ساتھ اپنے کام پیش کر کے کہے کہ دیکھو تحقیق ایسی ہونی چاہیے۔

اس سے قطع نظر کہ معترض نے خوبیوں کا اعتراف کیا ہے کہ نہیں یا اس نے اپنی طرف سے کچھ مثبت کام کیے ہیں کہ نہیں معترضانہ تحقیق کی افادیت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ اس سے دو خاص فائدے ہیں: ا۔ اعتراض کرنے والا اپنی تحقیق کر کے صحیح صورتِ حال بھی پیش کرتا ہے یعنی معترضانہ تحقیق دراصل تصحیحی تحقیق ہوتی ہے۔ ۲۔ معترض کے ڈر سے آئندہ کی تحقیق میں بے احتیاطی اور اغلاط کا انسداد کرتے ہیں۔ میری التجا یہ ہے کہ تصحیح و انسداد کا یہ فریضہ نرم الفاظ میں انجام دینا چاہیے۔ ع گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو۔ کند چھری کے بجائے میٹھی چھری سے جراحی کی جائے۔

مجھے قاضی عبدالودود کا درشت لہجہ قبول نہیں۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ انھوں نے خود کو زیادہ تر دوسروں کی تصحیح تک محدود رکھا، اپنی طرف سے کوئی مثالی کام پیش نہیں کیا لیکن میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تحقیق میں حزم و احتیاط کا جو درس انھوں نے دیا ہے دوسرا کوئی نہ دے سکا۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اغلاط کشائی کے لیے انھوں نے زیادہ تر نمائندین ہی کو چنا۔ ان کی تصحیحات کے اہم ترین تختۂ مشق غالب، محمد حسین آزاد، مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی ہیں۔ قاضی صاحب کا یہ رول آزادی کے بعد سامنے آیا۔ اگر قاضی عبدالودود اور ان کے معنوی شاگرد نہ ہوتے تو اردو تحقیق اپنے موجودہ مضبوط موقف سے تیس چالیس برس پیچھے رہتی۔ ان کے مقلدوں میں رشید حسن خاں، ڈاکٹر عابد پیشاوری اور ڈاکٹر حنیف نقوی اہم ہیں لیکن یہ محض اعتراضات ہی کے میدان نہیں۔ رشید حسن خاں نے انتخابِ ناسخ میں داد تحقیق دی، کئی متون شائع کیے لیکن یہ کام ان کے تصحیحی کارناموں کے پائے کے نہیں۔ ان کے مثالی تدوینوں کے کارنامے ابھی سامنے آنے ہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ عابد پیشاوری اور حنیف نقوی کے اپنے کام ان کے تصحیحی کاموں سے زیادہ وقیع ہیں۔

مختلف محققین کے بارے میں مزید کچھ کہنے سے قبل تحقیق کے مختلف شعبوں پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ معمولی کاموں کو نظر انداز کر کے صرف بہتر معیار کے منتخب کارناموں کا ذکر کیا جائے گا تاکہ تحقیق کے معیار کا اندازہ ہو سکے۔

نئے متون کی دریافت، تحقیق کا سب سے اہم اکتساب، کسی ایسے متن کو دریافت کرنا ہے جس سے پہلے کوئی واقف نہ تھا یا اگر تھا تو وہ متن کہیں دستیاب نہ تھا۔ تقسیم ملک سے پہلے بہ کثرت نئے متون شائع کیے گئے یا ان کے بارے میں تعارفی مضمون لکھے گئے، مثلاً دکنی ادب کے شاہکار، دیوانِ فائز، ذکرِ میر اور غالب کے نسخۂ حمیدیہ کا مخطوطہ۔ تقسیم ملک کے بعد ظاہر ہے اس قسم کے انکشافات کی گنجائش نہیں رہی تھی اس لیے اب اگر کوئی نیا اہم متن دریافت کرے تو اس کی اہمیت اور زیادہ ہے۔ اس دور میں سامنے آنے والے متون کی تفصیل میں نے اپنے مضمون اردو میں تحقیق و تدوین کے معیار کا جائزہ، ۱۹۶۰ء تا ۱۹۸۰ء، (علی گڑھ میگزین، ۸۲۔۱۹۷۹ء) میں دی ہے۔ نو دریافت اہم تر متون یہ ہیں:

شعری متون:

۱۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ۱۹۸۷ء میں امیر خسرو کا ہندوی کلام مع نسخہ برلن شائع کیا۔ یہ ۱۸۰۰ء سے قبل کے ایک مخطوطے پر مبنی ہے۔ اردو میں پہیلیوں کا یہ سب سے بڑا اور قدیم مجموعہ ہے۔ مخطوطے میں امیر خسرو کو اس کا مصنف ظاہر نہیں کیا گیا، صرف تین پہیلیوں پر خسرو کا نام باصراحت مذکور ہے بقیہ کے مصنف کے بارے میں ہر محقق کو آزادی ہے کہ خارجی اور داخلی شہادتوں کی بنا پر طے کرے کہ یہ خسرو کی ہیں یا نہیں۔

۲۔ میری ایک شاگرد صبیحہ نسرین پی ایچ ڈی کے لیے شاہ میراں جی شمس العشاق پر کام کر رہی ہیں۔ انھوں نے کراچی کے کسی کتب خانے سے میراں جی کی ایک نئی طویل مثنوی دریافت کی ہے جس کا نام ''وصیت النور'' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مولوی عبدالحق نے رسالہ اردو جنوری ۱۹۵۲ء میں ایک قدیم نظم "مثل خالق باری" کا تعارف کرایا تھا۔ ڈاکٹر نذیر احمد کو اس کا مکمل نسخہ بھوپال سینٹرل لائبریری میں مل گیا اور اسے انھوں نے "اجے چند نامہ" از اجے چند بھٹناکر (۹۶۰ھ) کے عنوان سے رسالہ غالب نامہ بابت جنوری ۱۹۸۶ء میں چھاپ دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ انھیں اس کا علم نہیں کہ یہ عبدالحق کی "مثل خالق باری" ہی ہے۔

۴۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں اور سید سفارش حسین رضوی نے روشن علی کی مثنوی عاشور نامہ (۱۱۰۰ھ) ۱۹۷۲ء میں شائع کی۔

۵۔ سید مسعود حسن رضوی نے ایک بیاض مکتوبہ ۱۱۵۱ھ میں ۱۱۳ مراثیٔ ریختہ دریافت کیے اور ان کا تعارف رسالہ تحریر دہلی، اپریل تا جون ۱۹۷۱ء میں تحریر کرایا۔

۶۔ قیام الدین نے دیوانِ ضاحک تلاش کر کے معاصر، پٹنہ، جولائی ۱۹۶۲ء میں تعارف پیش کیا۔

۷۔ میں نے ہوس لکھنوی کی مثنوی شہزادہ گل وصنوبر کا نامکمل متن دریافت کر کے اپنے مجموعے تحریریں (۱۹۶۲ء) میں تعارف کرایا۔ اس کے ۸۲ے شعر نقل کر کے رسالہ نقوش کو بھیجے جو شائع نہیں ہوئے۔ بعد میں ڈاکٹر سید سلیمان حسین کو اس کا مکمل نسخہ ندوۃ العلما لکھنؤ کے کتب خانے میں مل گیا۔ اس میں تقریباً ایک ہزار شعر ہیں۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے اپنے مجموعے تحقیقات حیدری، (۱۹۸۲ء) میں اس کا پورا متن شائع کر دیا۔

۸۔۹۔ سب سے اہم دریافت کلامِ غالب کے مخطوطوں کی ہے۔ مالک رام صاحب نے غالب کے گلِ رعنا کا تعارف نگار لکھنؤ جولائی ۱۹۶۰ء میں کرایا اور اس کے بعد مخطوطہ ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ اس سے بھی اہم تر دیوانِ غالب بخطِ غالب کی دریافت ہے۔ اسے ۱۹۶۹ء میں اکبر علی خاں عرشی زادہ نے ہندوستان میں اور نثار احمد فاروقی نے رسالہ نقوش لاہور میں شائع کیا۔ دریافت کا سہرا توفیق احمد امروہوی کے سر ہے۔

۱۰۔ میں نے امیر مینائی کی مثنوی "کارنامۂ عشرت" مشتمل بر ۶۴ے شعر دریافت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ر کے رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵۶ء میں شائع کی۔ دوسری طرف اسرائیل احمد مینائی نے امیر کی عشقیہ داستانی مثنوی (۳۳۵۱ شعر) رسالہ اردو بابت جولائی تا اکتوبر ۱۹۶۰ء میں چھاپی۔

۱۱۔ ڈاکٹر فضل امام نے امیر اللہ تسلیم کی دو مثنویاں خنجرِ عشق ۱۹۷۲ء میں اور نغمۂ مسلسل ۱۹۷۶ء میں شائع کیں۔ پہلی کا مخطوطہ مسعود عالم استاد اردو، گاندی فیضِ عام کالج، شاہ جہاں پور سے اور دوسری کا منگرول کے عبدالرحمٰن خوشتر سے ملا۔

نثری متون:

نئے دریافت شدہ نثری متون شعری متون سے بھی زیادہ اہم ہیں۔

۱۔ ان میں سرِ فہرست کربل کتھا ہے جسے ڈاکٹر مختار الدین احمد نے جنوری ۱۹۵۵ء میں ٹیوبنگن جرمنی میں دریافت کیا۔ اسے ۱۹۶۱ء میں دلی یونی ورسٹی نے اور ۱۹۶۵ء میں مالک رام و مختار الدین احمد نے شائع کیا۔

۲۔ دوسری تاریخی دریافت نواب عیسوی خاں کی قصۂ مہر افروز و دلبر ہے جسے ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر پرکاش مونس نے اپنی کتاب "اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر" (۱۹۷۸ء) میں عیسوی خاں کی ایک اور کتاب "بہاری ستسئی کی اردو شرح" کی نشان دہی کی ہے۔ اس کا مخطوطہ ٹیکم گڑھ مدھیہ پردیش کی راج لائبریری میں ہے۔

۳۔ ڈاکٹر شبیہ الحسن نونہروی نے مرزا افضل غافل کی رتائی نثری تصنیف زاد آخرت (۱۷۹۰ء) کی تنقیدی تدوین پر ڈی لٹ کی ڈگری لی۔ مقالہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس میں انھوں نے غافل کی پیشتر کی نثر وسیلۃ النجات (۱۷۹۲ء) کی بھی نشان دہی کی ہے۔

۴۔ حیدر بخش حیدری کا تذکرہ گلشن ہند نایاب تھا۔ مختار الدین احمد نے ۱۹۵۵ء میں اسے تلاش کیا اور اردو ادب شمارہ ۳، ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ ۱۹۶۸ء میں یہ دلی سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اُدھر حیدر بخش حیدری کی کئی تصانیف کو انگلستان میں دریافت کر کے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ترتیب دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ڈاکٹر حنیف احمد نقوی نے بنی نرائن جہاں کی ایک نئی نثری کتاب تفریح طبع کا تعارف نوائے ادب، اکتوبر ۱۹۷۷ء میں پیش کیا۔

۶۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے فسانۂ عجائب کا بنیادی متن ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔

۷۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد نے مفتی آزردہ کا تذکرہ قیام انگلستان میں دریافت کیا اور رسالہ تحریر دہلی جلد ۲، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء میں شائع کر دیا بعد میں یہ پاک و ہند میں کتابی شکل میں بھی چھپا۔

ادھر بعض قدیم ڈراموں کو بھی پہلی بار متعارف کیا گیا مثلاً مسعود حسن رضوی صاحب نے لکھنؤ کا شاہی اسٹیج (۱۹۵۷ء) میں واجد علی شاہ کا ڈراما ''رادھا کنھیا کا قصہ'' پیش کیا۔ ڈاکٹر محمد اکبر حیدری نے تحقیقات حیدری میں نکہت کی اندر سبھا کو تمام و کمال شائع کیا۔ ان کا قیاس ہے کہ یہ امانت کی اندر سبھا سے پہلے کی ہے لیکن اس قیاس کی تائید میں مضبوط دلیلیں نہیں۔ حیدر آباد کے ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال نے کیپٹن کرین آوے کا ڈراما علی بابا چالیس چور جنوری ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ یہ ڈراما اصلاً ۱۸۵۲ء میں مدراس سے شائع ہوا تھا۔

بعض اوقات نو آموز ریسرچ اسکالر بھی کچھ قابل قدر دریافتیں کر لیتے ہیں۔ میں نے اپنی پی ایچ ڈی کی اسکالر صبیحہ نسرین کی شاہ میراں جی شمس العشاق کی ایک مثنوی کی دریافت کا ذکر کیا ہے۔ اردو کی ابتدائی تاریخ میں صوفیائے کرام کے ملفوظات کو شامل کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ ہمارے ادب کی قدامت کے امین ہیں۔ میرے شاگرد سید نصرت مہدی نے اپنے ایم فل کے شائع شدہ مقالے ''اردو ادب کی ترقی میں مہدویوں کا حصہ ۱۸۸۰ تک'' میں مہدوی بزرگوں کے کئی نہایت قدیم نثری اور منظوم اقوال کو پیش کیا۔

تدوین متن:

نئے متون کی دریافت سے دھیان تدوین متن پر جاتا ہے۔ گزشتہ ۲۰ برسوں میں تدوین کے کام بہت کثیر تعداد میں سامنے آئے۔ مثالیت پسند محقق کہیں گے کہ چند مستثنیات کے سوا وہ سب غلط تدوین ہیں۔ میری اپنے میں کئی تدوین بہت اعلیٰ درجے کی ہیں، ان میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑی تعداد ایسی تدوینات کی ہے جو اوسط سے قدرے بہتر ہیں۔ پست معیار تدوینات کو نظر انداز کر دیجیے گو ان سے بھی یہ فائدہ تو ہوتا ہی ہے کہ ایک متن چھپ کر مطالعے کے لیے میسر آ جاتا ہے۔

ایک اچھی تدوینِ متن کی ابتدا میں ایک تحقیقی مقدمہ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد کئی نسخوں کے موازنے سے معتبر متن دیا جائے بشرطیکہ کئی نسخے ملتے ہوں۔ متن کے بعد اختلافِ نسخ، حواشی اور حسبِ ضرورت فرہنگ ہو۔ حواشی اگر مختصر ہوں تو متن کے فٹ نوٹ میں بھی دیے جا سکتے ہیں۔

ایک تنبیہ: مقدمے یا حواشی کو غیر ضروری طول نہ دیا جائے۔ اس میں نسخے سے متعلق مطالب ہی کو لیا جائے۔ غیر متعلق مفید معلومات کو کسی دوسرے موقعے کے لیے اٹھا رکھا جائے۔ بعض مدوّن، خاص طور پر دکن کے، یہ سوچتے ہیں کہ جب تک ڈیڑھ دو سو صفحوں کا مقدمہ نہ لکھا جائے کام عالمانہ نہ سمجھا جائے گا۔ انھیں واضح ہو کہ تدوین، مصنف متن پر جامع کتاب کا نعم البدل نہیں۔

ہمارے بعض محققوں اور مشہور نقادوں نے تدوین میں کئی بار ان تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ میں نام نہیں لوں گا۔ انھیں قلم انداز کر کے تدوین کے ان نمونوں کے سرسری ذکر پر اکتفا کروں گا جو بڑی حد تک اطمینان بخش ہیں۔ اب کوئی رشید حسن خان، کوئی عابد پیشاوری، کوئی حنیف نقوی حزم و احتیاط کے دشنہ و خنجر سے جراحی و موشگافی کر کے مدون اور مجھ پر تعریضیں کرے کہ کیا اسی کو تدوین کہتے ہیں؟ تو میں اس کے لیے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔ میری یہ کیفیت ہے کہ میں مکمل سے کچھ کم معیار پر قناعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر مکملیت ہی کو آدرش بنا لیا جائے تو ایک محقق زندگی میں ایک یا دو متن ہی ترتیب دے سکے گا۔ تدوین کے متقاضی متن بہت ہیں اچھے مدوّن بہت کم۔ اگر ایسے کام کر دیے جائیں جن میں سو میں سو نمبر نہیں بلکہ ۸۰، ۹۰ یا ۷۵ ہی مل سکیں تو بہ حالتِ موجودہ بھی بس غنیمت ہے۔

واضح ہو کہ ہمیں اپنا نعرۂ تحسین بڑے ناموں ہی کے لیے محفوظ نہیں رکھنا چاہیے بلکہ بعد کی نسل والوں کے لیے اچھے کاموں کی بھی قدر شناسی میں دریغ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ تدوین کے کام بہت ہوئے ہیں اس لیے چند منتخب کاموں ہی کا نام لے سکوں گا۔ دوسرے اچھے کارناموں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر ترک کرنے پر مجبور ہوں۔

کلیات و دیوان:

ڈاکٹر زور نے ۱۹۲۰ء میں کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ مرتب کی تھی ڈاکٹر سیّدہ جعفر نے ۱۹۸۵ء میں اسے مزید نسخوں کی مدد سے ترتیب دے کر شائع کیا۔ اس کا ضخیم عالمانہ مقدمہ بجائے خود ایک کتاب کا درجہ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے دیوانِ میر مکتوبہ ۱۲۰۳ھ کو ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ سیّدہ جعفر کی طرح یہ بھی بہت طویل مقدمہ لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر تنویر علوی کی کلیاتِ ذوق ۱۹۸۰ء میں آئی۔ تدوینِ شعر کے بہترین کلام دیوانِ غالب کے ہیں۔ عرشی صاحب نے ۱۹۵۸ء میں دیوانِ غالب نسخۂ عرشی شائع کیا جو ابھی تک تدوین کا وہ نقطۂ اعلیٰ ہے جس تک کوئی دوسرا نہ پہنچ سکا ۱۹۶۹ء میں اکبر علی خاں عرشی زادہ نے دیوانِ غالب بخطِ غالب شائع کیا جس میں تدوین کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کا حسنِ صورت بھی حسنِ سیرت سے کم نہیں۔ نثار احمد فاروقی نے اسی دیوان کو نقوش لاہور میں بہت عمدگی سے پیش کیا۔ مالک رام صاحب نے غالب کا گلِ رعنا ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ کلامِ غالب کی آخری تدوین کالی داس گپتا رضا کا دیوانِ غالب کامل ہے جس کے لیے مجھے امید ہے کہ اس مضمون کی اشاعت تک شائع ہو جائے گا۔ اس میں کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے مدوّن کیا ہے۔ کالی داس گپتا نے کلیاتِ چکبست کو بھی باحسن الوجوہ ترتیب دے کر ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔ میں نے اقبال کے ۱۹۰۸ء تک کے اردو کلام کو تاریخی ترتیب سے مدون کیا ہے۔ امید ہے یہ بھی اس تحریر کی اشاعت سے پہلے چھپ جائے گا۔

مثنوی: ڈاکٹر جمیل جالبی کا تاریخ ساز کارنامہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی تدوین ہے۔ یہ کام پاکستان میں وجود میں آیا گو اس کی اشاعت ہندوستان میں بھی ہوئی۔ ادھر ڈاکٹر سیّدہ جعفر مدوّن متن کی حیثیت سے ممتاز ہوئی ہیں۔ انھوں نے احمد گجراتی کی مثنوی یوسف زلیخا ۱۹۸۳ء میں اور احمد جنیدی کی ماہ پیکر ۱۹۸۶ء میں شائع کی۔ ڈاکٹر غلام عمر خاں اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے کئی دکنی مثنویاں مثانیہ یونی ورسٹی کے قدیم اردو کے سلسلے میں شائع کیں۔ مسعود حسین خاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نورالحسن ہاشمی نے کئی نسخوں کی مدد سے افضل کی بکٹ کہانی ۱۹۶۵ء میں ترتیب دی۔ رشید حسن خاں نے مکتبۂ جامعہ کے لیے سحرالبیان اور گلزارِ نسیم ترتیب دیں۔

داستان: ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے کئی مخطوطوں کی مدد سے ۱۹۸۳ء میں سب رس کی تنقیدی تدوین کی۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی دریافت قصۂ مہر افروز و دلبر کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے نوطرزِ مرصع جیسے مشکل متن کو ۱۹۵۸ء میں ہندوستانی اکیڈمی، الٰہ آباد سے شائع کیا۔ رشید حسن خاں نے مکتبۂ جامعہ سے باغ و بہار شائع کی۔ وہ فسانۂ عجائب کو ایک مثالی انداز سے مرتب کر چکے ہیں۔ یہ کام ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس معیار سے وہ باغ و بہار کو ترتیب دے رہے ہیں۔ فسانۂ عجائب کو اطہر پرویز نے ۱۹۶۹ء میں اور سید سلیمان حسینی نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔ محمود الٰہی کا بنیادی متن ۱۹۷۳ء کا ہے۔

غیر داستانی نثری متون میں مالک رام اور مختارالدین احمد کی مرتبہ کربل کتھا (۱۹۶۵ء) سرِفہرست ہے۔ مالک رام نے مولانا آزاد کی غبارِ خاطر ۱۹۶۷ء میں اور تذکرہ ۱۹۶۸ء میں ترتیب دیے۔ غبارِ خاطر کے حواشی ۱۲۷ صفحات پر اور تذکرے کے ۲۰۳ صفحات پر ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ترتیبِ متن کے باب میں مولانا عرشی اور مالک رام کے کام چوٹی پر ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے خطوطِ غالب کو چار جلدوں میں مرتب کرنے کا منصوبہ بنایا۔ انھوں نے تین جلدیں شائع کر دی ہیں۔ ڈاکٹر حنیف احمد نقوی نے نہایت باریکی سے ان کا تجزیہ کر کے ناآسودگی کا اظہار کیا ہے لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں مکمل سے کچھ کم معیار کو کافی سمجھتا ہوں، خلیق صاحب نے خطوطِ غالب کی تمام سابق تدوینوں سے استفادہ کیا ہے اس لیے ان کا کام متن کی جامعیت اور صحت کے لحاظ سے پیشتر کے تمام کاموں سے بہتر اور مفید تر ہے۔

ادھر کئی تذکرے پہلی بار ترتیب دے کر پیش کیے گئے۔ کئی تذکروں کی سابق تدوین ناقص تھی، انھیں دوبارہ مزید نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا گیا۔ تذکروں کے مرتبین میں مختارالدین احمد، عطا کاکوی، نثار احمد فاروقی، محمود الٰہی اور اکبر حیدری قابلِ ذکر ہیں۔ آخرالذکر دو علما نے سابق کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدوینات پر اضافہ کر کے تذکرے کو از سرِ نو مرتب کیا۔ ڈاکٹر نور الحسن نقوی نے خوب چند ذکا کے ضخیم تذکرے عیار الشعر کو ترتیب دے کر ڈی لٹ کی ڈگری لی ہے لیکن ابھی چھپوایا نہیں اس لیے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کالی داس گپتا رضا نے مضامین چکبست کے علاوہ ان کے بقیہ مضامین کو مقالات چکبست (۱۹۸۳ء) میں پیش کیا تھا۔

تدوین کے بعد تحقیق کے دوسرے شعبوں کی کارگزاری پر نظر ڈالی جائے۔

تاریخ ادب۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو جلد اول ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے مضامین پر اعتراضات کی وجہ سے اسے بازار سے اٹھا لیا گیا اور مزید جلدیں شائع ہی نہیں کی گئیں خامیوں کے باوجود اس جلد میں دکنی تاریخ پر قابل قدر مواد ملتا ہے۔ اس کے ابواب کو لکھنے والے ماہرین ہیں۔ کاش اس کی بقیہ جلدیں بھی مکمل ہو گئی ہوتیں۔ مکملیت پسند حضرات اطمینان کی سانس لیتے ہوں گے کہ ناقص کام وجود میں نہیں آیا۔ مجھے قلق ہے کہ ایک مفید کام کتم عدم میں رہ گیا۔ کاش اس منصوبے کے ڈائریکٹر اعتراض کی نہیز سے اور حوصلہ جٹا کر کام کو اور بہتر طریقے پر مکمل کرنے کا عزم کر لیتے۔

عبدالقادر سروری کی اردو کی ادبی تاریخ (۱۹۵۸ء) تحقیقی اعتبار سے کوئی اضافہ نہیں کرتی۔ ڈاکٹر محمد انصار اللہ نے دو حصوں میں تاریخ قلیم ادب (۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء) لکھی جو خالص تحقیقی ہے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین کی مختصر تاریخ ادب اردو کو ڈاکٹر سید محمد عقیل نے ترمیم اور وسیع اضافوں کے ساتھ ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں بالکل حال تک کا احاطہ کرایا گیا ہے۔ کمی یہ ہے کہ مقدمے یا حواشی میں کہیں ظاہر نہیں کیا گیا کہ مرتب ثانی کی ترمیم اور اضافے کہاں کہاں ہیں۔ ترقی اردو بورڈ حکومت ہند نے چار جلدوں میں اردو ادب کی تاریخ لکھانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی پہلی جلد جو ۱۷۰۰ء تک کے ادب کو محیط ہے ڈاکٹر سیدہ جعفر اور میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مہدی ہے، ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ بقیہ جلدیں ابھی شروع ہی نہیں ہوئیں۔

بعض تاریخیں کسی خاص دور سے متعلق ہوتی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج سے متعلق دو نہایت معلومات افروز کتابیں یہ ہیں:

عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد، ۱۹۶۰

ڈاکٹر عبیدہ بیگم، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات لکھنؤ، ۱۹۸۳ء

اس دور میں بہت سی علاقائی تاریخیں اور تذکرے لکھے گئے۔ سب سے مشہور علاقائی تاریخ دکن میں اردو کے مصنف نے اسے اپنی زندگی کے آخری یعنی چھٹے ایڈیشن میں ۱۰۰ا صفحات تک پہنچا دیا تھا۔ ترقی اردو بیورو، دہلی نے مزید نظر ثانی کرا کے ۱۹۸۵ء میں آٹھواں ایڈیشن شائع کیا۔ دوسری تاریخوں میں دو سب سے زیادہ قابلِ ذکر ہیں، ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی کی سخنوران گجرات، جس پر ۱۹۴۸ء میں ڈگر ملی اور ڈاکٹر اختر اورینوی کی ''بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا'' ۱۲۰۴ھ تا ۱۸۵۷ء، مطبوعہ مارچ، ۱۹۵۷ء۔

اصناف ادب میں بھی سب پر مختلف پہلوؤں سے لکھا گیا۔ ان میں سے بعض اصناف کو علاقے یا دور کے لحاظ سے محدود کر کے گہرائی سے جائزہ لیا گیا۔ شمالی ہند کی مثنوی پر ڈاکٹر سید محمد عقیل اور میں نے مقالے لکھے۔ دونوں کے دو دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

میری کتاب اردو مثنوی شمالی ہند میں، کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں اور دوسرا اضافہ شدہ ایڈیشن ۱۹۸۷ء میں آیا۔ ''اردو کی نثری داستانیں'' کے دو ایڈیشن ۱۹۵۲ء اور ۱۹۶۹ء میں کراچی سے شائع ہوئے اور تیسرا یو۔ پی اردو اکادمی لکھنؤ نے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ ہر ایڈیشن میں متعدد ترمیم و اضافہ ہے۔

چند اصناف پر تحقیقی لحاظ سے قابل ذکر کتابیں یہ ہیں

قصیدہ: ابو محمد سحر۔ اردو میں قصیدہ نگاری پہلا ایڈیشن ۱۹۵۸، اضافہ شدہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۹ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمود الہی، اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ ۱۹۳۰ء

مرثیہ: مسیح الزماں، اردو مرثیے کا ارتقا، ابتدا سے انیس تک، ۱۹۶۸ء

چراغ علی، اردو مرثیے کا ارتقا، بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۷۰۰ء تک، اگست ۱۹۷۳ء

اکبر حیدری، اودھ میں اردو مرثیے کا ارتقا، دسمبر ۱۹۸۱ء

غزل: محمد علی اثر، دکنی غزل کی نشو و نما، جولائی ۱۹۸۶ء

ریختی: بدیع حسینی، دکن میں ریختی کا ارتقا صنہ، سنہ ندارد

تذکرہ نویسی: حنیف احمد نقوی، شعرائے اردو کے تذکرے، نکات الشعرا سے گلشن بے خار تک، جو ۱۹۷۶ء

محمد انصار اللہ، شعرائے اردو کے اولین تذکرے، ۱۹۷۸ء

صحافت: امداد صابری، تاریخ صحافت اردو تین جلد، جلد اول، طبع ۱۹۵۳ء

عتیق صدیقی، ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں، دسمبر ۱۹۵۷ء

ابتدائی ڈرامے پر پروفیسر مسعود حسن رضوی کی کتاب اردو ڈراما اور اسٹیج تحقیق کا شاہکار ہے۔ اس کے دو حصے لکھنؤ کا شاہی اسٹیج اور لکھنؤ کا عوامی اسٹیج ہیں۔ ابراہیم یوسف نے بھی اندر سبھاؤں [illegible] کی۔ یک بابی ڈرامے پر فصیح احمد صدیقی نے اردو کا یک بابی ڈرامہ تین جلدوں میں ۷۳-۱۹۷۲ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر عبد العلیم نامی نے کئی جلدوں میں ببلوگرافیا اردو ڈراما اور اردو تھیٹر لکھی۔ [illegible] اخلاق اثر نے بھی ڈرامے پر کئی کتابیں لکھیں گو ان کی مرکزی دلچسپی ریڈیو ڈرامے سے ہے۔

اصناف سے مسائل، رجحانات یا موضوعات پر ذیل کے کام تحقیقی اعتبار سے قابل قدر [illegible]

ڈاکٹر پرکاش مونس، اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر ۱۹۷۸ء

ڈاکٹر عبد الودود خاں، اردو نثر میں ادب لطیف، ستمبر ۱۹۶۷ء

حنیف کیفی، اردو میں نظم معرا اور آزاد نظم، دسمبر ۱۹۸۲ء

منظر اعظمی، اردو میں تمثیل نگاری، ۱۹۷۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لسانیات میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں، گوپی چند نارنگ، عبدالستار دلوی اور مرزا خلیل احمد بیگ نے قابل قدر کام کیے ہیں۔ چوں کہ لسانیات ادبی تحقیق سے مختلف اس لیے اس کے کاموں کی تفصیل حذف کی جاتی ہے۔ غالب کی لغت نگاری سے متعلق دو عالمانہ تحریروں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔ قاضی عبدالودود کا مضمون غالب بہ حیثیت محقق، مشمولہ نقد غالب اور ڈاکٹر نذیر احمد کی کتاب نقد قاطع برہان، دلی، ۱۹۸۵ء دونوں کے مصنفوں کا غیر معمولی علم و فضل مرعوب کن ہے۔ قاضی صاحب کے مضمون کے بارے میں ابھی چند سطروں کے بعد کچھ اور کہوں گا۔

وضاحتی کتابیات بھی تحقیقی معلومات کا اچھا مخزن ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر زور نے ادارۂ ادبیات اردو کے مخطوطات کی فہرست پانچ جلدوں میں ترتیب دی۔ پہلی جلد آزادی سے قبل کی ہے۔ بقیہ جلدیں بعد کی۔ نصیرالدین ہاشمی نے سالار جنگ کی فہرست ۱۹۵۷ء میں اور آصفیہ کی ۱۹۶۱ء میں شائع کیں۔ یہ فہرستیں تحقیقی اعتبار سے معتبر نہیں خصوصاً ہاشمی کی۔ مولانا عرشی نے رضا رام پور لائبریری کی فہرستیں غالباً پاکستان میں شائع کی ہیں۔ میں نے نہیں دیکھیں۔ ڈاکٹر محمد علی اثر نے دکن کی مطبوعہ کتابوں کی جامع فہرست ''دکن اور دکنیات'' کے نام سے جنوری ۱۹۸۲ء میں شائع کی۔ اس میں یہ کمی رہ گئی ہے کہ انھیں کسی کتاب کا جو بھی ایڈیشن ملا ہے اسی کی تاریخ دے دی ہے طبع اول کی نہیں۔ اس طرح اس فہرست سے صحیح رہبری نہیں ہوتی کہ کس کتاب کا پہلا ایڈیشن کب شائع ہوا تھا۔

تحقیق کے فن پر دو اچھی کتابیں لکھی گئیں، عبدالرزاق قریشی کی مبادیات تحقیق، بمبئی، ۱۹۶۷ء اور مولانا کلب عابد کی عماد التحقیق، علی گڑھ ۱۹۷۸ء۔ تدوین پر نسبتاً بہتر کتابیں ملتی ہیں، ڈاکٹر شفیق انجم کی متنی تنقید ۱۹۶۷ء اور ڈاکٹر تنویر علوی کی اصول تحقیق و ترتیب متن، ۱۹۷۷ء۔ ان کے علاوہ مضامین کے چند مجموعے ملتے ہیں۔ میں نے ایک سیر حاصل کتاب ''تحقیق کا فن'' لکھی ہے۔ امید ہے کہ اس سال میں شائع ہو جائے گی۔ اس میں تدوین کا باب بہت مفصل ہے۔

مروجہ کتابوں پر اتنے زیادہ کام ہوئے ہیں کہ ان میں سے اچھے کاموں کو جاننا بھی ممکن نہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر محض دو چار ناموں پر اکتفا کرتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر وحید مرزا: امیر خسرو، ۱۹۵۰ء

ڈاکٹر حفیظ قتیل: معراج العاشقین کا مصنف، ۱۹۶۸ء

ڈاکٹر محمد نور الدین سعید خواجہ بندہ نواز سے منسوب۔ دکنی رسائل، (غیر مطبوعہ مقالہ)

ڈاکٹر حسینی شاہد: سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ، حیات اور کارنامہ، ۱۹۷۳ء

ظہیر الدین مدنی: ولی گجراتی

خلیق انجم: محمد رفیع سودا، ۱۹۶۶ء

عابد پیشاوری: انشا کے حریف وحلیف، ۱۹۷۹ء انشا اللہ خاں انشا، ۱۹۸۵ء

نیر مسعود: رجب علی بیگ سرور، ۱۹۶۷ء

تنویر احمد علوی: ذوق، سوانح وانتقاد، ۱۹۷۸ء

ظہیر احمد صدیقی: مومن شخصیت اور فن، ۱۹۷۲ء

مالک رام: ذکر غالب، طبع اول، ۱۹۳۸ء۔ اضافہ شدہ کئی ایڈیشن آزادی کے بعد

مسعود حسن رضوی: سلطان عالم واجد علی شاہ، ۱۹۷۷ء

مسعود حسن رضوی: انیسیات، ۱۹۷۶ء

اکبر حیدری: شاعر اعظم مرزا سلامت علی دبیر، دسمبر ۱۹۷۷ء

کاظم علی خاں: تلاش دبیر، دسمبر ۱۹۷۹ء

محمد زماں خاں آزردہ: مرزا سلامت علی دبیر، ۱۹۸۱ء

ابو محمد سحر: مطالعۂ امیر، ۱۹۶۵ء

فضل امام: امیر اللہ تسلیم، ۱۹۷۲ء

اقبال اور پریم چند پر بہت سی کتابیں اور مضامین لکھے گئے۔ تحقیق اقبال میں جگن ناتھ آزاد، اکبر حیدری اور تارا چرن رستوگی ممتاز ہیں۔ پریم چند کی تحقیق میں قمر رئیس، جعفر رضا او

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...تب ثالاً کے نام قابل ذکر ہیں۔ دراصل تحقیق کے اعلیٰ نمونے رسالوں اور مجموعوں کے مضامین میں پائے جاتے ہیں جن کا سرسری جائزہ بھی یہاں ممکن نہیں۔

تصحیحی تحقیق۔ میں نے پیچھے تصحیحی (معترضانہ) تحقیق کا ذکر کیا تھا۔ چوں کہ اس میں دوسروں کی غلطیوں کی نشان دہی کی جاتی ہے اس لیے اس میں بہت گہری اور باریک تحقیق کی جاتی ہے۔ اس خصوص میں ذیل کی کتابیں اور مضامین قابل ذکر ہیں:

قاضی عبدالودود: آزاد بہ حیثیت محقق، نوائے ادب، اپریل جولائی، اکتوبر، ۱۹۵۶ء

قاضی عبدالودود: عبدالحق بہ حیثیت محقق، معاصر، ۱۳ تا ۱۵

قاضی عبدالودود: عیارستان، ۱۹۵۷ء۔ اشتر و سوزن، ۱۹۶۵ء۔

رشید حسن خاں: ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ، ۱۹۷۸ء

عطا کاکوی: غلطی ہائے مضامین، پٹنہ، جنوری ۱۹۸۲ء

عابد پیشاوری: نقطے اور شوشے (بہ شکلِ مضمون، نوائے ادب، ۷۹۔۱۹۷۸ء میں)

عابد پیشاوری: متعلقاتِ انشا، ۱۹۸۵ء

حنیف احمد نقوی: غالب کے خطوط، جلد اول، ایک جائزہ، اکادمی لکھنؤ، ستمبر ۱۹۸۶ء تا فروری ۱۹۸۷ء

قاضی صاحب کا مضمون غالب بہ حیثیت محقق اصلا علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۲۹۔۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔ اس پر ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ۱۹۵۲ء کے اردو ادب کے دوشماروں میں جوابی مضمون ع ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں، لکھا۔ اس کے زیر اثر قاضی صاحب نے اپنے مضمون کو از سرِ نو لکھ کر نقدِ غالب میں شائع کر دیا اور تمہید میں لکھا:

"میرا مقالہ علی گڑھ میگزین ... میں بہت عجلت میں لکھا گیا تھا اور اس میں اغلاط طباعت بھی بہ کثرت تھیں۔ میری استدعا ہے کہ اسے کالعدم سمجھا جائے اور مجھے اس کے متعلق ہر قسم کی ذمے داری سے بری قرار دیا جائے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوکت سبزواری کا مضمون ان کے مجموعے ''غالب فکر و فن'' کراچی ۱۹۸۱ء میں شامل ہے۔ شوکت معترض ہیں کہ قاضی صاحب میں اتنی اخلاقی جرأت نہ ہوئی کہ اپنی اغلاط مان لیتے اور اعتراف کرتے کہ مضمون میں ترمیمات سبزواری کے اعتراضات کی وجہ سے کرنی پڑیں۔ قاضی صاحب کا مضمون مجھے بہت عالمانہ معلوم ہوتا ہے، لیکن جب سبزواری کے مضمون پر نظر ڈالتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ قاضی صاحب نے کیسی کیسی غلطیاں سرزد کی تھیں۔ جب قاضی صاحب کا سلسلہ مضامین، عبدالحق بہ حیثیت محقق معاصر میں شائع ہو رہا تھا تو شوکت سبزواری نے قومی زبان کراچی میں اس کا جواب شروع کیا۔ پہلی قسط کے بعد ہی مولوی عبدالحق نے اس کی اشاعت روک دی۔ اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ دوسروں پر اعتراض کرنا کتنا خطرناک کام ہے۔ اگر ان اعتراضات اور مجوزہ تصحیحات میں سے دو تین بھی غلط ثابت ہو جائیں تو معترض کو نکو بن کر یہ مصرع پڑھنا پڑے گا:

ع میں الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا

اگر قاضی عبدالودود کے اعتراضات بھی غلط ثابت ہو سکتے ہیں تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

نئی تحقیقی دریافتیں: تقسیم کے بعد کے چالیس سال تحقیق کے باب میں اس لیے بارآور ہیں کہ ان میں متعدد نئے متن سامنے آئے اور متعدد نئی دریافتیں ہوئیں۔ جو متن دریافت ہوئے ان میں تین سب سے اہم ہیں۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد کی کربل کتھا، ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی قصۂ مہر افروز و دلبر اور توفیق احمد امروہوی کتب فروش کا دیوانِ غالب بخطِ غالب۔ قصہ مہر افروز و دلبر کا اچھا، الگ تھلگ تعارف کرا دیا ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنی کتاب اردو نثر کا آغاز اور ارتقا میں ص ۳۴۰۔۳۳۹ پر کیا لیکن وہ اس کی اہمیت کو نہ پہچان سکیں۔ اس کو اس کا صحیح مقام ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے ہی دلایا۔

اہم نو دریافت متون کی تفصیل پیچھے دی جا چکی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد چھوٹے متن دریافت کیے گئے مثلاً ڈاکٹر نذیر احمد نے فکر و نظر جنوری ۱۹۶۳ء میں اور ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر دہلی، شمارہ ۲، ۱۹۶۸ء میں دسویں صدی ہجری کے بعض ایرانی نژاد شعرا کی ریختہ غزلیں متعارف کیں۔ میں نے میر کی تین نئی مثنویاں دریافت کیں جنھیں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنی مدونہ کلیاتِ میر میں لے لیا۔ انشا کی مثنوی مرغ نامہ کے محض ۲۲ شعر دستیاب تھے۔ عابد پیشاوری نے متعلقاتِ انشا میں اس کا ۲۲۱ شعروں کا مکمل نسخہ شائع کیا۔ غالب اور اقبال کے نئے خطوط وقتاً فوقتاً دریافت ہوتے رہتے ہیں۔

ہر تحقیقی کتاب اور ہر اچھے تحقیقی مضمون میں کچھ نئی دریافتیں ہوتی ہے۔ جائزہ لے کر انھیں نوٹ کیا جائے تو اعداد کئی سو تک پہنچیں گے۔ ان میں سے چند انکشافات زیادہ اہم ہوں گے بقیہ کم اہم۔ ان کی اضافی اہمیت کے بارے میں اختلافِ رائے ہو سکتا ہے۔ میں اپنی معلومات اور یادداشت کی بنا پر دونوں قسم کی چند دریافتیں ذیل میں درج کرتا ہوں اول وہ جو میری نظر میں زیادہ اہم ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر حسینی شاہد نے شاہ امین الدین علی اعلیٰ پر اپنا مقالہ نومبر ۱۹۶۲ء میں عثمانیہ یونی ورسٹی میں داخل کیا۔ اس میں انکشاف کیا کہ معراج العاشقین بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف نہیں بلکہ بہت بعد کے ندوم شاہ حسینی کی تلاوت الوجود کی تلخیص ہے۔ اس نکتے کو تفصیل کے ساتھ ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اپنی کتاب معراج العاشقین کا مصنف (۱۹۶۸ء) میں پیش کیا۔ دونوں علما نے بتایا کہ پانچ سو ۲۵ گن کا فلسفہ حضرت امین نے متعارف کیا، ان سے پہلے کا نہیں۔ میرے نزدیک پچھلے پانچ برسوں میں یہ سب سے اہم تحقیقی انکشاف ہے۔

۲۔ ڈاکٹر حسینی شاہد نے اپنے مضمون "کلمۃ الحقائق اردو نثر کا پہلا نقش" (نوائے ادب، جولائی ۱۹۶۰ء) میں دعویٰ کیا کہ خواجہ بندہ نواز اور میراں جی شمس العشاق نے اردو نثر میں کوئی رسالے نہیں لکھے۔ بنگلور یونی ورسٹی کے ڈاکٹر محمد نورالدین سعید (برادر ڈاکٹر فہیدہ بیگم) نے اپنے غیر مطبوعہ مقالے "خواجہ بندہ نواز سے منسوب دکنی رسائل" میں ایک ایک رسالے کو لے کر خواجہ صاحب سے اس کے انتساب کی تردید کی۔ میں نے بھی اپنی زیرِ طبع "تاریخ ادب اردو ۱۰۰۰ء تک" میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقف سے اتفاق کیا ہے۔ واضح ہو کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق اردو نثر کا قدیم ترین نمونہ صوبہ سرحد کے پیر روشن بایزید انصاری متوفی ۹۸۰ھ کی کتاب خیر البیان ہے (تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص ۵۸ نیز ص ۲۰۳)۔

۳۔ مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن کے رکن دیوی سنگھ چوہان نے دریافت کیا کہ سب رس کرشن مشر کے سنسکرت ناٹک پربودھ چندرودے سے ماخوذ ہے (مراٹھی ساہتیہ پتر کا، اپریل ۱۹۶۹ء)

ڈاکٹر نورالسعید اختر نے اپنے مضمون قصہ حسن و دل مختلف زبانوں میں (شیرازہ، سری نگر، جلد ۸، شمارہ ۲) کے ذریعے اہل اردو سے اس دریافت کو متعارف کیا۔ ڈاکٹر منظر اعظمی نے اپنی کتاب اردو میں تمثیل نگاری (دلی ۱۹۷۷ء) اور ڈاکٹر پرکاش مونس نے اپنی کتاب اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر (الہ آباد ۱۹۷۸ء) میں طے کیا کہ قصہ حسن و دل کا بنیادی خیال ضرور پربودھ چندرودے سے لیا گیا ہے لیکن یہ اس کا ترجمہ نہیں۔

۴۔ ڈاکٹر پرکاش مونس نے پہلے ہماری زبان کے ایک مضمون میں اور پھر اپنی کتاب ''اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر'' میں نواب عیسوی خاں بہادر کی شخصیت کی نشان دہی کی کہ یہ بہاری ست سئی کا مشہور ہندی مفسر ہے جو گوالیر کے پاس کی ریاست نرور کے دربار میں تھا۔

۵۔ عتیق صدیقی نے گلکرسٹ اور اس کا عہد میں تصحیح کی کہ گلکرسٹ فورٹ ولیم کالج کا پرنسپل نہ تھا، ہندوستانی کا پروفیسر تھا۔

۶۔ میرے شاگرد رحمت علی خاں نے مجھ سے ذکر کیا اور میں نے تفصیل سے لکھا کہ چار درویش کے پہلے درویش کی سیر کا ماخذ ترکی کی داستان چہل وزیر ہے (نثری داستانیں طبع سوم ص ۲۶۰)

۷۔ ڈاکٹر سید سجاد کی تحقیق سے فائدہ اٹھا کر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے نوطرز مرصع کے مقدمے میں واضح کیا کہ یہ داستان ۱۷۷۵ء کے قریب مکمل ہوئی۔

۸۔ قاضی عبدالودود نے اپنے مضمون آزاد بہ حیثیت محقق میں آب حیات کی متعدد اغلاط کی نشان دہی کی۔ ڈاکٹر عابد پیشاوری نے اپنی کتاب ''انشاء اللہ خاں انشا'' میں آب حیات میں انشا کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق روایتوں اور لطیفوں پر تحقیق کی۔ ان کے اصل ماخذ تلاش کر کے آزاد کی غلط بیانیوں کی قلعی کھولی۔

چند اہم دریافتیں یہ ہیں:

۱۔ یحییٰ شاہد نے اپنی کتاب میں انکشاف کیا کہ خوش نامہ اور خوش نثر کی خوش بی شاہ میراں جی شمس العشاق کی سالی تھیں۔

۲۔ شاہ میراں جی شمس العشاق کی تاریخ وفات ایک معما تھی۔ ان کے بیٹے شاہ برہان الدین جانم نے میراں جی کا جو مرثیہ لکھا ہے اس کے ایک مصرعے میں کہا ہے کہ یہ سال ۹۴ ہے اور شوال کا مہینہ ہے۔ اس کے یہ معنی سمجھے جاتے تھے کہ میراں جی نے ۹۴ سال کی عمر میں شوال میں انتقال کیا۔ میں نے واضح کیا کہ اسی کے معنی ہیں کہ یہ سنہ ۹۹۴ھ ہے اور شوال کا مہینہ ہے یعنی میراں جی نے شوال ۹۹۴ھ میں انتقال کیا۔

۳۔ مشہور ریختہ ''ریت ہے، گیت ہے'' سعدی کے نام سے مشہور ہے۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے پتا لگایا کہ یہ دراصل پنجاب کے ملا شیری متوفی ۹۹۲ھ یا ۹۸۹ھ کی تصنیف ہے (علی گڑھ تاریخ ادب اردو، ص ۲۸۸)

۴۔ اختر حسن صاحب نے وجہی پر اپنے مضمون مشمولہ سب رس جنوری، فروری ۱۹۶۲ء میں وجہی کے فارسی دیوان کی خبر دی اور اس کی بنا پر انکشاف کیا کہ وجہی کا نام اسد اللہ تھا اور وہ تین تخلص وجہی، وجیہہ اور وجیہی کرتا تھا۔

۵۔ ڈاکٹر نورالسعید اختر نے اپنے مضمون ''تاج التقائق کا اصلی مصنف'' (نوائے ادب، اکتوبر ۱۹۶۱ء) میں طے کیا کہ تاج التقائق وجہی کی تصنیف ہے۔

۶۔ تمنا عمادی یحییٰ پھلواروی نے شاہ عماد الدین قلندر پھلواروی کا ایک رسالہ صراط مستقیم معروف بہ سیدھا راستہ (۱۰۸۱ھ) قاضی عبدالودود کے رسالے معیار، پٹنہ، مارچ ۱۹۳۶ء میں شائع کرایا۔ مالک رام صاحب نے پہلے اپنی مرتبہ کرنل کتھا کے دیباچے میں اور بعد میں رسالہ آج کل اردو تحقیق نمبر، اگست ۱۹۶۷ء میں واضح کیا کہ یہ رسالہ جعلی ہے جسے تمنا عمادی نے وضع کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ ڈاکٹر عبدالغفار شکیل نے اپنے مضمون "بکٹ کہانی کا مصنف اور اس کا وطن" (فکر و نظر۔ علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء) میں اکرم رہتکی کے تیرہ ماہیے کی سند پر منکشف کیا کہ صاحب بکٹ کہانی افضل کا نام گوپال اور وطن نارنول تھا۔

۸۔ حافظ محمود شیرانی نے طے کیا تھا کہ چار درویش کے قصے کا مصنف محمد علی معصوم خاں تھا۔ میں نے اپنی کتاب نثری داستانیں کی طبع دوم و سوم میں اس سے کافی پرانے اور تفصیلی مخطوطات کی نشان دہی کر کے ثابت کیا کہ محمد علی اس نسخے کا مصنف نہیں ایک راوی تھا۔

۹۔ مظہر علی ولا نے فورٹ ولیم میں قصہ مادھونل و کام کندلا لکھا۔ اس نے دیباچے میں اس کا ماخذ موتی رام کیشور کی برج کتاب کو قرار دیا۔ ڈاکٹر پرکاش مونس نے اپنی کتاب میں انکشاف کیا کہ موتی رام نے برج میں کوئی کتاب مادھونل نہیں لکھی۔ ولا کا ماخذ اودھی کے مسلمان شاعر عالم کی مادھونل کتھا ہے۔

۱۰۔ عابد پیشاوری نے انشا پر اپنے مقالے میں انشا کی معزولی اور جنون کے ماہ و سال کی بڑی صحت سے تعیین کی اور قاضی عبدالودود کی طے کردہ تاریخ کی شافی تردید کی۔

۱۱۔ رشید حسن خاں نے انتخاب ناسخ (اپریل ۱۹۷۲ء) کے تعارف میں انکشاف کیا کہ کلیات ناسخ ان کے شاگرد رشک کی اصلاحات کی زخم خوردہ ہے۔ میں نے اپنے مضمون ناسخ کا ایک غیر مردف دیوان (نذر عابد ۱۹۷۲ء) میں مزید انکشاف کیا کہ رشک نے ناسخ کی مثنوی سراج نظم میں بھی بہت بے جا اصلاح کی تھی۔

۱۲۔ میں نے مندرجہ بالا مضمون میں ایک قدیم خط کی بنا پر یہ بھی دریافت کیا کہ ناسخ نے ۲۵ سے ... کہے تھے جو نواب حسن الدولہ حسن کے نام سے ہیں۔

۱۳۔ شوق قدوائی اور دوسرے بعض حضرات نے الزام لگایا تھا کہ دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزار نسیم رفعت کی فارسی مثنوی سے ماخوذ ہے۔ میں نے پتا لگایا کہ اس کے برعکس مثنوی ریحان گلزار نسیم سے موخر ہے اور اس سے ماخوذ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ ڈاکٹر فضل امام نے اپنے مقالے امیر اللہ تسلیم میں بتایا کہ نغمۂ مسلسل اور گوہرِ انتخاب تسلیم کی یک ہی مثنوی کے دو نام ہیں۔

۱۱۔ محمود شیرانی نے دیوانِ ذوق کی بہت سی غزلوں کو محمد حسین آزاد کی تخلیق ثابت کیا تھا۔ عابد پشاوری نے اپنے ایک طویل مضمون میں دوسری متعدد غزلوں کو آزاد کی تخلیق قرار دیا۔

۱۲۔ میں نے نثری داستانیں، طبع سوم میں فیصلہ کیا کہ طلسمِ ہوش ربا پہلی بار اردو ہی میں لکھی گئی، فارسی میں نہیں۔

۱۳۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے ہماری زبان میں شائع شدہ اپنے ایک مضمون اقبال سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ، ہماری زبان ۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء میں ثابت کیا کہ علامہ اقبال کے اجداد برہمن نہ تھے۔ انھوں نے اپنے ایک اور مضمون "اقبال کے والد شیخ نتھ کا سفر شیخ نور محمد ان پڑھ فلسفی تک" ہماری زبان ۱۵ اگست نیز ۲۲ اگست، یکم ستمبر ۱۹۸۰ء میں انکشاف کیا کہ اقبال کے والد کا نام شیخ نتھو ہی تھا۔ بعد میں علامہ نے کسی مصلحت کے تحت نور محمد نام وضع کر لیا۔

تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں تحقیق کے کام اتنے زیادہ ہوئے ہیں کہ ایک مضمون میں ان کے انتخابات کا نام لینا بھی ممکن نہیں۔ مضمون کے ظرف میں ان سب کی سمائی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ مجھے سب کاموں کا علم بھی نہیں۔ میں نے جن کاموں کا ذکر کیا ہے، اس معیار کے اور بہت سے کام ہوئے ہوں گے۔

ان کاموں میں جو طلبہ ریسرچ میں داخلے لیتے ہیں، چوں کہ وہ تحقیقی رجحان کے سبب نہیں، بے روزگاری کے طفیل لیتے ہیں، اس لیے ان سب سے اعلیٰ کارکردگی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ پھر بھی ان میں سے کچھ نہ کچھ یقیناً قابلِ قدر ہوتے ہیں۔ میرے پاس جو سندی مقالے جانچنے کے لیے آتے ہیں ان میں سے کئی تحقیقی اعتبار سے طمانیت بخش ہوتے ہیں۔

تحقیق کے بہتر کام وہ محقق کرتے ہیں جو کھوج کی دھوپ میں بال سفید کر چکے ہیں۔ اسی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محققوں کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل تیار ہوتی جاتی ہے۔ تحقیق کے عناصرِ خمسہ کے بعد ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر نذیر احمد، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر تنویر علوی، ڈاکٹر حسینی شاہد، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر سیدہ جعفر، ڈاکٹر محمود الٰہی، رشید حسن خاں، ڈاکٹر ابو محمد سحر، کالی داس گپتا رضا، ڈاکٹر اکبر حیدری، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر عابد پیشاوری، ڈاکٹر حنیف احمد نقوی، ڈاکٹر محمد انصار اللہ اور ڈاکٹر کاظم علی خاں وغیرہ ہیں جن کی شہرت بنیادی حیثیت سے محقق کے طور پر ہے اور ان کے بعد جوان اور نوجوان محققین کی نسل ہے جنھوں نے محدود پیمانے پر قابل قدر کام کیے ہیں۔ اگر قاضی عبدالودود کی طرح محتاط، دقیق و عمیق تحقیق کی تلاش ہو تو رشید حسن خاں، کالی داس گپتا رضا، عابد پیشاوری اور حنیف احمد نقوی وغیرہ کی سطح دیکھ کر نومیدی کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ میں پست اور اوسط معیار کے کاموں سے صرفِ نظر کر کے بہتر معیار کے کاموں تک محدود رہتا ہوں تو تحقیق کی رفتار اور معیار دونوں سے آسودگی محسوس کرتا ہوں۔

حواشی:

۱۔ مضمون کا موضوع تقسیم ملک کے بعد کی تحقیق ہے لیکن مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم سے پہلے کے پس منظر اور تمام مضمرات کی نشان دہی بھی کر دی جائے اس لیے غیر منقسم تحقیق کو نسبتاً تفصیل سے پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۔ احمر لاری، تذکرۂ شعرا از حسرت موہانی (گورکھ پور، ۱۹۷۲ء)

۳۔ احمر لاری، حسرت موہانی، حیات اور کارنامے (گورکھ پور ۱۹۷۲ء)

۴۔ خلیق انجم، "ادبی تحقیق اور حقائق"، مشمولہ ادبی و لسانی تحقیق، مرتب ڈاکٹر عبدالستار دلوی (بمبئی، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۱۶۰۔)

۵۔ ڈاکٹر فیروز احمد، "ابواب المصائب"، مرزا دبیر کی ایک نثری تالیف' اکادمی لکھنؤ" ستمبر، اکتوبر، ۱۹۸۷ء، ص ۲۲۔۲۱ (۴)

(مشمولہ سہ ماہی "اردو" کراچی، انجمن ترقی اردو، پاکستان، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید معین الرحمٰن

پاکستانی یونیورسٹیوں میں
اردو تحقیق کے چالیس سال: ۱۹۴۷ تا ۱۹۸۸ء
رفتار اور معیار

(۱)

سابق مشرقی پاکستان میں ڈھاکا یونیورسٹی کا شعبۂ اردو بہت ممتاز تھا— اب اسے نظر انداز کر کے موجودہ پاکستان کی آٹھ یونیورسٹیوں کے اردو شعبوں میں تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ اب تک چار اسکالرز نے پاکستانی یونیورسٹیوں سے اردو میں ڈی لٹ کا اعلیٰ ترین علمی اعزاز حاصل کیا ہے۔ ڈاکٹر وحید قر
نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے، ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور ڈاکٹر سید تقام حسین جعفری نے کراچی یونیورسٹی، کراچی سے اور ڈاکٹر جمیل جالبی نے سندھ یونیورسٹی، جامشورو (حیدرآباد) سے یہ اسنادِ فضیلت پائیں۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۸ء تک کے ان چالیس برسوں میں پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک سو ساٹھ کے قریب اہلِ قلم نے پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ ان میں ۲۵ سے زیادہ خواتین بھی شامل ہیں۔ اس حد زمانی میں کراچی، سندھ اور بلوچستان کی جامعات سے تین اصحاب اور تین خواتین نے اردو میں ایم فل کی اسناد بھی حاصل کیں۔

سب سے زیادہ تحقیقی کام پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہوا جہاں ستر سے زیادہ اسکالرز کو اردو میں پی ایچ ڈی کی اسناد تفویض ہو چکیں۔ تحقیقی کام کی جو آسانیاں اور قدیم و باثروت کتب خانوں کی جیسی سہولتیں لاہور میں میسر ہیں اس کے پیشِ نظر تحقیقی کام کی یہ رفتار اور زیادہ بہتر اور اطمینان بخش ہو سکتی تھی اگر ماضی میں مجاز رویے مثبت ہوتے اور نو آموز داردانِ تحقیق کی حوصلہ شکنی نہ کی جاتی۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور سے تحقیقی کام کی اجازت حاصل کر لینا اب جیسا سہل ہے پہلے ایسا کبھی نہیں رہا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (وفات لاہور ۱۴/اگست ۱۹۸۶ء) قیامِ پاکستان سے ۱۹۶۴ء تک یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے صدر اور اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔ ۱۹۶۴ء تک کے سترہ برسوں میں کل بارہ اصحاب کو پی ایچ۔ ڈی سے سرخ رو ہونا نصیب ہوا — یہ سارا کام قدرِ اول کا ہوتا تو اس تھوڑے کو بہت جان کر فخر کیا جا سکتا تھا لیکن ان بارہ مقالات میں سے ایک چوتھائی کے تو آج تک چھپنے ہی کی نوبت نہیں آ پائی — بعض جزواً چھپے ہیں جو چھپے ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو یونیورسٹی اسکالرز یا نگرانِ کار اصحاب، غرض کسی کے لیے وجہِ فخر نہیں۔

۱۹۶۵ء سے ۱۹۸۲ء تک کے اگلے سترہ برسوں میں (جب پروفیسر سید وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی اور ڈاکٹر وحید قریشی) شعبۂ اردو کے صدر اور اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے) کتنے ریسرچ اسکالرز کو پی ایچ ڈی کی اسناد تفویض ہوئیں، پچاس کے قریب موضوعات کا رجسٹریشن ہوا اور اہلِ علم منظور شدہ موضوعات پر دادِ تحقیق دینے میں مصروف رہے۔

شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے دوسرے انتظامی اور سربراہی دور میں تحقیقی کام کی اجازت حاصل کر لینا جیسا آسان اور ارزاں بنا دیا گیا وہ پہلے دور کی نارواداری سے جواز ...

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منی کا ایک طرح سے گویا ردِ عمل تھا — امید ہے کہ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے تیسرے (یعنی موجودہ) دور میں جب ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا شعبۂ اردو کے سربراہ ہیں اعتدال کی صورت پیدا ہو سکے گی — یعنی طالبانِ صادق رجسٹریشن سے محروم نہیں رکھے جائیں گے اور تحقیق سے مزاجی مناسبت نہ رکھنے والوں کو اس وادی سے دور رکھا جا سکے گا۔۔۔

کراچی میں تحقیقی وسائل کی کمی ہے اور نہ ذی استعداد اصحاب کا قحط۔ اس عقب میں پچھلے تیس پینتیس برس میں کراچی یونیورسٹی سے جتنے اسکالرز نے ڈاکٹریٹ کی منزل کو پایا وہ تعداد کچھ قابلِ رشک نہیں۔

سندھ یونیورسٹی جام شورو نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں تحقیقی کام کی جو رفتار اور روایت قائم کی وہ قابلِ تحسین ہے۔ بعض صورتوں میں کام کے معیار کے بارے میں شاید دو رائیں ہوں لیکن اس عدمِ اعتدال سے کون سی یونیورسٹی ہے جو بچی ہوگی! کراچی یونیورسٹی سے ایسے اصحاب کو (اور ایسے کاموں پر) تحقیقی ڈگریاں دی گئی ہیں جو سرے سے 'تحقیق' ہی پر یقین نہیں رکھتے اور اسے غیر مفید یا کم مفید شغل سمجھتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں ایک طرف ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی اور ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے تحقیقی کام کو ایک معیار اور مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ تحقیقی کام کو کیسا ہونا چاہیے، دوسری طرف پنجاب یونیورسٹی ہی کے بعض بے ڈول یا کج مج، انتقادی یا غیر منضبط اور بے رس نیم مُدرِسانہ مقالات کو اس امر کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ تحقیقی کام کو کیسا نہ ہونا چاہیے!!

قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ڈھاکا یونیورسٹی (سابقہ مشرقی پاکستان)، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد (جامشورو)، کراچی یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور اور جامعہ بلوچستان، کوئٹہ کے اردو شعبوں میں جو تحقیقی کام ہوا یا ہو رہا ہے اگلے صفحات میں اس کی ضروری تفصیلات پیش کی جا رہی ہیں۔ ان تفصیلات کے ہر طرح جامع ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کوائف میں ترمیم و تصحیح یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافے کی ہر آواز میرے لیے مسرت کا باعث ہوگی۔

پچھلے چالیس برسوں میں پاکستانی یونیورسٹیوں کے اردو شعبوں میں جو تحقیقی کام پایۂ تکمیل کو پہنچا (یا جو موضوع زیر تحقیق ہیں) اس کا جائزہ یا تجزیہ ایک بڑی فرصت کا متقاضی ہے۔ اس کا موقع نہیں، اس میں مقامات آہ وفغاں بھی بہت ہیں۔ بایں ہمہ ایک دو عمومی امور کی طرف اشارہ کر دینا چاہوں گا۔

پہلی بات، ایک ہی موضوع پر کام کی تکرار ہے۔ جہاں تحقیق کے لیے اردو شعر و ادب کی کتنی ہی وادیاں قدم قدم کسی آبلہ پا کی منتظر ہوں وہاں کم و بیش ایک یا ایک ہی سے موضوع کو تحقیق کے لیے منتخب کرنا اور منظور کرالینا (ریسرچ اسکالر کے پیش نظر کوئی آسان راستہ نہیں ہے تو) گویا توانائیوں کو ضائع کرنا ہے۔

اردو میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر سندھ یونیورسٹی میں بھی کام ہوا (۱۹۷۹ء)، پنجاب یونیورسٹی نے بھی اسی موضوع پر ڈگری (۱۹۸۲ء) جب کہ "اردو میں سیرت نبوی کا ادب" ہی کے موضوع پر ڈاکٹر اسد اللہ کامل ۱۹۶۸ء میں شعبۂ اردو، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر سے پروفیسر عبدالقادر سروری کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کی سند پا چکے ہیں [۱] اردو شاعری کے سیاسی، سماجی اور تاریخی پس منظر پر پنجاب یونیورسٹی میں بھی کام ہوا، سندھ یونیورسٹی میں بھی، ڈھاکا میں بھی اور کراچی یونیورسٹی میں بھی [۲]

وسائل اور افرادی قوت کی قلت کے مدنظر حتی الامکان مختلف یونیورسٹیوں میں ایک ہی موضوع پر یا بڑی حد تک ملتے جلتے موضوعات پر (کسی استثنائی اتفاق کے بغیر) کام کرنے کے رجحان کو روکنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کوئی طریق کار وضع کر سکتا ہے۔

ایک دوسری تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ ان چالیس برسوں میں پاکستانی جامعات سے جتنے تحقیقی مقالات پر اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تفویض ہوئی ہیں، میری نظر اور دسترس کی حد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لک ان میں سے بمشکل ایک تہائی کو طباعت کی روشنی میسر آئی ہے۔ تحقیق کا مقصد اگر انکشاف حقائق یا حقائق کی نئی تعبیر و تشکیل یا تشریح ہے تو پھر ان تحقیقی مقالات کا جو اس معیار پر پورا اترے شائع نہ ہونا اور محض یونیورسٹی لائبریری میں یا یونیورسٹی کے دفتر میں سربند رہنا کیا صریح و سنگین ظلم نہیں؟

تحقیقی مقالات کی اشاعت کا لازمی اہتمام متعلقہ یونیورسٹی اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن دونوں کا مشترکہ درد سر ہونا چاہیے۔ پھر کامیاب مقالہ نگاروں کے مقالات اور علمی انکشافات نہ صرف یہ کہ ضرور شائع ہوں بلکہ جن فاضل ممتحنوں نے مقابلے پر ڈگری عطا کیے جانے کی سفارش کی ہو ان کے اسما بھی التزاماً مقالے پر ثبت، اور ہو سکے تو ان کی رپورٹس بھی، مقالے کے آغاز میں درج ہوں۔ اس سے تحقیقی کام کا معیار اور اعتبار بڑھے گا اور غلط بخشی یا سہل انگاری کا اگر کوئی راستہ ہے تو وہ بند ہو گا۔

یہاں مجھے ایک آدھ بات پنجاب یونیورسٹی کی موجودہ صورت حال کے بارے میں بالخصوص کہنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں تحقیقی کام کا سلسلہ یا مطالبہ پچھلے کچھ برسوں میں بوجوہ بڑھا یا بلند ہوا ہے۔ بورڈ آف اسٹڈیز (اردو) کے ایک اجلاس منعقدہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۳ء میں (اس وقت کے شعبۂ اردو کے صدر) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے پی ایچ ڈی کے بڑھتے ہوئے رجحان اور گرتے ہوئے معیار کی بحالی کے بارے میں ایک تحریری رپورٹ پیش کی تھی۔ یہ خود اعترافی کی ایک اچھی مثال ہے اور نظر انداز کیے جانے کے لائق نہیں۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں کہ:

"شعبۂ اردو میں گزشتہ چند سالوں میں بہت سے موضوعات پر تحقیقی کام کی اجازت دی گئی۔ بعض مقالات مکمل ہو کر پیش کیے گئے اور مقالہ نگاروں کو ڈگریاں بھی ملیں، اگرچہ ان میں چند مقالات ہی طبع ہو سکے اور باقی زیادہ تر چھپنے کی بجائے چھپنے کے مستحق تھے۔ اس سے معیار کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ غیر معیاری کام کی ایک وجہ امیدواروں کی کثرت اور اساتذہ کی کمی بھی ہے۔ اس وقت شعبہ اردو کے اکثر اساتذہ اپنے معمول کے تدریسی کاموں کے ساتھ بیک وقت کئی کئی مقالات کی نگرانی کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔

اس سال (۱۹۸۳ء) کے شروع میں ڈاکٹر وحید قریشی کے چلے جانے اور اب ڈاکٹر عبیداللہ خاں کے سبک دوش ہونے کے بعد شعبۂ اردو خاصا سکڑ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں جانے والے صاحبان کا کام بھی دوسرے اساتذہ کو سونپنا پڑے گا۔ ان حالات میں کچھ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ایک استاد کو بیک وقت کتنے مقالات کی نگرانی سونپی جانی چاہیے تاکہ معیاری کام کروایا جا سکے۔ یہ مسئلہ کمیٹی فار ایڈوانسڈ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ کے سوچنے اور حل کرنے کا ہے۔ (اس کمیٹی کی رائے یہ ہے کہ کسی استاد کو بیک وقت پانچ سے زیادہ ریسرچ اسکالرز کے کام کی نگرانی کی خدمت تفویض نہ کی جائے)

۲۔ دوسرا بڑا مسئلہ نئے موضوعات کی تلاش کا ہے جو خاصا پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔

۳۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے معیار کو بحال کرنے اور برقرار رکھنے کا مسئلہ بھی ہے۔ یہ ایک عام رسم بن گئی ہے کہ ادھر کوئی شاعر یا ادیب یا استاد مرا، اُدھر اس پر امیدوار جھپٹ پڑتے ہیں — یہ کام شاید آسان نظر آتا ہے مگر اس میں دو قباحتیں ہیں۔ ایک تو (یہ کہ) کسی شخصیت کا ادب میں مرتبہ و مقام کیا ہے۔ دوسرے اس کے بارے میں فوری تاثرات کا گرد و غبار معروضی کام میں حائل ہوتا ہے — اور پھر مرنے والے پر مختلف اصحاب کے مضامین کا انتظار بھی کر لینا ضروری ہے۔

اس لیے میری تجویز یہ ہے کہ کسی مرنے والے پر فوری تحقیقی کام نہ کرایا جائے بلکہ چار پانچ سال بعد کام ہو اور اس دوران میں جس امیدوار نے کسی مرحوم شخصیت پر کچھ معیاری مضامین لکھ کر استحقاق پیدا کیا ہو تو اسے ترجیح دی جائے — میری دوسری تجویز یہ ہے کہ تحقیقی معیار قائم رکھنے کے لیے پی ایچ۔ ڈی کے امیدواروں کا سال میں کم از کم ایک بار تحقیق میں آزمائشی امتحان ہوا کرے — اس طرح باصلاحیت کام کرنے والوں کے لیے راستہ کھلا رہے گا۔"

(ضمیمہ الف، روداد اردو بورڈ آف اسٹڈیز پنجاب یونیورسٹی، لاہور، مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۳ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی یہ رپورٹ بجائے خود واضح بالذات ہے۔ اس تحریری رپورٹ پر اردو بورڈ آف اسٹڈیز کے اراکین نے اجلاس میں غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے سلسلے میں مزید کام روک دیا جائے اور یونیورسٹی سے تحقیقی کام کی نگرانی کے لیے مزید اسٹاف کا مطالبہ کیا جائے۔

[یہاں سے کچھ حصہ غیر ضروری، غیر متعلق اور پنجاب یونی ورسٹی کی ''مدح سرائی'' پر مبنی ہونے کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے۔ (مرتب)]

(۲) پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

(الف) ڈی۔لٹ (اردو):

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اکتوبر ۱۹۴۸ء میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور میں اردو میں ایم۔ اے کی جماعتوں کا آغاز ہوا، اب اس پر چالیس برس ہونے کو آئے۔ اس عرصے میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے اردو سے متعلق ڈی۔لٹ کی صرف ایک ڈگری تفویض ہوئی ہے۔ یہ اعزاز اور امتیاز ڈاکٹر وحید قریشی کو ۱۹۶۵ء میں حاصل ہوا، جب ان کی کتاب: ''میر حسن اور ان کا زمانہ'' (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء) پر انھیں اردو میں ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی گئی — ۱۹۵۴ء میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے فارسی میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔

(ب) پی ایچ۔ ڈی (اردو):

پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اردو سے متعلق پی ایچ۔ ڈی کی سب سے پہلی ڈگری ڈاکٹر محمد صادق (وفات، لاہور ۱۹۸۶ء) نے ۱۹۴۰ء میں حاصل کی۔ ان کا تحقیقی مقالہ جو انگریزی میں لکھا گیا، مولانا محمد حسین آزاد کے بارے میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Maulvi Muhammad Husain Azad :His life and works"

یہ مقالہ ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی لاہور کی طرف سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔(ص ۱۷۴) ڈاکٹر محمد صادق نے اپنے اس مقالے کو ''بہت سی ترمیمات اور اہم اضافوں کے بعد'' انگریزی سے اردو میں بھی منتقل کیا۔ یہ ترجمہ مجلسِ ترقی ادب، لاہور سے ''مولانا حسین آزاد — احوال و آثار'' کے نام سے نومبر ۱۹۷۶ء میں بہ صورتِ کتاب چھپ چکا ہے (صفحات ۲۹۶)

۱۹۴۸ء میں یونیورسٹی میں اردو میں ایم۔اے کی سطح پر تدریس کا آغاز اور اہتمام ہوا اس کے بعد سے اردو میں پی ایچ۔ڈی کی سند کے لیے تحقیقی کام کا رجحان بڑھا۔اب تک (ستمبر ۱۹۸۸ء) اردو میں جن ریسرچ اسکالرز نے یہ اعلیٰ علمی فضیلت حاصل کی ہے، ان کے کوائف یہ ہیں:

۱۔ڈاکٹر صابر علی خاں، موضوع: ''سعادت یار خاں رنگین — حیات و کلام'' ۳

نگرانِ کار: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، سالِ تکمیل و تفویض: ۱۹۵۵ء

۲۔ڈاکٹر وزیر آغا: اردو ادب میں طنز و مزاح ۴

ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۱۹۵۶ء

۳۔ڈاکٹر مہر عبدالحق: ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق ۵

ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۹۵۷ء

۴۔ڈاکٹر سید صفدر حسین: زندگی اور ادب شاہانِ اودھ کے عہد میں ۶

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ۱۹۵۷ء

۵۔ڈاکٹر اے۔ڈی نسیم: اردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر

ڈاکٹر سید عبداللہ، ۱۹۵۹ء

۶۔ڈاکٹر مظفر حسین ملک: مرزا دبیر — سوانح و کلام ۷

سید عابد علی عابد، ۱۹۶۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ڈاکٹر ارشاد احمد ارشد: اردو میں شخصی مذہبی اور قومی مرثیہ نگاری — تاریخ و تنقید
ڈاکٹر سید عبداللہ، ۱۹۶۰ء

۸۔ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر ۸
ڈاکٹر سید عبداللہ، ۱۹۶۱ء

۹۔ڈاکٹر ناظر حسن زیدی: مومن خان مومن دہلوی،
سید وقار عظیم، ۱۹۶۲ء

۱۰۔ڈاکٹر عبید اللہ خاں: پریم چند کا عہد اور فن
پروفیسر سید وقار عظیم، ۱۹۶۲ء

۱۱۔ڈاکٹر سید محمود نقوی (سہیل بخاری): اردو کی نثری داستانوں کا تنقیدی مطالعہ ۹
پروفیسر سید وقار عظیم، ۱۹۶۳ء

۱۲۔ڈاکٹر محمد اسلم قریشی: ڈرامائی نظریات اور تکنیک کی روشنی میں اردو ڈرامے کا جائزہ ۱۰
(i) پروفیسر سید وقار عظیم (ii) امتیاز علی تاج، ۱۹۶۳ء

۱۳۔ڈاکٹر سید ظہیر حسنین فتح پوری: رسوا کی ناول نگاری ۱۱
پروفیسر سید وقار عظیم، ۱۹۶۷ء

۱۴۔ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی: مولوی نذیر احمد — احوال و آثار ۱۲
پروفیسر سید وقار عظیم، ۱۹۶۷ء

۱۵۔ڈاکٹر اسد علی اریب: اردو میں بچوں کا ادب ۱۳
ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۶۷ء

۱۶۔ڈاکٹر آغا مسعود رضا خاکی: اردو افسانے کا ارتقا ۱۴
پروفیسر سید وقار عظیم، ۱۹۶۸ء

۱۷۔ڈاکٹر ناصر احمد خان (پرویز پروازی): اردو ناول — نذیر احمد سے مرزا رسوا تک
پروفیسر سید وقار عظیم، ۱۹۶۸ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۔ڈاکٹر عبدالرزاق عظیم: شاہ نصیر دہلوی

ڈاکٹر وحید قریشی ۱۹۷۲ء

۱۹۔ڈاکٹر محمد صالحین تبسم کاشمیری: غلام ہمدانی مصحفی

ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۹۷۳ء

۲۰۔ڈاکٹر فیضان دانش: کلام ولی کا فنی و لسانی جائزہ

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ۱۹۷۳ء

۲۱۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا: اکبر الہ آبادی۔۔۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ۱۵

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ۱۹۷۴ء

۲۲۔ڈاکٹر اورنگ زیب ممتاز تنگوری: شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ۱۶

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ۱۹۷۵ء

۲۳۔ڈاکٹر رفیہ نور محمد: اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ۱۷

ڈاکٹر وحید قریشی ۱۹۷۶ء

۲۴۔ڈاکٹر محمدی بخش سلطانہ: اردو کی نثری داستانوں میں طنز و مزاح اور ان کے محرکات کا جائزہ

سید وقار عظیم ۱۹۷۸ء

۲۵۔ڈاکٹر سلیم اختر: اردو میں تنقید کا نفسیاتی دبستان ۱۸

ڈاکٹر وحید قریشی ۱۹۷۸ء

۲۶۔ڈاکٹر میر عبدالحمید ابراہیم: اردو شاعری کی ساخت اور ترقی۔۔۔ اٹھارویں صدی میں

ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۹۷۸ء

۲۷۔ڈاکٹر جمیل احمد خان: اردو داستانوں کا علامتی مطالعہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۹۷۹ء

۲۸۔ڈاکٹر ملک حسن اختر: شمالی ہند کی اردو شاعری۔۔۔ عہد محمد شاہی میں ۱۹

ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۹۷۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۔ڈاکٹر محمد انوار الدین (انور سدید): اردو ادب کی تحریکیں ۲۰

ڈاکٹر وزیر آغا، ۱۹۷۹ء

۳۰۔ڈاکٹر محمد آغا سہیل: دبستانِ لکھنؤ کے داستانی ادب کا ارتقا

ڈاکٹر عبید اللہ خان، ۱۹۷۹ء

۳۱۔ڈاکٹر شمیم ملک: آغا حشر کاشمیری — حیات اور کارنامے ۲۱

(i) پروفیسر سید وقار عظیم (ii) ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۱۹۷۹ء

۳۲۔ڈاکٹر محمد یوسف بخاری: کشمیری اور اردو زبان کا تقابلی مطالعہ ۲۲

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ۱۹۸۰ء

۳۳۔ڈاکٹر مظفر عباس: ابوالکلام آزاد — شخصیت اور فن

ڈاکٹر عبید اللہ خان، ۱۹۸۱ء

۳۴۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: اقبالیات — تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ۲۳

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۱ء

۳۵۔ڈاکٹر منظور الٰہی ممتاز: اردو سفرنامے — تحقیقی و تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر عبید اللہ خان، ۱۹۸۱ء

۳۶۔ڈاکٹر خشندہ گل: اردو ادب میں عیسائیوں کی خدمت

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۱ء

۳۷۔ڈاکٹر روشن آرا راؤ: ادبیاتِ اردو کے ارتقا میں رسائل کا کردار

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۱ء

۳۸۔ڈاکٹر فقیر محمد انجم رحمانی: برطانوی دور میں اردو کے فروغ میں پنجاب کے نظامِ تعلیم کا حصہ

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۱ء

۳۹۔ڈاکٹر ممتاز اختر مرزا: پنجاب میں اردو ادب کا ارتقا (۱۸۴۹ء — ۱۹۱۴ء)

ڈاکٹر ناظر حسن زیدی، ۱۹۸۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰۔ڈاکٹر ناہید کوثر: اردو شاعری کا انتقا (۱۷۳۹ء — ۱۸۰۳ء)

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ۱۹۸۱ء

۴۱۔ڈاکٹر انور محمود خالد: اردو نثر میں سیرت رسولؐ

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۲ء

۴۲۔ڈاکٹر ریاض الحق طاہر: اردو نعت

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۲ء

۴۳۔ڈاکٹر سلطان زمان نزہت اکرام: ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری زور۔ حیات علمی و ادبی کارنامے

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۲ء

۴۴۔ڈاکٹر فضل میراں گوہر نوشاہی: لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۳ء

۴۵۔ڈاکٹر طاہر تونسوی: سید مسعود حسن رضوی ادیب

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۳ء

۴۶۔ڈاکٹر سعد اللہ کلیم: اردو غزل کی تہذیبی و فکری بنیادیں

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۴ء

۴۷۔ڈاکٹر رضیہ سلطانہ: اسلامی کلچر اردو مرثیے میں،

ڈاکٹر عبید اللہ خان، ۱۹۸۴ء

۴۸۔ڈاکٹر اختر علی، سید سلیمان ندوی اور ان کی علمی و ادبی اور دینی خدمات

ڈاکٹر عبید اللہ خاں، ۱۹۸۴ء

۴۹۔ڈاکٹر شفیق احمد، مولانا غلام رسول مہر — حیات اور کارنامے

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ۱۹۸۵ء

۵۰۔ڈاکٹر محمد اسلم ضیا، علم عروض اور اردو شاعری

ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۱۹۸۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۱۔ ڈاکٹر محمد بشیر سیفی، اردو میں انشائی ادب کا ارتقا (قدیم انشا سے جدید انشائیے تک)
ڈاکٹر عبید اللہ خاں، ۱۹۸۶ء

۵۲۔ ڈاکٹر حامد حسین، اردو ادب میں انگریزی سے نثری تراجم
ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۱۹۸۶ء

۵۳۔ ڈاکٹر ملازم حسین اختر، محمد احسن فاروقی — حیات اور فن
ڈاکٹر عبید اللہ خاں، ۱۹۸۶ء

۵۴۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم — حیات اور فن
ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۶ء

۵۵۔ ڈاکٹر علی ثنا شاکر بخاری، سعادت حسن منٹو
(i) صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (ii) ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۶ء

۵۶۔ ڈاکٹر سعید مرتضیٰ زیدی، شوکت تھانوی ۲۴
(i) ڈاکٹر وحید قریشی (ii) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ۱۹۸۶ء

۵۷۔ ڈاکٹر ریاض احمد ریاض: ابن انشا — احوال، آثار ۲۵
(i) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (ii) ڈاکٹر عبید اللہ خان ۱۹۸۶ء

۵۸۔ ڈاکٹر علی صفدر جعفری: نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر سید سجاد باقر رضوی، ۱۹۸۶ء

۵۹۔ ڈاکٹر طارق عزیز: اردو رسم الخط اور ٹائپ ۲۶
ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۶ء

۶۰۔ ڈاکٹر احسن زیدی: اردو میں منقبت نگاری
ڈاکٹر وزیر آغا، ۱۹۸۶ء

۶۱۔ ڈاکٹر محمد ایوب: شارحین دیوان غالب (اردو شروح کا تقابلی مطالعہ ۲۷)
ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۲۔ ڈاکٹر منظور اختر تحسین (فراق): عبدالماجد دریابادی — احوال و آثار

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ۱۹۸۶ء

۶۳۔ ڈاکٹر نازنین اختر: شمس العلماء مولوی ممتاز علی کی شخصیت اور علمی خدمات

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ۱۹۸۶ء

۶۴۔ ڈاکٹر پروین اختر: اردو مرثیے کا ارتقا

ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۱۹۸۶ء

۶۵۔ ڈاکٹر اعجاز حنیف: عزیز احمد — زندگی اور کارنامے

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۷ء

۶۶۔ ڈاکٹر عقیلہ حامد علی خان: اردو زبان و ادب کی ترقی میں صحافت کا حصہ

ڈاکٹر عبیداللہ خاں، ۱۹۸۔ء

۶۷۔ ڈاکٹر مظہر محمود خاں شیرانی: حافظ محمود شیرانی — حیات اور تصانیف

ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۷ء

۶۸۔ ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ: اردو میں تاریخی ناول نگاری

ڈاکٹر عبیداللہ خاں، ۱۹۸۔ء

۶۹۔ ڈاکٹر محمد صدیق جاوید: فکر اقبال کا عمرانی مطالعہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی، ۱۹۸۷ء

۷۰۔ ڈاکٹر سردار علی: شورش کاشمیری — احوال و آثار

ڈاکٹر عبیداللہ خاں، ۱۹۸۔ء

۷۱۔ ڈاکٹر محمد افضل خاں نیازی: محمد دین فوق اور ان کی علمی و ادبی خدمات

ڈاکٹر سہیل احمد خان، ۱۹۸۸ء

۷۲۔ ڈاکٹر سعادت حسن سعید: اردو قصیدے کا تہذیبی اور فنی مطالعہ

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۔ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۳۔ ڈاکٹر احمد حسین قریشی: تذکرہ عیار الشعرا کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی [؟]، ۱۹۸۸ء

۷۴۔ ڈاکٹر افتخار احمد نیر صدانی: یوسف ظفر ـــ حیات اور فن

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۸ء

(ج) پی ایچ۔ ڈی (اردو) کے مزید تکمیل شدہ یا زیر تکمیل مقالات:

○ اردو میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے درج ذیل ریسرچ اسکالرز نے تحقیقی کام پورا کر لیا ہے مقالے یونیورسٹی میں جمع کرا دیے ہیں، ممتحن مقرر ہو چکے ہیں۔ نتیجے کا انتظار ہے:

۱۔ محمد آفتاب احمد: موضوع: اردو شاعری پر اقبال کے اثرات

نگرانِ کار: مرزا محمد منور

۲۔ شبیہ کاظمی: ڈاکٹر یوسف حسین خاں ـــ احوال و آثار

نگرانِ کار: ڈاکٹر سید معین الرحمن ۲۸

ڈاکٹر عبید اللہ خاں

۳۔ عبدالحفیظ: فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰ء ـــ ۱۸۵۴ء)

نگران کار: ڈاکٹر وحید قریشی

○ اردو میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے درج ذیل اسکالرز کا اپنے منظور شدہ موضوعات پر تحقیقی کام تکمیل کے آخری مرحلے میں ہے:

۱۔ ثمینہ بشیر: موضوع: سید عبدالحمید عدم ـــ شخصیت اور فن

نگرانِ کار: ڈاکٹر سید سجاد باقر رضوی

۲۔ اورنگ زیب عالمگیر: موضوع: تدوینِ کلیاتِ شعرِ ناسخ

نگرانِ کار: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

○ اردو میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے درج ذیل اسکالرز کے موضوعات مدت ہوئی یونیورسٹی سے منظور ہو چکے وہ تحقیقی کام میں مصروف ہیں اور کسی قدر مہماتِ کار ابھی باقی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بیگم ثاقبہ رحیم الدین : خواجہ میر درد اور ان کے تلامذہ،
ڈاکٹر وحید قریشی، ۱۹۸۱ء

۲۔ ثریا جبیں ملک: شارحینِ اقبال — تحقیقی و تنقیدی جائزہ
مرزا محمد منور، ۱۹۸۱ء

۳۔ ذوالفقار حسین بخاری: علمائے دیوبند کی ادبی خدمات
ڈاکٹر عبید اللہ خاں، ۱۹۸۱ء

۴۔ صابر حسین کلوروی: باقیات شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ۱۹۸۲ء

۵۔ عبدالغنی فاروق: مولانا ماہر القادری — حیات اور ادبی خدمات
ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ۱۹۸۲ء

○ اردو میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے درج ذیل ریسرچ اسکالرز کے موضوعات یونیورسٹی سے منظور ہو چکے اور وہ تیزی سے تحقیقی کام میں منہمک ہیں:

۱۔ نادرہ زیدی: موضوع : منشی محبوب عالم کی علمی اور ادبی خدمات
نگران کار: ڈاکٹر عبید اللہ خاں

۲۔ اسد علی خاں: احتشام حسین — شخصیت اور ادبی خدمات
ڈاکٹر سجاد باقر رضوی

۳۔ علی محمد خاں: لاہور کا دبستان شاعری ۱۹۴۷ء تک
ڈاکٹر سجاد باقر رضوی

۴۔ عطش درانی: اردو میں اصطلاحات سازی کی کوششوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

۵۔ سید معراج نیر زیدی: بابائے اردو مولوی عبدالحق بحیثیت محقق
ڈاکٹر سید معین الرحمن، ڈاکٹر عبید اللہ خاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ [illegible] رشید امجد: میراجی — شخصیت اور فن

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

۷۔ یم۔ انیس ناگی: علم المعانی، استعارہ اور اردو شاعری

ڈاکٹر سجاد باقر رضوی

۸۔ شگفتہ زکریا: تدوین دیوان شیخ ولی اللہ محب

ڈاکٹر عبید اللہ خاں

۹۔ [illegible] رشید زہرا معین: سید وقار عظیم کی تنقید نگاری

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

۱۰۔ [illegible]ن عباس رضوی: ناصر کاظمی — شخصیت اور فن

ڈاکٹر سہیل احمد خاں

○ اردو میں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری کے لیے درج ذیل اسکالرز کے موضوعات اردو بورڈ آف اسٹڈیز پنجاب یونیورسٹی میں پیش ہو چکے۔ ان میں سے کچھ بورڈ سے منظور ہو کر کمیٹی برائے ایڈوانسڈ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ میں بھیجے جا چکے ہیں اور بعض اردو بورڈ آف اسٹڈیز کی ذیلی کمیٹی میں زیر غور ہیں:

۱۔ [illegible]زا انور سلطانہ قدوس: ''اردو کی ترویج و ترقی میں فوج کا حصہ''

مجوز و نگران: ڈاکٹر عبید اللہ خاں

ڈاکٹر وحید قریشی

۲۔ [illegible]میہ الحسن: لکھنؤ کی اردو شاعری ۱۹۰۰ سے ۱۹۴۷ تک

مجوز و نگران: ڈاکٹر سہیل احمد خاں

۳۔ صابرلودھی: محمد طفیل کی ادبی خدمات

۔ اختر پرویز: اردو مسمط کا ارتقا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ناہید قاسمی : جدید اردو شاعری میں فطرت نگاری
تنقیدی و تحقیقی جائزہ ۱۸۷۵ء تا ۱۹۷۵ء

۶۔ غلام حسین سوز (عقیل روبی) : اردو ادب میں احسان دانش کا مقام

۷۔ احمد جاوید : مولانا صلاح الدین احمد کی ادبی خدمات

۸۔ سلیم آغا قزلباش : جدید اردو افسانے کے رجحانات

۹۔ جعفر بلوچ : اردو شاعری میں حمد و مناجات

۱۰۔ احسان اکبر : اردو ادب کا پاکستانی مزاج

۱۱۔ نوازش علی : فراق گورکھپوری

۱۲۔ محمد فخر الحق نوری : ن۔م۔ راشد کی ادبی خدمات

ابھی پچاس کے قریب موضوعات/ابتدائی خاکے، یونیورسٹی بورڈ آف اسٹڈیز (اردو) کے پاس تنقیح طلب پڑے ہیں۔

(۳)

ڈھاکا یونیورسٹی، ڈھاکا (۱۹۴۸ء۔۔۱۹۷۱ء)

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے بعد ڈھاکا یونیورسٹی سب سے قدیم تھی۔ اس کا آغاز ۱۹۲۱ء میں ہوا لیکن اس میں شعبۂ اردو کا اجرا قیام پاکستان کے بعد اپریل ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ اگرچہ پنجاب یونیورسٹی نے بھی اسی برس اردو میں ایم۔ اے کی کلاسیں شروع کیں لیکن تدریس کا آغاز اکتوبر ۱۹۴۸ء میں ہوا اسی طرح ڈھاکا یونیورسٹی کو پاکستان بھر میں سب سے پہلے اردو میں ایم۔ اے سطح تک تدریس اور تعلیم و تعلم کا افتخار اور اعزاز حاصل ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبۂ اردو میں ۱۹۷۱ء تک ایم۔ اے اور بی۔ اے آنرز کے علاوہ پی ایچ۔ ڈی کے لیے تحقیقی کام بھی ہوتا رہا۔ تحقیقی کام کی رہنمائی اور نگرانی کی خدمت ڈاکٹر عندلیب شادانی نے انجام دی۔ سقوطِ ڈھاکا تک یہاں جو کام مکمل ہوا اس کی دستیاب تفصیل یہ ہے:

۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری ، ''اردو زبان کا ارتقا ۲۹ ، ۱۹۵۳ء

۲۔ ڈاکٹر عبدالحق ''فارسی شاعری کا اثر اردو شاعری پر ۳۰ ۔ ۱۹۵۷

۳۔ ڈاکٹر محمد معزالدین ، ''قائم چاندپوری — ترتیب کلام مع مقدمہ'' ۱۹۶۴ء

۴۔ ڈاکٹر محمد حنیف فوق، THE SCCIAL ANALYSIS OF URDU POETRY DURING AND AFTER 1857 ، ۱۹۶۴ء ۳۱

۵۔ ڈاکٹر محمد صدرالحق، ''عبدالغفور نساخ — حیات وتصانیف'' ۳۲ ، ۱۹۶۶ء

ان اصحاب کے علاوہ شبیر احمد علوی ۳۳ (جعفر علی حسرت، استاد جرأت)، صلاح الدین (اردو شاعری کے رجحانات پہلی جنگِ عظیم کے بعد)، سید یوسف حسن (بنگال میں اردو)، ہارون الرشید (اردو شاعری ۱۸۵۷ء کے بعد) کلیم سہسرامی (شاد عظیم آبادی اور ان کی شاعری) اور شبیر علی کاظمی (اردو اور بنگلہ زبانوں میں مشترک عناصر) کے موضوعات پر تحقیقی کام میں مصروف رہے ہیں۔

☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)

سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد/جامشورو

ایک امتحانی اور الحاقی یونیورسٹی کی حیثیت سے کراچی میں سندھ یونیورسٹی کا آغاز ۱۴، اپریل ۱۹۴۷ء سے ہوا۔ چار برس تک وہ اسی حیثیت سے کام کرتی رہی — ۱۹۵۱ء میں کراچی یونیورسٹی کے قیام کے بعد اس نے حیدرآباد منتقل ہو کر تدریسی ذمے داریاں سنبھالیں۔ اب یہ یونیورسٹی حیدرآباد سے جامشورو میں جا آباد ہوئی ہے۔

(الف) پی ایچ۔ڈی کے مقالات

۱۹۵۳ء میں سندھ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کا قیام عمل میں آیا، ۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا شعبۂ اردو کے پروفیسر اور صدر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ یونیورسٹی سے ان کی وابستگی کے ساتھ یہاں تعلیم و تدریس اور تحقیق کے ایک مہتم بالشان دور کا آغاز ہوا۔ پچھلے بیس پچیس برس میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی زیر نگرانی بتیس اہل علم نے ڈی فل اور پی ایچ ڈی کی اسناد فضیلت حاصل کیں۔ ان محققین کے کوائف یہ ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر کریم الدین احمد: ''امیر مینائی اور ان کے تلامذہ'' ۳۴ء، سال تفویض ۱۹۶۲ء

۲۔ ڈاکٹر خان رشید: ''اردو شاعری کا تاریخی اور سیاسی پس منظر''، ۱۹۶۳ء

۳۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی: ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' ۳۵، ۱۹۶۵ء

۴۔ ڈاکٹر سید یحییٰ احمد ہاشمی: ''شبلی کا ذہنی ارتقا''، ۱۹۶۶ء

۵۔ ڈاکٹر حسین بانو: ''ناسخ اور ان کے تلامذہ''، ۱۹۶۸ء

۶۔ ڈاکٹر نجم الاسلام: ''دبستان دہلی کی نثر''، ۱۹۶۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ''اردو میں قرآنی تراجم اور تفاسیر''، ۱۹۷۰ء

۸۔ڈاکٹر احمد رفاعی، ''جگر مرادآبادی، آثار و افکار''، ۱۹۷۶ء

۹۔ڈاکٹر نظیر حسین زیدی، ''ظفر علی خاں — شاعر اور صحافی''، ۱۹۷۰ء

۱۰۔ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی، ''پاکستان میں اردو ناول''، ۱۹۷۰ء

۱۱۔ڈاکٹر شاہ محمد نعیم ندوی، ''دبستانِ شبلی کی علمی و ادبی خدمات''، ۱۹۷۱ء

۱۲۔ڈاکٹر سردار احمد خاں، ''میر سوز — آثار و افکار''، ۱۹۷۱ء

۱۳۔ڈاکٹر حسن محمد خاں، ''اردو داستانوں پر قرآن کے اثرات''، ۱۹۷۱ء

۱۴۔ڈاکٹر جمیل جالبی، ''قدیم اردو ادب کا تحقیقی مطالعہ''، ۱۹۷۱ء

۱۵۔ڈاکٹر سید معین الرحمن، ''غالبیات کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ''، ۱۹۷۲ء

۱۶۔ڈاکٹر منیر الدین عرشی، ''ڈپٹی نذیر احمد کی ناول نگاری''، ۱۹۷۲ء

۱۷۔ڈاکٹر اقبال احمد خاں، ''اصغر گونڈوی — آثار و افکار''، ۱۹۷۲ء

۱۸۔ڈاکٹر حبیب الثقلین، ''اردو میں احادیث نبویؐ کے ترجمے اور تعلیقات''، ۱۹۷۳ء

۱۹۔ڈاکٹر شمیم نکہت، ''اردو میں قرآنی محاورات''، ۱۹۷۳ء

۲۰۔ڈاکٹر کشور سلطانہ، ''اردو میں قرآنی تلمیحات''، ۱۹۷۳ء

۲۱۔ڈاکٹر منہاج الدین، ''سندھ کے اردو نثر نگار''، ۱۹۷۳ء

۲۲۔ڈاکٹر شاکر علیمی، ''اردو شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات''، ۱۹۷۴ء

۲۳۔ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، ''اردو شعرا کی فارسی اور اردو شاعری کا تقابلی مطالعہ''، ۱۹۷۴ء

۲۴۔ڈاکٹر محمد اقبال جاوید، ''دکنی کی منظوم داستانیں''، ۱۹۷۴ء

۲۵۔ڈاکٹر غلام حسین اظہر، ''اردو افسانے کا نفسیاتی مطالعہ''، ۱۹۷۵ء

۲۶۔ڈاکٹر رفعت سلطانہ، ''اردو نثر پر تصوف کے اثرات''، ۱۹۷۵ء

۲۷۔ڈاکٹر فضل حق خورشید، ''اردو نظم کا ارتقا جعفر زٹلی کے بعد''، ۱۹۷۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸۔ڈاکٹر ظفر حسن، ''سرسید اور حالی کا نظریۂ فطرت''، ۱۹۷۶ء

۲۹۔ڈاکٹر سید انور علی، ''اردو لغت کا ارتقا''، ۱۹۷۶ء

۳۰۔ڈاکٹر خالد خاں خٹک، ''سندھی، پشتو، اردو کے لسانی روابط''۱۹۷۸ء

۳۱۔ڈاکٹر ثریا صدیقی، ''اردو شاعری کا دینی پس منظر''، ۱۹۸۱ء

۳۲۔ڈاکٹر شاہ محمد محمود الرحمان، ''جنگِ آزادی کے اردو شعرا''، ۱۹۸۱ء

۳۳۔ڈاکٹر ارشاد الحق قدوسی، ''اردو میں فقہی کتب کا تحقیقی جائزہ''، ۱۹۸۷ء

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی رہنمائی اور رہبری میں مندرجہ بالا تینتیس اہلِ علم نے اردو میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی، تین محققین نے ان کی نگرانی میں ایم۔فل کی سند پائی:

۱۔فضل حق خورشید: ''اردو نظم کا تحقیقی جائزہ''، ۱۹۷۰ء

۲۔احمد سعید پراچہ: ''ہندکو — اردو کا تقابلی مطالعہ''، ۱۹۷۵ء

۳۔رقیہ بیگم ''مولانا احمد رضا خاں۔ — ادبی خدمات''، ۱۹۸۲ء

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے علاوہ، شعبۂ اردو کے ایک دوسرے سینیر استاد ڈاکٹر یحیٰی احمد ہاشمی نے بھی شعبے میں تحقیقی کام کی نگرانی کے فرائض انجام دیے۔ان کی رہنمائی میں اب تک دس محقق پی ایچ۔ڈی کی سندِ فضیلت پا چکے ہیں:

۱۔ڈاکٹر تاج الدین صدیقی، ''اردو شاعری کا معاشرتی پس منظر''، ۱۹۷۴ء

۲۔ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، ''خطباتِ گارساں دتاسی، حواشی و تعلیقات'' ۱۹۷۵، ۶ء

۳۔ڈاکٹر عبدالواحد خٹک، ''اردو سندھی کا تقابلی مطالعہ''، ۱۹۷۸ء

۴۔ڈاکٹر نور محمد سرور اکبر آبادی، ''حامد حسن قادری — احوال و آثار''، ۱۹۷۸ء

۵۔ڈاکٹر عزیز انصاری، ''اردو اور راجستھانی بولیاں''، ۱۹۷۹ء

۶۔ڈاکٹر عبدالجبار خاں، ''اردو میں سیرت نبوی کا سرمایہ''، ۱۹۷۹ء

۷۔ڈاکٹر عبدالرحمٰن ''براہوی اردو کا تقابلی مطالعہ''، ۱۹۷۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ڈاکٹر اشفاق احمد بخاری، ''اردو کی منظوم تمثیلیں''، ۱۹۷۹ء

۹۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری، ''تذکرۂ خانوادۂ ولی الٰہی از سر نید''، (ترتیب) ۱۹۸۰ء

۱۰۔ ڈاکٹر محمد احمد (توصیف تبسم)، ''منیر شکوہ آبادی''، ۱۹۸۸ء

سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی پانچ مزید ڈگریاں تفویض کی گئی ہیں:

۱۔ ڈاکٹر عبدالستار خاں وفا راشدی، ''اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ''
نگرانِ کار: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، ۱۹۸۲ء

۲۔ ڈاکٹر اعجاز حسین (اعجاز راہی)، ''اردو افسانے میں علامت نگاری''
نگرانِ کار: ڈاکٹر نجم الاسلام، ۸۶۔۱۹۸۰ء

۳۔ ڈاکٹر نسیم آرا، سعید (سعدیہ نسیم): اردو کے صرفی ونحوی تغیرات''
نگرانِ کار: ڈاکٹر نجم الاسلام، ۸۶۔۱۹۸۷ء

۴۔ ڈاکٹر امین فاروق: ''سندھ میں اردو کی ادبی صحافت''
نگرانِ کار: ڈاکٹر نجم الاسلام، ۸۶۔۱۹۸۷ء

۵۔ ڈاکٹر رحیم بخش شاہین: ''مکاتیبِ اقبال کا تنقیدی جائزہ''
نگرانِ کار: ڈاکٹر نجم الاسلام، ۸۸۔۱۹۸۸ء

(ب) ڈی لٹ کا مقالہ

شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ایک اعلیٰ ترین علمی سند بھی عطا ہوئی ہے۔ یہ افتخار ڈاکٹر جمیل جالبی کو حاصل ہوا جنھیں ان کے لازوال تحقیقی کارنامے ''مثنوی نظامی دکنی، المعروف بہ کدم راؤ پدم راؤ'' (مصنفہ فخر دین نظامی) کی ترتیب و تدوین پر ۱۹۷۰ء میں اردو میں ڈی۔لٹ کی سند تفویض کی گئی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کو اس تحقیقی کام پر ۱۹۷۳ء کا آدم جی ادبی انعام بھی ملا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵)

کراچی یونیورسٹی، کراچی

کراچی یونیورسٹی ۱۹۵۱ء میں قائم ہوئی۔ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کو بہت پہلے ہی ۱۹۴۰ء یونیورسٹی نے اعزازی پروفیسر تسلیم کر لیا تھا اور وہی اردو کے لیے پروفیسر اور ریڈروں ن انتخابی کمیٹی کے صدر بھی تھے لیکن اردو کے اساتذہ کا انتخاب چونکہ ممکن نہیں ہو سکا تھا اس لیے ا ، ، کا شعبہ بھی قائم نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں یونیورسٹی نے اردو کی پوسٹ گریجویٹ کلاسیں کالجوں ے لے لیں اور ۱۹۵۶ء۔۔۔ ۱۹۵۵ء کے تعلیمی سال کے آغاز پر کالجوں کے چند تسلیم شدہ اساتذہ ے ذریعے شعبہ اردو قائم کیا گیا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں جو اردو کالج، کراچی میں شعبہ اردو کے سربراہ تھے ۱۹۵۵ء میں تعاون کی بنیاد پر یونیورسٹی کی تدریس پر مامور ہوئے اور صدر شعبہ کی حیثیت ے بھی کام کیا۔

۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا بحیثیت ریڈر تقرر ہوا اگرچہ اس سال بھی تدر ... کام کالجوں کے تسلیم شدہ اساتذہ کے ذریعے جاری رہا۔

(الف) پی ایچ۔ ڈی کے مقالات

کراچی یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ۔ ڈی کی پہلی سند ابو سعید نورالدین نے حاصل کی۔ ان کا تحقیقی مقالہ بعنوان ''اسلامی تصوف اور اقبال'' اپریل ۱۹۵۹ء میں اقبال اکادمی پاکستان (کراچی) سے شائع ہوا۔ اس کتاب کے ''تعارف میں ڈاکٹر ممتاز حسن (مرحوم) لکھتے ہیں:

> ''ابو سعید نورالدین نوجوانوں میں سے ہیں جن کی ذات ہمارے لیے مایۂ فخر ہے۔ آپ اقبال اکادمی، کراچی کے پہلے ریسرچ فیلو ہیں جنھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ ڈگری آپ کو کراچی یونیورسٹی سے ملی ہے۔ اس یونیورسٹی میں آپ کا مقالہ اردو زبان کا پہلا تحقیقی مقالہ ہے جس پر یہ ڈگری دی گئی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ اقبال اکادمی کے ریسرچ فیلو کی حیثیت سے کراچی تشریف لائے اور ۱۹۵۶ء میں ''اسلامی تصوف اور اقبال'' پر اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا——''

کتاب کے ''دیباچے'' میں ڈاکٹر ابوسعید نورالدین نے لکھا ہے ''میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنی نگرانی میں یہ کام کرایا اور اپنے گراں بہا مشوروں سے میری مدد فرمائی۔''

کراچی یونیورسٹی شعبۂ اردو کے پہلے صدر اور اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے جو تحقیقی روایت قائم کی اس کے فیضان کا اعتراف بعد تک ہوتا رہا۔ ڈاکٹر عبدالقیوم اپنے تحقیقی مقالے ''حالی کی اردو نثر نگاری'' کے ''ابتدائیے'' میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ مقالہ کراچی میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے مرتب کیا گیا، کام کی ابتدا مولوی عبدالحق صاحب مرحوم کے ساتھ ہوئی لیکن بعد میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب صدر شعبۂ اردو کراچی یونیورسٹی کی رہنمائی میں یہ سلسلہ آگے بڑھا، ۱۹۶۰ء میں اس مقالے کی تکمیل ہوئی اور ۱۹۶۲ء میں راقم الحروف کو کراچی یونیورسٹی نے اس مقالے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دی——''

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی نے اپنے مقالے ''اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر'' (۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء تک) کے 'حرفِ آغاز' میں لکھا ہے کہ:

''بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے یہ موضوع میرے لیے تجویز فرمایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ وہ اس موضوع سے گہری دلچسپی رکھتے تھے (دور کی تجدید میرے رہنما ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے فرمائی) بابائے اردو مرحوم نے پہلے اور دوسرے باب کے ابتدائی مسودے کو ملاحظہ کیا تھا اور چند نہایت مفید مشورے دیے تھے۔''

اُدھر کوئی بیس بائیس برس تک شعبۂ اردو میں تحقیقی کام کی نگرانی اور اس کی منصوبہ بندی کا تمام تر کام شعبے کے سربراہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے ہاتھ میں رہا۔ ان کی نگرانی میں درج ذیل ریسرچ اسکالرز نے پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں:

۱۔ ڈاکٹر مس سکستان لیلیان نذرو: ''گارساں دتاسی کی تاریخِ ادبیاتِ ہندی، ہندوستانی کا فرانسیسی سے اردو ترجمہ، مقدمہ وحواشی۔۔۔''، ۱۹۶۱ء

۲۔ ڈاکٹر عبدالقیوم: ''حالی کی اردو نثر نگاری ۴۲'' ۱۹۶۲ء

۳۔ ڈاکٹر اسلم فرخی: ''محمد حسین آزاد۔۔۔ حیات وتصانیف ۴۳'' ۱۹۶۲ء

۴۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری: ''اردو کی منظوم داستانیں'' ۴۴، ۱۹۶۵ء

۵۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی: ''اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر ۴۵، (۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء)''، ۱۹۷۱ء

۶۔ ڈاکٹر عبدالسلام ''اردو ناول، بیسویں صدی میں ۴۶''، ۱۹۷۲ء

۷۔ ڈاکٹر بسم اللہ نیاز احمد: ''اردو میں گیتوں کا مقام'' ۴۷، ۱۹۷۳ء

۸۔ ڈاکٹر سید صفدر حسین: ''سر عبدالقادر کی حیات اور ادبی خدمات''، ۱۹۷۵ء

۹۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان: ''ممنون۔۔۔ حیات اور شاعری''، ۱۹۷۵ء

۱۰۔ ڈاکٹر ایس اے ملوی: ''جعفر علی حسرت۔۔۔ حیات اور تصانیف ۴۸''، ۱۹۷۵ء

۱۱۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل: ''تحریک آزادی میں اردو کا حصہ ۴۹''، ۱۹۷۶ء

۱۲۔ ڈاکٹر صفیہ بانو ''انجمن پنجاب، تاریخ وخدمات ۵۰''، ۱۹۷۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری: ''اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ''، ۱۹۸۰ء

۱۴۔ ڈاکٹر وقار احمد رضوی: ''حالی کے بعد اردو غزل''

۱۵۔ ڈاکٹر سید سجاد باقر رضوی: 'طنز و مزاح کی روایت کلاسیکی اردو شاعری میں''

۱۶۔ ڈاکٹر ابو خالد صدیقی: ''اردو افسانے میں قومی عناصر۔''

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی نگرانی میں ایک خاتون ریسرچ فیلو خالدہ افضال قادری کو ۱۹۷۱ء میں ''مخزن — ایک تحریک'' کے موضوع پر ایم۔فل کی سند بھی ملی۔

کراچی یونیورسٹی سے ۱۹۷۰ء میں ڈاکٹر عبدالقیوم کی زیر نگرانی ''اردو میں شہر آشوب'' کے موضوع پر ڈاکٹر سید مقام حسین جعفری نے پی ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔ ڈاکٹر عبدالقیوم کی نگرانی میں ڈاکٹر شمیمہ بیگم نے احتشام حسین کی تنقید پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۵۲

کراچی یونیورسٹی سے بہ تفصیل ذیل چھ محققین نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری ستارۂ امتیاز، کی نگرانی میں پی ایچ۔ڈی کے کام کی تکمیل کی:

۱۔ ڈاکٹر نسیم سلطانہ: ''داستان امیر حمزہ کا تہذیبی مطالعہ''، ۱۹۷۴ء

۲۔ ڈاکٹر شاہدہ بیگم: ''سندھ میں اردو کا ارتقا ۵۳، ۱۹۷۸ء

۳۔ ڈاکٹر امت الحمید کوثر: ''سرسید اور ان کے رفقائے کار کی علمی خدمات ۵۴''، ۱۹۸۰ء

۴۔ ڈاکٹر محمد احسان الحق: ''پروفیسر حمید احمد خاں — احوال و آثار''، ۱۹۸۲ء

۵۔ ڈاکٹر عقیلہ شاہین: ''نیاز فتح پوری — احوال و آثار''، ۱۹۸۵۲ء

۶۔ ڈاکٹر محمد سلیم ملک: ''سید امتیاز علی تاج — زندگی اور فن''، ۱۹۸۸ء

کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نگرانی میں اردو میں پی ایچ۔ڈی کے لیے تین اسکالرز نے کام مکمل کیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ڈاکٹر نگہت سراج، ''۱۹۴۷ء کے بعد اردو شاعری میں قومی شعور کا نمود''، ۱۹۸۵ء

۲۔ ڈاکٹر نعیم تقوی، ''عزیز لکھنوی''، ۱۹۸۶ء

۳۔ مشرف احمد: ''اردو انشائیے کی روایت اور میر ناصر علی''

(ب) ڈی۔لٹ کے مقالات:

کراچی یونیورسٹی اردو میں ڈی۔لٹ کی دو اسناد بھی تفویض ہوئیں۔ ۱۹۷۴ء میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری ستارۂ امتیاز کو ان کی کتاب ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری'' (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء کے ص ۵۸۷ پر عطا کی گئی۔ اس تحقیقی کام ڈاکٹر فرمان فتح پوری کو ۱۹۷۲ء داؤد ادبی انعام سے بھی سرفراز کیا گیا۔ پاکستانی جامعات سے وابستہ وہ پہلے اور واحد محقق اور پروفیسر ہیں جنھیں اردو میں بیک وقت پی ایچ ڈی اور ڈی۔لٹ کی اسناد فضیلت حاصل ہیں — ڈی۔لٹ کی دوسری ڈگری ''شاگردانِ میر انیس'' پر ڈاکٹر سید مقام حسین جعفری نے ۱۹۸۳ء میں حاصل کی۔

(۶) پشاور یونیورسٹی، پشاور

•

پشاور یونیورسٹی میں ایم۔اے (اردو) کی جماعتوں کا آغاز ستمبر ۱۹۵۶ء سے ہوا، اب اردو اور فارسی کا شعبہ ایک ہی تھا۔ ڈاکٹر مظہر علی خاں صدر شعبہ قرار دیے گئے، ۱۹۵۷ء میں مولوی عبدالقادر (ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی) مخلوط شعبے کے صدر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں فارسی اور اردو شعبے الگ الگ کیے گئے اور پروفیسر محمد طاہر فاروقی شعبۂ اردو کے صدر بنائے گئے اور مئی ۱۹۶۸ء تک اس خدمت پر مامور رہے۔ ان کے بعد ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی شعبۂ اردو کے صدر ہوئے۔ ۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کالج فنون کے رئیس کی حیثیت سے ریٹائر ہو گئے ہیں اور شعبۂ اردو کی صدارت ڈاکٹر سید مرتضیٰ اختر جعفری کے سپرد ہے۔

پشاور یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ۔ڈی کی صرف ایک سند تفویض ہوئی ہے۔ جو ڈاکٹر عبدالستار جوہر پراچہ نے ۱۹۸۱ء میں ''اردو اور پشتو کے لسانی روابط'' کے موضوع پر ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی اور ڈاکٹر سید مرتضیٰ اختر جعفری کی نگرانی میں کامیابی کے ساتھ تحقیقی مقالہ مکمل کر کے حاصل کی۔

☆☆☆☆

(۷)

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ملتان یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کا اجرا ستمبر ۱۹۷۵ء میں ہوا اور شعبے کے انتظامی اور تدریسی امور سید افتخار حسین شاہ کے سپرد ہوئے، پھر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، پروفیسر و صدر شعبۂ اردو کی حیثیت سے ملتان یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے اور یونیورسٹی کالج فنون کے رئیس بھی رہے۔ ان کے ۱۹۸۰ء کے اوائل میں شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی میں واپس آ جانے کے بعد سے اے۔ بی۔ اشرف، شعبۂ اردو کے صدر ہوئے۔ جولائی ۱۹۸۸ء میں ان کے انقرہ (ترکی) چلے جانے کے بعد، اب ڈاکٹر انوار احمد شعبۂ اردو کے صدر ہیں۔

پنجاب آرڈیننس نمبر ۱۱، سال ۱۹۷۹ء کے تحت ملتان یونیورسٹی کا نام، چودھویں صدی کے معروف مقامی صوفی بزرگ عالم اور روحانی پیشوا حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے اسم گرامی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوب کر کے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی رکھ دیا گیا۔ اس یونیورسٹی سے اردو میں درج ذیل اسکالرز کو پی ایچ ڈی کی اسناد تفویض ہوئیں:

۱۔ ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف ''اردو ڈرامہ نگاری، خصوصی مطالعہ حکیم احمد شجاع ۵۵ء''
نگران: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ۱۹۸۴ء

۲۔ ڈاکٹر انوار احمد ''اردو افسانے کا ارتقا''، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا ۵۶ء

۳۔ ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ عابد علی عابد — شخصیت اور خدمات''
نگران کار: ڈاکٹر سلیم اختر، ۱۹۸۶ء

۴۔ ڈاکٹر روبینہ ترین ''ملتان کی تہذیبی و ادبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ''
نگرانِ کار: ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف، ۱۹۸۶ء

شعبۂ اردو، ملتان یونیورسٹی کے بعض اسکالرز موضوعات کی منظوری کے بعد کام میں مصروف ہیں جو کوائف معلوم ہو سکے، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ خواجہ محمد ابوالکلام خالد موضوع: ''عبدالسلام ندوی — احوال و آثار''
۲۔ نجیب جمال موضوع: ''مرزا یاس یگانہ چنگیزی''
۳۔ نصراللہ خاں ناصر موضوع: ''سرائیکی شاعری کا آغاز و ارتقا''
۴۔ سید جاوید اختر موضوع: ''اردو ناول میں نسوانی کردار''
۵۔ اسلم عزیز درانی موضوع: ''علی عباس حسینی — شخصیت اور ادبی خدمات
نگرانِ کار: ڈاکٹر سلیم اختر۔

☆☆☆☆

(۸)

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی شعبۂ اردو اقبالیات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر اور صدر کی حیثیت سے برسرِ کار رہے۔ ان کی مدتِ ملازمت ختم ہونے کے بعد سے شعبۂ اردو و اقبالیات کے صدر کے طور پر ڈاکٹر شفیق احمد خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بہاول پور اور نواح کے بہت سے اسکالرز پی ایچ۔ڈی کے لیے مختلف موضوعات پر ابتدائی خاکے اور کتابیات کی ترتیب و تیاری میں مصروف ہیں۔ چار اصحاب نے پی ایچ۔ڈی کے لیے موضوعات کا انتخاب کر لیا ہے خاکے جمع کرا دیے ہیں اور ان کا رجسٹریشن ہو گیا ہے۔ ان اسکالرز کے اسمات اور موضوعات یہ ہیں:

۱۔ سید محمد عارف : ''شاہد احمد دہلوی — احوال و آثار''

۲۔ انور صابر : ''اردو غزل — قیامِ پاکستان کے بعد''

۳۔ مختار احمد عزمی : ''سلیم احمد — حیات اور فن''

۴۔ مظفر علی جاوید : ''اردو میلاد نامے''

یہ چاروں اصحاب ڈاکٹر شفیق احمد کی نگرانی میں کام کریں گے۔

☆☆☆☆

(۹)

جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

جامعہ بلوچستان، کوئٹہ کا باقاعدہ آغاز ۱۹۷۲ء میں ہوا — شعبۂ اردو کا قیام ابتدائی شعبوں کے ساتھ ۱۹۷۳ء میں روبہ عمل آیا۔ مجتبیٰ حسین، جو سراج الدولہ کالج، کراچی کے پرنسپل تھے، یہاں پروفیسر اور شعبۂ اردو کے صدر کی حیثیت سے آئے۔ ۱۹۷۷ء سے جامعہ بلوچستان میں پی ایچ۔ڈی اور ایم۔فل کا ڈول ڈالا گیا۔ ۱۹۷۷ء ہی میں شعبۂ اردو میں پی ایچ۔ڈی کے لیے شعبے کے دو اسسٹنٹ پروفیسرز اور ایم۔فل کی سند کے لیے شعبۂ اردو کے دو لیکچررز کا اندراج ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) پی ایچ۔ڈی کے موضوعات:

۱۔شمیم احمد : ''خاندانِ شاہ ولی اللہ کی اردو خدمات''

۲۔عبدالخالق بلوچ : ''فورٹ ولیم کالج کی اردو خدمات''

— تحقیقِ مزید کی روشنی میں

(ب) ایم۔فل کے موضوعات:

۱۔فردوس انور قاضی ''اردو افسانے کے نئے رجحانات''

۲۔فاروق احمد ''قیامِ پاکستان کے بعد اردو شاعری کے نئے رجحانات''

شمیم احمد کا تحقیقی کام پورا نہیں ہو سکا۔ وہ اب جامعہ بلوچستان سے چلے گئے ہیں اور ان دنوں شعبۂ اردو، کراچی یونیورسٹی سے وابستہ ہیں — اگلے برسوں میں عبدالخالق بلوچ کا رجسٹریشن ایم۔فل میں بدل دیا گیا۔ انھیں ایم۔فل کی سند مل گئی ہے — فاروق احمد کی مدتِ کار ختم ہو چکی ہے۔ وہ تحقیقی کام مکمل نہیں کر پائے — فردوس انور قاضی نے پروفیسر مجتبیٰ حسین کی زیرِ نگرانی ایم۔فل کا مقالہ لکھا اور پھر اسے پی ایچ۔ڈی کے لیے منظور کرا لیا۔ ۱۹۸۲ء میں انھوں نے تسلی بخش طور پر کام کی تکمیل کی اور ۱۹۸۳ء میں انھیں اردو میں پی ایچ۔ڈی کی سند تفویض ہوئی — ڈاکٹر فردوس انور قاضی کا یہ مقالہ لاہور میں زیرِ طبع ہے۔

•

حواشی:

۱۔ ہماری زبان، دہلی، یکم جون ۱۹۷۹ء، ص ۴

۲۔ یہ موضوع پاکستان سے باہر بھی خوب پامال ہوا یا طرح طرح سے زیرِ مشق رہا:

(الف) اردو ادب پر سماجی اور اقتصادی حالات کا اثر، ڈاکٹر ذکیہ انجم (دہلی)

(ب) دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر، ڈاکٹر محمد حسن (دہلی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) اودھ میں اردو شاعری کے ارتقا میں حکومت کا اثر، ڈاکٹر زہرہ یاسمین (لکھنؤ)

(د) اردو شعرا کا سیاسی اور سماجی شعور، طلعت رضوی (پٹنہ)

(ہ) اردو نظم میں سیاسی شعور، ڈاکٹر احتشام الدین فاروقی (اجمین)

(و) اردو شاعری کا سماجی پس منظر، ڈاکٹر اعجاز حسین (الہٰ آباد)

(۳) یہ مقالہ ''سعادت یار خاں رنگین'' کے نام سے ۱۹۵۶ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے زیر اہتمام چھپ چکا ہے (صفحات ۵۲۲)

(۴) طبع اول (۱۹۵۸ء)، طبع دوم (۱۹۶۶ء) طبع سوم لاہور ۱۹۷۷ء

(۵) مطبوعہ اردو اکادمی، بہاولپور، ۱۹۶۷ء ص ۸۰۷، اس کتاب پر ۱۹۶۸ء کا داؤد ادبی انعام دیا گیا۔

(۶) اس مقالے کا ایک حصہ لکھنؤ کی تہذیبی میراث'' کے نام سے کتابی صورت میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

(۷) ''اردو مرثیے میں مرزا دبیر کا مقام'' کے کتابی نام سے یہ مقالہ ۱۹۷۶ء میں مقبول اکیڈمی لاہور سے شائع ہوا (صفحات ۳۴۴)

(۸) مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۵۲۲

(۹) مطبوعہ: مقتدرۂ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء ص ۵۶۰

(۱۰) مقالے کا ایک حصہ ''ڈرامے کا تاریخی و تنقیدی پس منظر'' مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۔ ص ۴۶۶

(۱۱) مطبوعہ: راولپنڈی، اپریل ۱۹۷۰ء ص ۴۱۳۔ اس کتاب پر داؤد ادبی انعام دیا گیا۔

(۱۲) مطبوعہ: مجلس ترقی ادب، لاہور، نومبر ۱۹۷۱ء، ص ۴۷۶۔ اس کتاب پر داؤد ادبی انعام دیا گیا۔

(۱۳) مطبوعہ: کاروانِ ادب، ملتان ۱۹۸۲ء ص ۲۵۵، بعنوان ''بچوں کا ادب — تاریخ و تنقید''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۴) مطبوعہ: مکتبۂ خیال، لاہور، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۴۹۴

(۱۵) مطبوعہ: مجلسِ ترقی ادب، لاہور، مئی ۱۹۸۰ء ص ۴۸۴۔ اس کتاب پر داؤد ادبی انعام دیا گیا

کتاب کا دوسرا ایڈیشن سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور کی جانب سے شائع ہوا

(۱۶) مطبوعہ: مکتبۂ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۴۹۶

(۱۷) مطبوعہ: مکتبۂ خیابانِ ادب، لاہور، اپریل ۱۹۸۵ء، ص ۳۲۳

(۱۸) مطبوعہ: مجلسِ ترقی ادب، لاہور، جون ۱۹۸۶ء، ص ۳۹۶

(۱۹) اس مقالے کا ایک حصہ ''اردو شاعری میں ایہام گوئی کی تحریک'' کے نام سے چھپ چکا۔

مطبوعہ: یونیورسل بکس، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۲۸۰

(۲۰) مطبوعہ: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۸۵ء ص ۷۰۲

(۲۱) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۴۸۸

(۲۲) مطبوعہ: مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۳۲۴

(۲۳) ''تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ'' کے عنوان سے مقالہ،

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ ص ۲۰+ ۵۰۴+ ۴۶

(۲۴) مطبوعہ: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء، صفحات ۲۸۲

(۲۵) مطبوعہ: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۸۸ء، صفحات ۹۶۶

(۲۶) مطبوعہ: مقتدرۂ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص ۵۹۴

(۲۷) مطبوعہ: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء، جلد اول، صفحات ۴۴۸

(۲۸) اس کام پر میرا نام ضرور درج ہے لیکن یہ کام میرا دیکھا ہوا نہیں ہے۔

(۲۹) مطبوعہ: کتاب گھر، ڈھاکا، ۱۹۵۶ء

(۳۰) مطبوعہ: مکتبۂ مدرسۂ عالیہ ڈھاکا

(۳۱) ڈاکٹر محمد حنیف فوق کا مقالہ انگریزی زبان میں لکھا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۲) مطبوعہ: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۳۷۶

(۳۳) ڈاکٹر شبیر احمد علوی کا مقالہ ۷۰-۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر عندلیب شادانی کی نگرانی میں اختتام کو پہنچا اور ڈھاکا یونیورسٹی کے لیے منظور کرلیا گیا لیکن سقوطِ مشرقی پاکستان کے باعث بات جہاں کی تہاں رہ گئی۔ آخر ایک بار پھر اس مقالے کو کراچی یونیورسٹی کے سامنے پیش کرنے کی نوبت آئی جہاں سے اس مقالے پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی گئی۔ یہ مقالہ اورینٹ پبلشرز، لاہور سے ۱۹۸۵ء میں ''جعفر علی حسرت — سوانح اور کلام'' کے نام سے چھپ چکا۔ ص ۲۰۰۔

(۳۴) مطبوعہ: آئینۂ ادب، لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۵۴۲

(۳۵) طبعِ اول: مرکزی اردو بورڈ، لاہور، مئی ۱۹۷۰ء، ص ۵۱۹، (اس کتاب پر داؤد ادبی انعام دیا گیا)،

طبع دوم: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۶ء، طبع سوم: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص ۵۱۹

(۳۶) حصہ اول مطبوعہ: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۲۹۲

(۳۷) مقالے کا ایک حصہ ''مولانا ظفر علی خاں۔ بحیثیت شاعر'' انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے زیر اہتمام ۱۹۸۰ء-۱۹۷۹ء میں شائع ہوا (صفحات ۲۴۷)، ایک حصہ ۱۹۸۵ء میں ''مولانا ظفر علی خان — بحیثیت صحافی'' مکتبہ اسلوب کراچی سے شائع ہوا (صفحات ۲۵۶)۔ مقالے کا ایک حصہ ''مولانا ظفر علی خاں — احوال و آثار'' کے نام سے ۱۹۸۶ء میں مجلس ترقی ادب، لاہور سے شائع ہوا (ص ۲۹۸)۔ یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ مجلس ترقی ادب، لاہور سے چھپی ہوئی کتاب میں مولانا ظفر علی خاں کے صرف ''احوال'' زیر بحث آئے ہیں۔ ''آثار'' سے قطعاً تعرض نہیں کیا گیا۔

(۳۸) اس مقالے کی اب تک تین جلدیں 'تاریخ ادب اردو' کے نام سے بہ تفصیل ذیل چھپ چکی ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
۱۔جلد اول، جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۴۹۲۔ اس جلد پر داؤد ادبی انعام دیا گیا۔

۲۔جلد دوم، حصہ اول (اٹھارویں صدی)، جون ۱۹۸۲ء، ص ۶۴۸

۳۔جلد دوم، حصہ دوم (اٹھارویں صدی)، جون ۱۹۸۲ء، ص ۶۴۹ — ۱۲۴۸

(۳۹) انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۷۳ء، ص ۲۹۲

(۴۰) تاریخ جامعہ کراچی، نصیب اختر، مطبوعہ کراچی یونیورسٹی اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص ۶۹

(۴۱) طبع دوم مئی ۱۹۷۷ء اقبال اکادمی پاکستان، لاہور (صفحات ۳۸۱)

(۴۲) مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور دسمبر ۱۹۶۴ء، ص ۶۰۷

(۴۳) مطبوعہ: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۶۵ء۔ جلد اول: حیات (صفحات ۴۴۰)

جلد دوم: تصانیف (صفحات ۷۹۲) اس کتاب پر داؤد ادبی انعام دیا گیا۔

(۴۴) مطبوعہ: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۷۱ء، ص ۶۹۰

(۴۵) مطبوعہ: ادبی پبلشر، کراچی د ۱۹۷ء، ص ۴۳۹، اس کتاب پر داؤد ادبی انعام دیا گیا

(۴۶) مطبوعہ: اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۳ء، ص ۴۴۷

(۴۷) یہ مقالہ کراچی سے کتابی صورت میں چھپ گیا ہے، ۱۹۸۷ء

(۴۸) مطبوعہ: اورینٹ پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۰

(۴۹) مطبوعہ: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۱۴

(۵۰) مطبوعہ: کفایت اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۸ء، ص ۴۶۵

(۵۱) مطبوعہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۶۸۰

(۵۲) ترقی پسند تنقید اور احتشام حسین، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۶۴۶

(۵۳) مطبوعہ: اردو اکیڈمی سندھ کراچی، جون ۱۹۸۰ء، ص ۳۹۷۔ اس کتاب پر داؤد ادبی

انعام دیا گیا۔

(۵۴) مطبوعہ: لائبریری پروموشن بیورو، کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۸۴ء، ۴۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۵) ڈاکٹر اے۔بی۔اشرف کا مقالہ دو حصوں میں شائع ہوا:

(i) اردو اسٹیج ڈرامہ (رادھا کنہیا سے انارکلی تک)، مقتدرہ قومی زبان، کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۳۴۷

(ii) حکیم احمد شجاع اور ان کا فن، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۹۶

(۵۶) اس مقالے کا ایک حصہ ''اردو افسانہ۔تحقیق و تنقید'' چھپ چکا (بیکن بکس ملتان ۱۹۸۸ء، صفحات ۵۰۹)

☆☆☆☆

(منقول از ''یونی ورسٹیوں میں اردو تحقیق'' یونیورسل بکس، لاہور، ۱۹۸۹ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معین الدین عقیل

پاکستان میں ادبی تحقیق: کچھ ماضی کچھ حال

قیامِ پاکستان کے وقت تک اردو تحقیق مولوی عبدالحق، حافظ محمود شیرانی، امتیاز علی عرشی، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، سید نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر عندلیب شادانی وغیرہ کی تحقیقات اور مطالعات کی صورت میں ارتقا پذیر تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد ان میں سے بیشتر بزرگوں کی قائم کی ہوئی روایتیں پاکستان میں برقرار رہیں اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان کو فروغ بھی حاصل ہوا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد چند برسوں تک تحقیق کا سلسلہ ایک حد تک منتشر رہا۔ تحقیق کے صبر آزما عمل میں جن سہولتوں اور مآخذ کے ذخیروں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تقسیمِ ہند کے بعد یہاں میسر نہ تھے۔ بیشتر علمی سرمایہ بھارت میں تھا۔ "انڈیا آفس" کے ذخائر کا مسئلہ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود حل طلب ہے اور صرف سیاسی نوعیت کے ذخیرے کا، جو ان دونوں ملکوں یا متحدہ ہندوستان سے تعلق رکھتا ہے، عکسی صورت میں محض چند فی صد کی حد تک پاکستان میں لایا جا سکا جو اب اسلام آباد کے قومی محفوظات (آرکائیوز) میں موجود ہے۔ اس سے قطع نظر ادبی مآخذ، محفوظات اور دستاویزات کے لیے تو کوئی کوشش سرکاری سطح پر ہوئی ہی نہیں اور نہ سرکاری سطح پر اس کی خواہش اور ضرورت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احساس ہی نظر آتا ہے۔ یہ ایک بڑا المیہ ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت یہاں محض ڈھاکا اور پنجاب کی جامعات کے کتب خانوں کے علاوہ پنجاب پبلک لائبریری (لاہور)، لاہور ریکارڈ آفس اور 'پشاور محفوظات' (آرکائیوز) تھے۔ بعد میں نئی نئی جامعات کے قیام کے ساتھ ساتھ ان میں کتب خانے بھی قائم ہوئے۔ انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ بھارت سے کراچی منتقل ہوا پھر کراچی کا محفوظات آرکائیوز اور ''قومی عجائب گھر'' اور لاہور کا ''عجائب گھر'' تہذیبی و علمی ورثے کے اہم مراکز بن گئے جن میں خصوصاً کراچی کے عجائب گھر کا کتب خانہ اپنے مخطوطات اور نوادر کے سرمائے کے لحاظ سے بہت وقیع اور اہم صورت اختیار کر گیا۔ اس کے علاوہ سرکاری امداد سے قائم ہونے والے ادارے اور اکادمیاں بھی مآخذ کی جمع و ترتیب میں مصروف رہی ہیں اور انھوں نے جیسے تیسے اپنے کتب خانے بھی ترتیب دیے ہیں۔

حکومت کی طرف سے بھی تحقیق کے معیار کو بلند کرنے اور سہولت بہم پہنچانے کی کوششیں جاری ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کئی ادارے قائم کیے گئے اور نئے نئے منصوبے شروع کیے گئے۔ انجمن ترقیِ اردو (کراچی)، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی)، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی)، ترقیِ اردو بورڈ (اب) اردو لغت بورڈ (کراچی)، مرکزی اردو بورڈ (اب) اردو سائنس بورڈ (لاہور)، مجلس ترقیِ ادب (لاہور) ادارۂ ثقافت اسلامیہ (لاہور)، ادارۂ تحقیقات پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی کا ذیلی ادارہ، اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ (لاہور)، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (اسلام آباد)، قومی کمیشن برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت (اسلام آباد) اور ان کے علاوہ علاقائی زبانوں کی اکادمیاں، پنجابی ادبی اکادمی (لاہور)، پشتو اکیڈمی (پشاور)، سندھی ادبی بورڈ (کراچی، اب حیدرآباد)، بلوچی اکیڈمی (کوئٹہ)۔ یہ وہ ادارے ہیں جو حکومت کی مالی اعانت سے علم و ادب کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے متعدد اداروں نے اپنی توجہ خاص طور پر اردو تحقیق پر صرف کی ہے اور ان میں سے بعض اداروں نے ضمنی طور پر اردو ادب کی مآخذ اور معاون کتب شائع کی ہیں۔ ان اداروں کے علاوہ جامعات سے ملحق اداروں مثلاً جامعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
پنجاب اورینٹل کالج لاہور کے شعبۂ تصنیف و تالیف اور جامعہ کراچی کے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ اور موسسۂ تحقیقاتِ علومِ آسیائی میانہ و غربی اپنی خدمات کے حوالے سے علمی دنیا میں پہچانے جاتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو کے اہم منصوبوں میں سے فہرستِ مخطوطات کا منصوبہ بہت اہم ہے۔ اس کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی جلدیں شائع ہونی ہیں۔ اردو کی تمام مطبوعات پر مشتمل اس کا ''قاموس الکتب'' کا منصوبہ بھی اردو کے علمی سرمائے میں بڑی افادیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے کی مذہب، تاریخ اور عمرانیات سے متعلق مطبوعات کی فہرست پر مشتمل جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی موضوعات پر جمع و ترتیب کا کام منصوبے میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ انجمن نے جو متن تصحیح کے بعد شائع کیے ہیں ان میں ''پھول بن''، ''من لگن''، ''گلشنِ عشق''، ''کدم راؤ پدم راؤ''، ''دیوانِ حسن شوقی'' اور ''دیوانِ شاہ تراب''، ''دیوانِ قاسم'' وغیرہ کے علاوہ قدیم شعرا کے تذکرے اور ''مآخذات شعرا و مشاہیر'' (تین جلدیں) اس کی مفید کوششیں ہیں۔ قدیم اور کلاسیکی ادب پر اس کی تصانیف اور منظوم داستانیں، نثری داستانیں، اردو تھیٹر، سرشار، نساخ، محمد حسین آزاد اور نذیر علی خاں پر تحقیقی مقالات کی اشاعت اور لغت کبیر اس کے تحقیقی اور علمی کاموں کا اچھا نمونہ ہیں۔

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے تاریخ و سیاسیات کے علاوہ ''اخبار رنگین''، ''آثار الصنادید''، ''ذخیرۃ الخوانین''، ''تذکرۂ علمائے ہند''، ''تذکرۃ الامرا'' (کیول رام) اور ''تراجم الفضلا'' کو مرتب کر کے شائع کیا۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے زیادہ تر تعلیمی و تاریخی موضوعات پر کتابیں شائع کیں لیکن اس کے شائع کردہ تذکرے ''گلشن بے خار'' کے اردو ترجمے ''عہدِ بنگش''، ''وقائع عبدالقادر خاں''، ''فرحت الناظرین'' اور ''علی گڑھ تحریک اور قومی نظمیں'' بھی تحقیق کے لیے مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو لغت بورڈ کا اصل منصوبہ آکسفورڈ لغت کے انداز پر ایک مبسوط اردو لغت کی ترتیب و اشاعت ہے، اب تک اس نے بیس (۲۰) جلدیں شائع کر دی ہیں۔ اردو میں جامع لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت کی تکمیل کی طرف ادارے کا یہ اہم اقدام ہے۔ ابتدا میں بورڈ نے متن شائع کرنے کا دم لیا تھا لیکن اس سلسلے میں ''باغ و بہار''، ''خاور نامہ''، اور محمد حسین آزاد کی درسی کتب کے سوا کوئی نمایاں کارنامہ سامنے نہیں آیا۔ ہاں اس کا تحقیقی مجلّہ ''اردو نامہ'' ایک عمدہ معیار کے ساتھ اعلیٰ درجے کی تحقیقات کو سامنے لاتا رہا۔ اس کے ۵۳ شمارے شائع ہوئے تھے کہ یہ بند ہو گیا۔

اقبال اکیڈمی کی تصانیف میں اقبال کی غیر مطبوعہ اور غیر مدون تحریروں کے مجموعے، اقبال اور ان کے معاصرین پر مفید کتابوں کا ایک اہم ذخیرہ اور ''تذکرہ شعرائے کشمیر'' اور ''تذکرہ شعرائے پنجاب'' شامل ہیں۔ ''اردو سائنس بورڈ'' نے جب تک کہ اسے ''مرکزی اردو بورڈ'' کی حیثیت حاصل تھی تاریخی اور حوالے کی کتابوں کے تراجم اور تدوینِ لغات کا ایک طویل سلسلہ شائع کیا۔ حوالے کی کتابوں میں متعدد اہم تاریخی و علمی مآخذ اور ''اردو قواعد'' اور ''جائزۂ مخطوطاتِ اردو'' از مشفق خواجہ کی اشاعت اس کے مفید کام ہیں۔ ''مجلس ترقیِ ادب'' کے دائرۂ کار میں کلاسیکی ادب کی اشاعت ہے۔ ادارے نے ''فورٹ ولیم کالج کلکتہ'' کی تصانیف کو تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کرنے میں بڑی خوش اسلوبی کا ثبوت دیا ہے۔ اسی طرح کلاسیکی ڈراموں کی جمع و ترتیب بھی اس کا ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ تصحیح متن کے ضمن میں متقدمین و متاخرین کے متعدد کلیات و دواوین، غالبیات، سید احمد خاں اور ان کے رفقا حالی، شبلی، نذیر احمد اور آزاد کے کلیات نظم و نثر، تاریخ و سوانح، شعرائے اردو کے تذکرے، افسانوی ادب، عالمی ادب کے تراجم، ''اقبالیات'' اور تحقیق و تنقید پر متعدد بلند پایہ تصانیف کی اشاعت اس کے کارناموں کی نمایاں مثال ہے۔ ''ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان'' تاریخ و سیاسیات اور تہذیب و ثقافت کے موضوع پر کام کرتا ہے۔ تاریخ اور ادب کے بعض اہم مآخذ بھی اس نے تحقیق و تصحیح متن کے ساتھ شائع کیے ہیں۔ ''گل رعنا'' (غالب)، ''فہرست مخطوطات شیرانی'' دلشاد پسروری، فیضی اور دارا شکوہ کے کلیات، پاکستان میں فارسی اور اردو ادب، اقبال کے غیر مدون بیانات و تقاریر کا مجموعہ ''گفتار اقبال'' اور بعض کتابیات اس کی مفید کاوشیں ہیں۔ پنجابی ادبی اکادمی اور سندھی ادبی بورڈ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارسی شعرا کے تذکرے اور دواوین کے تصحیح شدہ متن شائع کیے۔

بعض دیگر ادارے، اردو اکادمیاں اور علاقائی زبانوں کی اکادمیاں بھی گاہے گاہے اردو ادب کی طرف توجہ دیتی ہیں، علاقائی اردو ادیبوں و شاعروں کی تخلیقات شائع کرتی ہیں اور اردو زبان کے لسانی رشتوں کا مقامی عناصر سے تعلق واضح کرتی ہیں۔

پاکستان کی جامعات تحقیق کے فروغ کا ایک زیادہ بڑا اور مستقل ادارہ ہیں۔ جامعہ پنجاب، جامعہ کراچی اور جامعہ سندھ میں تحقیق کا کام ایک اچھی خاصی تعداد میں مکمل ہوا ہے۔ دیگر جامعات خصوصاً جامعہ ملتان بھی تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں۔ جامعات میں بالخصوص جامعہ پنجاب کے اورینٹل کالج لاہور کے شعبۂ تصنیف و تالیف نے بعض گراں قدر علمی و تحقیقی کتابیں شائع کی ہیں۔ دائرۂ معارفِ اسلامیہ، اردو میں اسلام کی مبسوط قاموس (انسائیکلوپیڈیا) اس کا سب سے ممتاز اور وقیع کارنامہ ہے۔ یہ ایک بہت جامع اور مبسوط منصوبہ ہے جو اب مکمل بھی ہو چکا ہے۔ یہ اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا اور مفید علمی شاہکار ہے۔ اسی ادارے نے ایک مبسوط ''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و بھارت'' انیس جلدوں میں شائع کی ہے جس میں اردو، فارسی، عربی، بنگالی اور دیگر علاقائی زبانوں کی ادبیات کی تاریخ مرتب کی گئی ہے۔ غالب صدی (۱۹۶۹ء) کی مناسبت سے بھی اس ادارے کے تحت غالب کے تمام متون کی معیاری و تحقیقی اور تنقیدی اشاعتیں سامنے آئی ہیں اور غالب کے کلیاتِ نظم و نثر کو کئی جلدوں میں مرتب کیا گیا۔

سرکاری اعانت سے کام کرنے والے اداروں کے علاوہ بعض ناشرین نے بھی کلاسیکی ادب کے کئی اہم مآخذ شائع کیے۔ مثلاً مکتبۂ خیابانِ ادب (لاہور)، اردو اکیڈمی سندھ (کراچی)، مکتبۂ جدید اور سنگ میل (لاہور) کا اس ضمن میں خاص ذکر کیا جا سکتا ہے۔ حکومت ایران کی سرپرستی میں مرکز تحقیقاتِ فارسی (راولپنڈی) نے بنیادی طور پر فارسی ادب کے تعلق سے کتابیں شائع کی ہیں اور بعض دیگر مآخذ کتب اور مخطوطات کی فہرستیں شائع کی ہیں جو اردو ادب کے لیے بھی ایک لحاظ سے اہم ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجی اور انفرادی طور پر بھی تحقیق میں قابل قدر کاوشیں انجام دی گئی ہیں۔ مولوی عبدالحق، ڈاکٹر عندلیب شادانی، ڈاکٹر سید عبداللہ، مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر شوکت سبزواری، اختر جونا گڑھی، افسر امروہوی، پروفیسر حبیب اللہ غضنفر، مسلم ضیائی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور سخاوت مرزا وغیرہ قیامِ پاکستان سے قبل بھی تحقیق کے تعلق سے شہرت کے حامل تھے۔ انھوں نے اپنی عالمانہ اور محققانہ کاوشوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعد میں جن افراد نے امتیازی کام کیے ان میں ڈاکٹر عبادت بریلوی، کلبِ علی خاں فائق، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر وحید قریشی، اسماعیل پانی پتی، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، مشفق خواجہ، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر نجم الاسلام، سید قدرت نقوی اور خلیل الرحمٰن داؤدی کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔ غالبیات کے ضمن میں غلام رسول مہر اور ان کے بعد ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور اقبالیات کے تعلق سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور ڈاکٹر محمد ریاض کے نام ممتاز رہے ہیں۔ اب ان میں متعدد افراد کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

اقبالیات کے ضمن میں تحقیق نے کافی دلچسپی اور توجہ حاصل کی ہے اور محققین نے بڑے نمایاں اور اہم کام انجام دیے ہیں۔ تقریباً تمام متون، انگریزی وار دوات تصحیح اور تنقید کے عمل سے گزر کر ترتیب و تدوین کی معیاری صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مذکورہ کاموں کے علاوہ متعدد محققین نے اقبالیات کو اپنا خاص موضوع بنا لیا ہے۔ جامعات میں ایم اے اور ایم فل، پی ایچ ڈی کی سطح پر خصوصاً علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ایک بڑی تعداد میں تحقیقی منصوبوں پر کام ہوا ہے اور مستقل جاری ہے۔

محققین کی وہ نسل جو قیام پاکستان کے آس پاس یہاں تحقیق کو فروغ دینے میں فعال تھی افسوس کہ اس نسل نے بہت جلد اس دار فانی سے رخصت ہو کر اپنے بعد آنے والے محققوں کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ اس کے بعد کی نسلوں میں سے آج ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر اسلم فرخی اور ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا وغیرہ نے قلم اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاغذ سے اپنے رشتے کو استوار تو رکھا ہے لیکن اردو تحقیق سے دلچسپی کو حسبِ سابق برقرار نہ رکھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے محض اپنی تاریخ ادبِ اردو کی تکمیل کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے جو ایک مثالی تاریخ ادب کے طور پر تکمیل کے مرحلے میں ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی کی دلچسپیاں بھی سراج اورنگ آبادی اور حسرت موہانی کے بعد قومی اور سیاسی شخصیات کی جانب منعطف ہوگئی ہیں۔

آج پاکستان میں زیادہ تر تحقیقی سرگرمیاں جامعات کے متعلقہ شعبوں میں یا ان سے متعلقہ اداروں میں انجام دی جا رہی ہیں۔ موضوعات میں قدیم ادب کے عنوانات اب قریب قریب معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔ زیادہ توجہ شخصیات اور وہ بھی معاصر یا ماضیِ قریب کی شخصیات پر مرکوز ہے۔ موضوعاتی تحقیق اور اصناف کے مطالعے کا رجحان بھی اب کم ہو گیا ہے۔ متون کی تلاش و تحقیق تو اب خال خال ہی نظر آتی ہے۔ کچھ رجحان جو ادب کو معاشرتی اور تاریخی تناظر میں دیکھنے کا پیدا ہوا تھا وہ اب بھی برقرار ہے لیکن بہت قابلِ ذکر کام اب دیکھنے میں نہیں آتے۔ جامعات کے علاوہ اردو کی علمی و تحقیقی اداروں کی سرگرمیاں تحقیق کے ضمن میں آج کسی طرح حوصلہ افزا نہیں کہی جا سکتیں۔ مذکورہ بالا متعدد اداروں میں سے مجلس ترقیِ ادب اور انجمن ترقیِ اردو سے ان اداروں کی سابق سرگرمیوں اور مستحکم روایت کے پیشِ نظر، اردو تحقیق کو جو توقعات وابستہ ہو سکتی تھیں وہ ان اداروں کی آج کل کی صورت حال کے باعث بے حد مایوس کن ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان اداروں میں مخلص اور اہل قیادت کا نہ ہونا ہے۔ مجلس ترقیِ ادب کا جو کردار امتیاز علی تاج اور حمید احمد خان کے زمانے تک تھا، وہ بعد میں روز بروز زوال پذیر ہوتا چلا گیا۔ اس ادارے کے تحقیقی مقاصد کے پیشِ نظر تحقیق سے مناسبت نہ رکھنے والا سربراہ ظاہر ہے کہ تحقیق کے میدان میں کیا پیش رفت کر سکتا۔ اس نے تو رہی سہی ساکھ اور روایت کو بھی برقرار نہ رکھا۔ ان میں اضافہ کیا کرتا۔ یہی صورت انجمن ترقی اردو کی بھی رہی۔ جب تک مشفق خواجہ مرحوم اس سے مستقل اور فعال حیثیت سے منسلک رہے یا ان کے بعد بھی چند سالوں تک انجمن اپنی روایات پر قائم رہی اور اس کے علمی اور تحقیقی منصوبے آگے بڑھتے رہے لیکن پہلے مشفق خواجہ کی اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیجگی اور پھر افسر امروہوی اور سرفراز علی رضوی کے بعد انجمن کے تمام علمی منصوبے رک گئے یہاں تک کہ اس کا تحقیقی مجلّہ ''اردو'' تمام وسائل رکھنے کے باوجود اس وقت سے سسکیاں لے رہا ہے اور دو تین سال میں ہی ایک قومی اور تاریخی ادارہ، جو ایک زمانے میں مسلم قومیت کے تشخص اور شناخت کی جدوجہد میں سرگرم اور فعال تھا اور اردو کے بطور قومی اور سرکاری زبان نفاذ کی جدوجہد میں قیادت کر رہا تھا، ذاتی مصلحتوں اور غیر موزوں قیادت کا شکار ہو کر رہ گیا ..... اور اپنے بنیادی مقصد کے ساتھ علمی اور تحقیقی مقاصد میں بھی منجمد ہو کر رہ گیا ہے۔

جامعات اور اداروں سے قطع نظر ..... تحقیق کو فروغ پاکستان میں انفرادی سطح پر بھی حاصل ہوا ہے۔ یہاں کے ممتاز محققین میں سے محمود شیرانی، مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر نجم الاسلام، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن جامعات سے منسلک تھے۔ کلب علی خان فائق اور خلیل الرحمٰن داؤدی کا تعلق مجلس ترقی ادب سے تھا یا اسماعیل پانی پتی نے بھی بیشتر کام اسی ادارے کے لیے کیے لیکن اختر جونا گڑھی، افسر صدیقی امروہوی، غلام رسول مہر، مسلم ضیائی، سخاوت مرزا، حبیب اللہ غضنفر، ڈاکٹر شوکت سبزواری، سید قدرت نقوی، مشفق خواجہ اور نادم سیتاپوری وغیرہ کا تعلق جامعات سے نہ تھا، یہ کبھی کسی ادارے سے وابستہ تو تھے لیکن ان کے بیشتر کاموں کا تعلق ذاتی منصوبوں سے تھا۔ ان کے علاوہ آج جو محققین ممتاز ہیں اور ان کے تحقیقی کام مختلف جہات میں ہمارے ادب میں بیش بہا اضافہ قرار دیے جا سکتے ہیں ان میں ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر محمد الرام چغتائی، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی اور ڈاکٹر تحسین فراقی، اپنے متعدد منصوبوں اور کاموں کی وجہ سے آج کی تحقیق میں نمائندہ اور ممتاز حیثیتوں کے حامل ہیں۔ گاہے گاہے ان کے تحقیقی مقالات اور کام منظرِ عام پر آتے رہتے ہیں۔

جامعات اور اداروں کے علاوہ تحقیق کو فروغ مجلّات اور جریدوں کے ذریعے بھی ملتا ہے..... اور اس کے وسیلے سے خود جامعات اپنے اساتذہ کے تحقیقی مقالات کی اشاعت کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤثر اور مناسب وسیلہ فراہم کرتی ہیں ..... یا پھر وہ محققین جو ذاتی منصوبوں میں مصروف رہتے ہیں اور ان کا تعلق جامعات سے نہیں رہتا ایسے مجلّات میں اپنے مقالات شائع کرواتے ہیں۔ جامعات کے تحقیقی مجلوں میں جامعہ پنجاب لاہور کو جو امتیاز حاصل ہے جنوبی ایشیا میں اس کی مثال نہیں۔ یہاں سے اورینٹل کالج میگزین کی اشاعت کو قریب قریب اسّی سال کا عرصہ ہو گیا اور اس مجلے نے اعلیٰ تحقیقی مجلے کی ایک مستحکم روایت قائم کرنے کے ساتھ ساتھ نہایت عمدہ اور اعلیٰ معیار کے تحقیقی مقالات اور متون شائع کیے ہیں۔ یہیں سے اسّی کی دہائی میں ''مجلّہ تحقیق'' بھی اس جامعہ کے کلیۂ معارف اسلامیہ سے شائع ہوتا ہے اور اس نے بھی اورینٹل کالج میگزین کی روایت کا اتباع کیا ہے۔ ان کے علاوہ اب چند برسوں سے اس کا شعبۂ اردو ''بازیافت'' کے نام سے ایک معیاری تحقیقی مجلّہ شائع کرتا ہے جس کے اب تک ۴۔۵ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبۂ اردو سے بھی ایک مجلّہ ''اردو نامہ'' چند سالوں سے نکل رہا ہے اور اچھے تحقیقی مقالات اس میں شائع ہوتے ہیں لیکن اس کی اشاعت میں تسلسل اور باقاعدگی نظر نہیں آتی۔

جامعہ سندھ میں اختر جونا گڑھی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اور ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی کوششوں سے اردو تحقیق کو حوصلہ افزائی اور فروغ حاصل ہوا ہے۔ پھر یہاں ڈاکٹر نجم الاسلام نے اپنے منفرد اور بلند پایہ تحقیقی کاموں سے اردو تحقیق کے دامن کو مالا مال کیا ہے۔ ان کی زیرِ ادارت شعبۂ اردو سے ایک ''تحقیق'' نامی تحقیقی مجلّہ بھی شائع ہونے لگا تھا جس کے ۱۲۔۱۳ شمارے شائع ہوئے۔ معیاری اور بلند پایہ تحقیقی مقالات کے لحاظ سے ایک منفرد اور مثالی تحقیقی مجلّہ ''دریافت'' بھی ہے جو اسلام آباد کی نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں بھی تحقیقی مقالات کی اشاعت کا اہتمام ہوتا ہے اور اس کے ۴۔۵ شمارے اب تک چھپ چکے ہیں۔

کراچی یونیورسٹی میں افسوس یہ روایت مستحکم نہ ہو سکی۔ یہاں سے ایک مجلّہ ''یونیورسٹی میگزین'' ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے زمانۂ نظامت میں شائع ہوتا تھا لیکن ان کے بعد یہ جاری نہ رہا۔ اس میں زبان و ادب پر بھی بعض عمدہ مقالات شائع ہوئے تھے۔ شعبۂ تصنیف و تالیف و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ نے البتہ ایک مجلّے ''جریدہ'' کو جو تراجم اصطلاحات پر مبنی ہوتا تھا، گزشتہ تین سالوں سے ایک تحقیقی اور علمی مجلّے کی حیثیت دے دی اور عمدہ تحقیقی و علمی مقالات اور فنون اس میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے جو منفرد بھی ہے اور ضخیم بھی۔ حال ہی میں ملتان کی بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کے شعبۂ اردو نے اردو تحقیق میں خاصی پیش رفت کی جسے عہدِ حال میں پاکستان کی دیگر جامعات کے مقابلے میں اب مثالی حیثیت میں دیکھا جا سکتا ہے..... اس یونیورسٹی سے ایک عمدہ تحقیقی مجلّہ ''بہاء الدین زکریا یونیورسٹی جرنل'' کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں اردو ادب سے متعلق مقالات بھی شائع ہوتے ہیں۔

اردو کے تحقیقی اداروں سے جو تحقیقی مجلّے شائع ہوتے رہے ہیں ان میں انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی ''اردو'' نہ صرف اردو زبان کا بلکہ تحقیق کی دنیا کا ایک ممتاز مجلّہ تھا..... جس کی ۸۰۔۸۵ سال کی طویل تاریخ ایک شاندار ورثے کی حیثیت رکھتی ہے..... لیکن افسوس کہ گزشتہ دو تین دہائیوں سے یہ مجلّہ کسمپرسی اور عدم توجہی کا شکار ہے، نہ اس کا معیار برقرار رہ سکا نہ اس کی اشاعت میں تواتر باقی ہے۔ دو تین سال میں کہیں اس کا کوئی شمارہ شائع ہوتا ہے۔ یہاں سے ''تاریخ و سیاست'' کے نام سے بھی ایک اعلیٰ تحقیقی مجلّہ شائع ہوتا تھا لیکن یہ بھی اب قصۂ پارینہ ہے۔ یہی صورت مجلس ترقی ادب لاہور کے مجلّے ''صحیفہ'' کی ہے جس نے امتیاز علی تاج، حمید احمد خاں اور ڈاکٹر وحید قریشی کی ادارت کے زمانے میں ایک عمدہ تحقیقی مجلّے کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور نہ صرف تواتر سے شائع ہوتا تھا بلکہ مقالات کے معیار کے لحاظ سے بھی منفرد اور اعلیٰ درجے کا مجلّہ بن گیا تھا لیکن افسوس اس کا بھی وہی حشر دیکھنے میں آتا ہے جو انجمن ترقی اردو اور اس کے رسالے کا ہوا۔ اردو لغت بورڈ کراچی نے اپنے منصوبے اردو لغت کے تعلق سے ایک نہایت معیاری تحقیقی مجلّہ ''اردو نامہ'' جاری کیا جو دراصل لغت اور زبان و قواعد کے موضوعات و مباحث کے لیے نکالا گیا تھا لیکن اس میں بے حد اہم اور معیاری تحقیقی مقالات بھی شائع ہوتے تھے۔ افسوس یہ سلسلہ ۵۳ شماروں کے بعد کوئی بیس سال قبل ختم ہو گیا۔ ''ماہِ نو'' (کراچی)، ''غالب'' (کراچی)،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نقوش'' (لاہور) وغیرہ تحقیقی مقالات کو بالالتزام شائع کرتے رہے ہیں، لیکن اب یہ رسائل باقی نہ رہے یا اگر ان میں سے کوئی نکلتا بھی ہے تو وہ تحقیق کے مزاج سے بے نیاز نظر آتا ہے۔ آج جو رسالے انفرادی سطح پر اردو تحقیق کے لحاظ سے اہم کہے جا سکتے ہیں ان میں خصوصیت کے ساتھ ''نوادر'' کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جو لاہور میں قائم ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی یادگار اکیڈمی کے اہتمام سے ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔

اس وقت پاکستان میں انفرادی سطح پر تحقیقی مجلوں کی اشاعت کی کوئی اور مثال یا روایت پروان چڑھتی نظر نہیں آ رہی۔ اسلام آباد کے مرکز تحقیقاتِ فارسی کے زیر اہتمام ایک رسالہ ''دانش'' فارسی تحقیقات و ادب کے لیے مخصوص ہے، لیکن گاہے گاہے اس میں اردو سے متعلق موضوعات پر بھی مقالات شائع ہوتے ہیں۔ اقبال اکادمی پاکستان کا مجلہ ''اقبال ریویو'' جواب ''اقبالیات'' کے نام سے اردو مقالات کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے معیاری تحقیقی و تجزیاتی مقالات شائع کرتا ہے اور اقبال سے متعلق عمدہ تحقیقات اور متون کے لیے وقف ہے۔

تحقیق کی مناسبت سے ''ارمغان'' کی روایت بھی پاکستان میں افسوس بہت زیادہ فروغ نہ پا سکی۔ ابتدا میں مولوی محمد شفیع کا پیش کردہ ''ارمغانِ علمی'' ایک مثالی اور منظر و مجموعہ تھا۔ اس کے بعد ''نذر رحمن'' کو بھی عمدہ تحقیقی مقالات کے لحاظ سے بے حد معیاری ارمغان کہا جا سکتا ہے لیکن پھر یہ معیار برقرار نہ رہا۔ اگرچہ ''عبدالرحمن چغتائی''، ''نذر حمید احمد خان'' جیسے ارمغان مرتب ہوئے لیکن ان میں سابقہ ارمغانوں کا معیار قائم نہ کیا جا سکا۔ ان کے بعد ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، حافظ محمود شیرانی اور پھر ڈاکٹر وحید قریشی کے لیے جو ارمغان پیش کیے گئے بس ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انھیں معیاری اور عمدہ مقالات سے مزین کرنے کی کوشش کی گئی۔

اردو تحقیق کے ضمن میں پاکستان میں حال میں جو سرگرمیاں مختلف جہات میں یہاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ طور بالا میں ان کا ایک نہایت سرسری اور مختصر جائزہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ماضی کی ایک طویل داستان ''پاکستان میں اردو تحقیق: معیار اور موضوعات'' کے عنوان سے راقم الحروف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خاصی تفصیل سے تحریر کی تھی جسے انجمن ترقیِ اردو کراچی نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا تھا۔ ماضی کی سرگرمیوں کا احوال اس میں تفصیل سے دیکھا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر جائزہ دراصل گزشتہ دو دہائیوں کی حد تک محض ایک سرسری جائزے پر مبنی ہے اور اسی حوالے سے ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔ اس میں محققین اور اداروں کی انفرادی اور موضوعاتی تحقیقات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اسے یہاں گزشتہ دو دہائیوں کی تحقیقات کی ایک عمومی اور سرسری نوعیت کے لحاظ سے پیشِ نظر رکھا جائے ..... جو اس ایک مختصر مضمون کا تقاضا ہو سکتی تھی۔

(منقول از ''پاکستان میں اردو تحقیق''،
مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء)

☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایم سلطانہ بخش

آزادی کے بعد اردو تحقیق کی رفتار اور سمت

ہم جس معاشرے میں سانس لے رہے ہیں وہ ایک مہذب اور متمدن معاشرہ ہے۔ اپنے معاشرے کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہمارے پاس اپنے اسلاف کی فکری، جذباتی اور ذہنی کارناموں کی مکمل تاریخ نہ ہو۔ ادبی تاریخ کی ترتیب میں ادبی کارنامے ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ارتقا کی گم شدہ کڑیوں کو یکجا کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ ادبی کارناموں کو مرتب کرنے کے لیے صرف حقائق کی تلاش، پوشیدہ خزانوں کی بازیافت اور ان کی تشریح و تعبیر کا نام ہی تحقیق نہیں بلکہ اس میں تخلیقی ذوق اور تنقیدی شعور کی روشنی کا ہونا ضروری ہے ورنہ تحقیقی حقائق صرف واقعات کی کھتونی بن کر رہ جائیں گے اور تفہیم و تحلیلِ موضوع کو پارہ پارہ کر کے فن پارے کا حسن ضائع کر دیں گے۔

ہند و پاکستان کی ادبی تحقیق میں تحقیق کی دو واضح صورتیں ملتی ہیں، ایک قدیم متون کی تحقیق و ترتیب اور دوسری حقائق کی بازیافت اور ان کی تفہیم و تحلیل۔

تحقیق کی پہلی صورت نظم و نثر کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ متون کی ترتیب و تدوین اور نئے ماخذ کی دریافت ہے۔ قدیم مشرقی زبانوں کا کلاسیکی ادب زیادہ تر مخطوطات کی شکل میں ملتا ہے اور ان ہی قلمی نسخوں کی مدد سے ان کی ہیئت اور حدود تک رسائی ممکن ہے اس لیے کہ ہر متن ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستقل وجود ہے اور اپنی مختلف روایتوں کی شکل میں اپنے میں ایک سے زیادہ ذیلی وجود رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں متون کی صحیح ہیئت اور حدودِ روایت کا تعین ایک نہایت اہم، مشکل مگر نتیجہ خیز کام ہے جس کے لیے غیر معمولی سطح پر ذہنی کاوش اور اہتمام تلاش جزئیات ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔ اس میں بہت سوجھ بوجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے اور روایتاً اور درایتاً صحیح نتائج اخذ کرنا ہے۔ ترتیب کا کام سائنسی نہ ہوتے ہوئے بھی ایک سائنسی طریقۂ کار کا تقاضا کرتا ہے جس سے مآخذ کی جستجو اور معیار بندی ہو سکے۔

تحقیق کی دوسری صورت مروجہ حقائق کی تفہیم یا حقائق کے کسی نہفتہ پہلو کی بازدید ہے۔ حقائق کی بہ نسبت تحقیقی مواد پر غور وخوض اور اس کی تدوین محقق کی نظر میں ایک اہم چیز ہوتی ہے۔ اس عمل کے ذریعے شاعر یا مصنف کی زندگی، ذہنی نقطہ نظر اور اسلوب کو تفہیم و تجزیے کے ذریعے، غیر جانب دارانہ رویے کے ساتھ خالص تحقیق کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی تحقیق میں عقائد و نظریات کی نئے اقدار کی نشان دہی ہوتی ہے۔ تخلیق کار کے عہد کے مطالعے سے بھی مدد حاصل کرنا پڑتی ہے اور ہم عصر تخلیقی کاموں کا موازنہ اور تقابل بھی ہو سکتا ہے۔

کسی عہد کے ادبی مزاج اور تنقیدی معیار کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دیکھنا مشکل ہوتا ہے اس لیے تنقید و تفہیم میں اس مطالعے کی بنیادی اہمیت ہے اور اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔ اس سے حقائق کی تفہیم میں مدد ملتی ہے اور کسی تصنیف کی علمی اور ادبی حیثیت کے تعین میں بھی اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اردو کی چھ سو سالہ تاریخ کے کئی گوشے اور کئی پہلو ابھی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور نئی علمی اور ادبی تحقیق ان کو ایک ایک کر کے منظرِ عام پر لا رہی ہے۔ زبان کی نشو و نما، ارتقا اور ادب کی کئی جہتوں پر جو پردہ پڑا ہوا تھا آہستہ آہستہ اٹھتا جا رہا ہے۔ اردو زبان کے خدمت گزاروں اور ان کے کارناموں سے روشناس کرانے کا کام اٹھارویں صدی عیسوی میں ہی شروع ہو گیا تھا لیکن اس کی بنیاد جدید تحقیق کے اصولوں پر استوار نہیں تھی اور نہ ہی ان کی حیثیت معاصرین کے سوانحی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات سے زیادہ تھی تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اردو کے ارتقائی دور ہی میں دوسری اصناف کی طرح تاریخ و تحقیق کے تجربے کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں جو تذکرے لکھے گئے، وہ اردو تحقیق کے ابتدائی نقوش ہیں۔ تذکروں کے بعد محمد حسین آزاد کی ''آبِ حیات'' تحقیق کی راہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آبِ حیات تذکرہ نویسی اور باقاعدہ تاریخ نویسی کے درمیان ایک مضبوط کڑی ہے۔ اگرچہ اس پر بہت اعتراض کیے گئے اور اس کی بعض معلومات کو غیر مستند قرار دیا گیا تاہم آبِ حیات کی بنیادی حیثیت کے بارے میں کلام نہیں۔

سرسید تحریک کے زیرِ اثر جو نیا علمی اور سائنسی رجحان پیدا ہوا اس سے تحقیق کو بھی تقویت پہنچی۔ بیسویں صدی میں اس روایت کی مزید توسیع محمود شیرانی، ڈاکٹر عبدالحق، مولوی محمد شفیع، قاضی عبدالودود، مسعود حسن رضوی اور امتیاز علی عرشی جیسے بلند پایہ محققینِ ادب کے ہاتھوں ہوئی۔

آزادی سے پہلے ہی ہندو پاک میں نئی آگہی کے احساس کے ساتھ ساتھ تحقیق کی ضرورت کا احساس بھی روز بروز بڑھنے لگا اور تحقیق کی مضبوط اور مسلسل روایات اسی وقت قائم ہوئیں جب تعلیم کی اعلیٰ جماعتوں میں اردو کو بار دیا گیا۔ یونیورسٹیوں میں نہ صرف اردو بلکہ دوسری زبانوں اور دوسرے مضامین میں بھی تحقیق پر زور دیا گیا۔ ان مضامین میں تحقیق کے اصول مغرب سے لیے گئے۔ ان کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب کی تحقیق نے بھی مغربی طریقۂ کار سے استفادہ کیا۔

آزادی کے بعد ہندو پاک میں ادبی تحقیق کو اتنا فروغ حاصل ہوا ہے کہ اسے تحقیق کا زریں دور کہا جا سکتا ہے۔ گزشتہ تیس پینتیس سالوں میں درس گاہیں تحقیق کا مرکز بن گئیں۔ درس گاہوں سے باہر بھی کئی عظیم اور قد آور محققین نے اپنی تحریروں سے تحقیق کے طالب علموں کی رہنمائی کی اور اردو میں تحقیق کے اصول وضع کیے۔

برصغیر پاک و ہند میں اردو کے مختلف شعبوں میں ہر سطح پر بکثرت تحقیقی کام ہوا ہے جن میں لسانیاتی تحقیق، قدیم متون کی دریافت، متون کی تصحیح و ترتیب، اصناف، عہد اور مشاہیرِ ادب پر تحقیق، حوالے کی کتابوں کی فہارس، نادر مخطوطات کی فہارس، ادبی تاریخیں اور تبصرے تصنیف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ اس عرصے میں تحقیق کا اتنا زیادہ کام ہوا ہے کہ ان کا اجمالی جائزہ لینا بھی مشکل ہے تاہم اپنی سہولت کے لیے اس عرصے کے تحقیقی سرمائے کو نوعیت کے اعتبار سے چار شقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ اصل مآخذ کی اشاعت یعنی بنیادی تحقیق۔

۲۔ نتائج کی پیش کش یعنی اطلاقی تحقیق۔

۳۔ لسانی تحقیق۔

۴۔ کتب حوالے کی تیاری۔

۱۔ اصل مآخذ کی اشاعت

تحقیق میں بنیادی کام متون کو صحت کے ساتھ پیش کرنا ہے اور اس سلسلے میں ہند و پاک کے محققین نے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ پاکستان میں قدیم اردو کی ادب کی دریافت اور ترتیب و تدوین کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے نہایت اہم کام کیے جن میں فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، دیوانِ حسن شوقی اور دیوانِ نصرتی اردو ادب کی اہم دریافت ہیں۔ دکنی ادب کی دریافت کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کی مرتبہ نصرتی کی مثنوی ''گلشنِ عشق''، سخاوت مرزا کی مرتبہ قاضی محمود بحری کی مثنوی ''من لگن''، رستمی بیجاپوری کی مثنوی ''خاور نامہ'' مرتبہ چاند حسین شیخ، شاہ تراب بیجاپوری کا ''دیوانِ تراب'' مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش اور شاہ قاسم اورنگ آبادی کا ''دیوان'' مرتبہ سخاوت مرزا پہلی بار ترتیب و طباعت سے مزین ہوئے۔ ان کے علاوہ ایک نایاب بیاض، دکنی شعرا کے چند نایاب مرثیے، مثنوی ''برہ بھبھوکا''، مثنوی ''مثلِ خالق باری'' اور ''شاد نامہ''، دیوان ولی کا غیر مطبوعہ کلام اور مثنوی ''معنوی'' پاکستان کے مختلف علمی و ادبی رسالوں میں شائع ہوئے۔

دکنی ادب کے سلسلے میں ہندوستان میں ڈاکٹر خلیق انجم نے خواجہ بندہ نواز کی معراج العاشقین کو اس طرح ترتیب دیا کہ اس میں ان کا اردو کلام بھی شامل کر دیا۔ ڈاکٹر ثمینہ شوکت نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے شکارنامے کو ایک نہایت مفصل مقدمے کے ساتھ مرتب کیا۔ جاوید وشسٹ نے سب رس کی تلخیص قصہ حسن و دل کے نام سے ترتیب دی۔ دکنیات کے کچھ اہم نسخے عثمانیہ یونیورسٹی کے رسالے قدیم اردو میں شائع ہوئے۔ اس کی جلد اول میں سب سے اہم غواصی کی مثنوی مینا ستونتی مرتبہ ڈاکٹر غلام عرفان ہے۔ فیروز بیدری کی مختصر مثنوی "پرت نامہ" مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خان۔ قدیم اردو کا اہم نسخہ ہے۔ دکنی ادب کا ایک قابل قدر کام "کلیاتِ شاہی" جسے علیحدہ علیحدہ مبارز الدین رفعت اور زینت ساجدہ نے مرتب کیا۔ دیوانِ ہاشمی، "کلمۃ الحقائق"، مثنوی چندر بدن و مہیار، قصۂ رضوان شاہ و روح افزا، مثنوی طالب و موہنی، علی نامہ، گلشنِ عشق، مثنوی تصویرِ جاناں، پنچھی باچھا، کلیاتِ غواصی اور من سمجھاون بھی بڑے سلیقے سے مرتب کر کے شائع کیے گئے۔

پاکستان میں شمالی ہند کی منظومات کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں جو اہم کام ہوئے اور پہلی مرتبہ شائع ہوئے ان میں فگار دہلوی کا کلام، اسمٰعیل امروہوی کی دو مثنویاں "وفات نامہ بی بی فاطمہ" اور "معجزۂ انار" "مسدسِ رنگین" شاہ حاتم کا "دیوان زادہ" مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، عالم شاہ ثانی کے فرزند جہاں دار شاہ کا "دیوان" مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی (ضمیموں کا اضافہ ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی مزاج کا آئینہ دار ہے)، خلیفہ معظم کی مثنوی جنگ نامۂ آصف الدولہ و نواب رام پور، دیوان حیدری، شکوۂ فرنگ، لاہور اور کراچی سے شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ آدینہ بیگ کامل کے حالات اور کلام، ارمغانِ دل، جعفر علی حسرت کا شہر آشوب، پاکستان کے مختلف علمی و ادبی رسالوں میں شائع ہوئے۔

شمالی ہند کے متون کے ساتھ ان چند متون کو بھی درج کیا جاتا ہے جو بلوچستان اور پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان کے ایک شاعر ملا محمد حسین براہوی کا اردو کلام مرتبہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور سے اور شاہ شرف الدین اشرف بیابانی کی قدیم ترین مثنوی "نوسرہار" مرتب افسر امروہوی، سید ساجد علی فنائی کی مثنوی "عاقبت بخیر" مرتبہ افسر امروہوی، کراچی سے شائع ہوئی۔ "دیوان ہنا" اور مولانا عبدی کی مثنوی "فقہ ہندی" ادبی رسالوں میں شائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں ۔اس سلسلے میں ضمنی طور پر اس غیر مطبوعہ کلام کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جو دریافت ہوا لیکن ابھی تک ۔ متعلقہ شاعر کے دیوان یا کلام میں شامل نہیں ہوا ۔جن میں انعام اللہ یقین کا کلام مرتبہ محمد اکرام چغتائی ، میر حسن کا کلام مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ، نظیر اکبر آبادی کی نظم ایک رقاصہ کا عروج و زوال مرتب ڈاکٹر عبدالحق ، نواب الٰہی بخش خان معروف کی غزلیں مرتب ڈاکٹر ایوب قادری ، امیر مینائی کا کلام مرتبہ کریم الدین احمد ، مولانا آزاد کا کلام مرتب ابو سلمان شاہجہان پوری ، ثاقب لکھنوی کی چھ بیاضیں مرتب مشفق خواجہ اہم ہیں ۔

ہندوستان میں شمالی ہند کی منظومات کے متون کی ترتیب میں امتیاز علی عرشی کا مرتب کردہ '' دیوانِ غالب '' ایک اعلیٰ اور معیاری کام ہے ۔'' دیوانِ فائزہ '' مرتب مسعود حسن رضوی اور اکبر مسعود حسین خان ،'' بکٹ کہانی '' مرتب ڈاکٹر نور الحسن بھی ترتیب متن کی اچھی مثالیں ہیں ۔ ان کے علاوہ مثنوی گوہر جوہری ،'' مثنویات راسخ '' ، اندر سبھا ، خطوط غالب ، داستانِ امیر حمزہ ، دیوانِ اثر ، دیوانِ جرأت ، دیوانِ یقین طلسم ہوش ربا ، کلام ممنون ، کلیات ولی ، کلیاتِ سودا ، کلیاتِ نواب ، گلِ رعنا اور نوطرزِ مرصع اس سلسلے کی اہم تصنیفات ہیں جن کے متون ترتیب دیے گئے ۔

متون کی ترتیب کے سلسلے میں ایک اہم کام تذکروں کی ترتیب کا ہے جو بڑی تعداد میں شائع کیے گئے ۔ان میں سے کئی ایسے ہیں جن کے دنیا میں ایک یا دو تین ہی نسخے ہیں ۔ بعض تذکروں کو مناسب تحشیے کے ساتھ شائع کیا گیا اور بعض کو نقل چھپوادیا گیا ۔ ہر دو صورتوں میں ان کی افادیت سے انکار نہیں ۔

پاکستان میں جن تذکروں کو مرتب کیا گیا ان میں '' قدثریا '' ، نکات الشعرا ، ہمیشہ بہار ، نقش معرفہ ، گلشن ہمیشہ بہار ، بہارستان ناز ، گلستان سخن ، خزان نکات ، گلشن بے خار ، سراپا سخن ، ارمغان گوکل پرشاد ، مدائح الشعرا ، عروس الاذکار اور ریاض الفردوس وغیرہ اہم ہیں ۔

ہندوستان میں پاکستان کی نسبت بہت زیادہ تذکرے مرتب ہو کر شائع ہوئے جن میں [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گلشنِ سخن، تذکرۂ نادر، عمدۂ منتخبہ، گلشنِ ہند، طبقات الشعرا، تلخیصِ سراپا سخن، خوش معرکۂ زیبا، مقالات الشعرا، تذکرۂ مسرت افزا، بہارِ بے خزاں، نکات الشعرا، تذکرۂ آزردہ، تذکرۂ قطعہ منتخب، تذکرۂ شعرائے ہندی، تذکرۂ شورش، تذکرہ شعرائے رام پور اور سخنورانِ گجرات قابلِ ذکر اور اہم ہیں۔

نثری ادب کے متون کی ترتیب و تصحیح کے سلسلے میں پاکستان میں تقریباً ساٹھ کے قریب نثری تصانیف کو متعارف کروایا گیا جن میں فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی نگارشات، غالب کے نثری متون، سرسید کے مقالات، خطبات، مکاتیب اور سفرنامے، سرسید کے معاصرین کی تصنیفات اور مکاتیبِ اقبال کے متن تصحیح و ترتیب کے بعد پاکستان میں شائع ہوئے۔ ان نثری متون میں ترتیب کا شاہکار ڈاکٹر وحید قریشی کا مرتب کردہ مقدمۂ شعر و شاعری ہے۔

ہندوستان میں بھی اردو نثر کے بیش بہا خزانوں کو منظرِ عام پر لایا گیا جن میں غالب کے نسخۂ بھوپالی اور فضلی کی کربل کتھا اہم ہیں۔ ترتیبِ متن کے لحاظ سے مالک رام اور مختار الدین احمد کی مرتبہ "کربل کتھا" اردو کے بہترین کارناموں میں سے ہے۔ قدامت اور ادبی خوبیوں کے لحاظ سے عیسوی خان کا "قصۂ مہر افروز و دلبر" مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین رضوی، ایک تاریخی دریافت ہے۔ دیگر نثری متون میں قدیم داستانیں، غالب کی تحریریں، خطوط اور ابوالکلام آزاد کی غبارِ خاطر اہم ہیں۔

۲۔ اطلاقی تحقیق

جہاں تک اطلاقی تحقیق کا تعلق ہے سب سے اہم کام تاریخِ ادبِ اردو ترتیب دینا ہے۔ اس سلسلے میں اصل مآخذ کا شائع کرنا اتنا ہی اہم ہے جتنا ان سے صحیح نتائج اخذ کرنا اور ان [illegible] مرتب کرنا ہے۔ تاریخ میں دلکشی تب ہی آتی ہے جب ادب و معاشرے کی [illegible] [illegible] تحقیق و تنقید [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ذہنی تاریخ کے پس منظر میں رکھ کر دیکھا جائے۔

تاریخِ ادبِ اردو کے سلسلے میں پاکستان میں سب سے وقیع کام ڈاکٹر جمیل جالبی کر رہے ہیں۔ اب تک انھوں نے تاریخ کی دو جلدیں مرتب کر لی ہیں جو لاہور سے شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تاریخ کل چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ دوسری قابلِ ذکر تاریخ ادب جامعہ پنجاب کے شعبہ تاریخ ادبیات کی مرتبہ ہے جو نیس جلدوں پر مشتمل ایک مبسوط تاریخ ہے۔ تاریخ ادب کے مرتبین میں ڈاکٹر عبدالقیوم کی مرتب کی ہوئی صرف ایک جلد شائع ہوئی۔ ان تاریخوں کے علاوہ کچھ طویل اور مختصر تاریخیں بھی مرتب کی گئیں۔ تاریخ ادب کے سلسلے میں وہ کام جو زبان و ادب کے علاقائی حدود کے لحاظ سے کیا گیا اہم ہے، اس ضمن میں بیس کے قریب تحقیقی کتابیں شائع ہو ہیں جن میں بلوچستان، سندھ، سرحد، پنجاب اور کشمیر میں زبان و ادب کی خدمات کو منظرِ عام پر لایا گیا نیز تاریخ ادب اردو کے متنوع موضوعات کے تعلقات سے متعدد تحقیقی مقالے پاکستان کے ادبی رسالوں کی زینت ہیں۔

ہندوستان میں تاریخِ ادب پر اہم ترین کام علی گڑھ تاریخ ادب اردو جلد اول ہے۔ اس تاریخ میں کمی یہ ہے کہ یہ مضامین کا مجموعہ ہے ایک مسلسل منسلک تصنیف نہیں۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کا تحقیقی مقالہ ''اردو نثر کا آغاز و ارتقا'' دکنی نثر کی مستند تاریخ ہے اور ثناء الحق کی کتاب ''میر و سودا کا دور'' بھی اہم ہے۔ علاقائی تاریخوں کے ضمن میں لکھنؤ کا دبستان شاعری اور دلی کا دبستانِ شاعری کے علاوہ دیگر اہم مقالے تصنیف ہوئے جن میں میسور، بھوپال اور رجے پور کی خدمات قابلِ ذکر ہیں۔

پاکستان میں اصنافِ ادب پر بکثرت تحقیقی کام ہوا ہے۔ جن اصناف پر توجہ دی گئی ان میں مرثیہ نگاری، ڈراما، داستان، افسانہ، ناول، سفرنامہ، انشائیہ، مثنوی، غزل، نظم، گیت اور رباعی ہے۔ شاعری کے حوالے سے ادبی، ثقافتی، سیاسی رجحانات اور تحریکات سے متعلق متعدد تحقیقی مقالے لکھے گئے جن میں سے بہت کم زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاہیرِ ادب جن کے فکر وفن کے چراغ سے کاشانۂ ادب روشن ہے اصنافِ ادب کی نسبت ان پر کام زیادہ ہوا ہے تاہم اب بھی متعدد مشاہیر کے علم وفن کے کارنامے ہماری بازیافت کے منتظر ہیں۔ جن مشاہیر پر تحقیقی کام ہوا ان میں غالبؔ، میر حسن، حاتم، میر تقی میر، سودا، مومن، مرزا دبیر، رنگین، حسرت، شاہ نصیر، مصحفی، اکبر، صوفی تبسم، اقبالؔ، قائم چاند پوری، امیر مینائی، جوہر، ظفر علی خاں، میر سوز، اصغر گونڈوی، حالی، آزاد، جعفر علی حسرت، پریم چند، رسوا، نذیر احمد، سرسید، شرر، آغا حشر، میر امن، رجب بیگ سرورؔ علی، محی الدین زور، مسعود حسن رضوی، نساخ، حامد حسن قادری، عبدالقادر اور حمید احمد خاں اہم ہیں۔ ان میں بعض تحقیقی کام اعلیٰ معیار کے ہیں۔ خصوصاً ڈاکٹر وحید قریشی کا مقالہ 'میر حسن اور ان کا زمانہ' تحقیق کا قابلِ قدر کارنامہ ہے۔

ہندوستان میں بھی اصناف اور مشاہیرِ ادب پر بے شمار تحقیقی کام کیا گیا جن میں بعض مقالے اعلیٰ معیار کے ہیں۔ جن اصنافِ ادب پر کام ہوا ان میں گیت، غزل، مرثیہ، قصیدہ، مثنوی، واسوخت، رباعی، شہر آشوب، نظم، افسانہ، ناول، داستان، ڈراما، سوانح، ادب لطیف، انشائیہ اور میلاد نامہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان اصناف کی تاریخ و ترویج و ترقی کا نہ صرف محققانہ جائزہ لیا گیا بلکہ ان ادبی سانچوں کی تعمیری اور صنفی خصوصیات کا محاکمہ بھی کیا گیا۔

مشاہیرِ ادب کی خدمات پر بے شمار تحقیقی کام ہوا۔ تقریباً ۱۵۰ تحقیقی مقالے لکھے گئے۔ جن مشاہیر پر کام ہوا ان میں اثر، آتش، آرزو، آزاد، اسماعیل میرٹھی، افسوس، اکبر، اقبالؔ، امیر مینائی، بیدی، پریم چند، تسلیم، جاہت، حالی، میر حسن، حسرت، آغا حشر، جوش، جگر، جرأت، داغ، درد، ذوق، راسخ عظیم آبادی، راشد الخیری، رسوا، رشک، رشید احمد، ریاض خیرآبادی، سرور جہان آبادی، سرشار، سرسید احمد، سرور، رجب علی، سید احمد دہلوی، سلیمان ندوی، سیماب، شاد، شبلی، شرر، شیفتہ، صہبائی، بہادر شاہ ظفر، عبدالحق، عشق دہلوی، عصمت چغتائی، غالبؔ، فانی، قائم چاند پوری، کرشن چندر، کنہیالال کپور، مصحفی، مومن، نیاز، نذیر احمد، نظیر اکبر آبادی، نصیر الدین ہاشمی، ... علی شاہ، ... یگانہ چنگیزی اہم ہیں۔ تحقیقی کاموں کی فراوانی کے باوجود اب بھی متعدد ہستیاں ...

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن کی حیات اور ادبی خدمات کو منظرِ عام پر لانے کی ضرورت ہے نیز شعری اور نثری اسالیب پر بھی کام کی ضرورت ہے۔ غزل ہماری مقبول ترین صنفِ ادب ہے۔ یوں اس پر مختلف حوالوں سے کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں لیکن تحقیقی اعتبار سے غزل کی تاریخ کا حق ابھی ادا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ بہت سی قدیم اور جدید اصناف ابھی تحقیق کی منتظر ہیں۔

۳۔ لسانی تحقیق

اردو ادب کے علاوہ اردو زبان بھی محققوں پر اپنا حق رکھتی ہے۔ اردو لسانیات پر ابھی کام کی ابتدا ہے۔ اردو میں لسانی تحقیق کا آغاز حافظ محمود شیرانی اور مولوی عبدالحق نے کیا۔ پاکستان میں ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے نام اہم ہیں کہ ڈاکٹر سبزواری نے اردو کو علمی اور سائنسی بنیادوں کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی ہے اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے جدید علمِ لسانیات کی روشنی میں اردو کی لسانی تشکیل کا جائزہ لیا۔ لسانی تحقیق کے سلسلے میں پاکستان میں جو کام ہوا ان میں ڈاکٹر سبزواری کے تحقیقی مقالے اردو زبان کا ارتقا، اردو لسانیات اور داستانِ زبانِ اردو اور اردو الفاظ کی تحقیق کے سلسلے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے چند قدیم لغات الہندوستانی گرائمر اہم ہیں۔ اس کے علاوہ اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کے لسانی روابط اور اردو زبان کی اثر پذیری کے ساتھ ساتھ اثر اندازی کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے جن میں اردو، سندھی کے لسانی روابط، اردو اور پشتو کے لسانی روابط، ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق، سندھی، پشتو اور اردو کے لسانی روابط اور اردو اور راجستانی بولیاں اہم ہیں۔ اردو اور علاقائی زبانوں کے تقابلی جائزے کی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جن میں کشمیری اور اردو کا تقابلی مطالعہ، سندھی اور اردو کا تقابلی مطالعہ، اردو پنجابی کا تقابلی مطالعہ، براہوی اور اردو کا تقابلی مطالعہ اور قدیم دکنی اور اردو کا تقابلی مطالعہ اہم ہیں۔

لسانیات کی تحقیق میں سب سے اہم چیز لغت کی ترتیب و تدوین ہے۔ پاکستان میں لغت کے ضمن میں مولوی عبدالحق کی لغتِ کبیر کی دو جلدیں، اردو لغت بورڈ کی چھ جلدیں، نسیم لغت، فرہنگِ اقبال، علمی اردو لغت، ہفت زبان لغت، لغت اردو، قدیم اردو کی لغت، ترکی اردو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغت اور جامع الامثال وغیرہ شائع ہوئیں۔ اردو لغت بورڈ کراچی کا اصل منصوبہ انگریزی آکسفورڈ لغت کے انداز پر مبسوط لغت کی ترتیب و اشاعت ہے۔ یہ کام قریب قریب مکمل ہو چکا ہے اور ابھی چھ جلدیں شائع ہونی ہیں۔ اردو میں جامع لغت کی ضرورت کی تکمیل میں بورڈ کا یہ ایک اہم اور قابلِ قدر اقدام ہے۔ اس تاریخ ساز شاہکار کی تکمیل کے بعد اردو فخر کر سکے گی۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں اردو کی لسانی تحقیق کو آگے بڑھایا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مسعود حسین رضوی کا انگریزی رسالہ ''اردو لفظ کا صوتی و صوتیاتی مطالعہ'' گوپی چند نارنگ کی انگریزی کتاب ''اردو کی کرخنداری بولی'' اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو اور مولوی امتیاز علی عرشی کی اردو اور افغان اہم ہیں۔ اس کے علاوہ اردو کی صوتی اور صوتیاتی ساخت، اردو قواعد نویسی، دکنی اردو کے قواعد کا تجزیاتی مطالعہ، اردو عروض اور فنِ تحریر کی تاریخ اہم مقالے ہیں۔ لغت کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں چند اہم لغات سامنے آئی ہیں۔ لغاتِ گجری، اردو ہندی لغت، مہذب اللغات (چار جلدیں)، فرہنگ مثال، فرہنگِ غالب، اردو ہندی لغت (انجمن ترقی اردو) اردو لغت اور اردو روسی لغت، تلگو اردو لغت اور اردو تلگو لغت (یہ لغات مختصر ہیں) مرتب ہو کر شائع ہوئیں۔

۴۔ کتبِ حوالہ کی تیاری

کتب حوالے کی تیاری کو بعض لوگ ناسمجھی سے فہرست سازی کا نام دیتے ہیں۔ اس کے ذیل میں کام نہ ہونے کا جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ کسی زبان کی اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے پاس اپنے ادبی سرمائے کا کوئی جامع کیٹلاگ نہ ہو اور تحقیقی کاموں میں ایسے کیٹلاگ کی اہمیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔

تحقیق کرنے والوں کے لیے مختلف کتب خانوں کے مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں اولین ضروریات میں سے ہیں۔ پاکستان میں نادر مخطوطات کے ذخیرے ہیں لیکن ابھی تک ان میں سے بیشتر کی فہرستیں شائع نہیں ہوئیں۔ جو فہرستیں شائع ہوئیں ان میں ''جائزۂ مخطوطاتِ اردو'' مشفق خواجہ کا تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ کتب خانہ جامعہ پنجاب، پنجاب پبلک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری، ذخیرۂ محمود شیرانی، ذخیرۂ محمد شفیع، مائیکروفلم اور آٹوگراف (لائبریری جامعہ پنجاب)، سندھ میں اردو مخطوطات، مخطوطاتِ پیرس، مخطوطاتِ انجمن ترقی اردو، شاہانِ اودھ کے مخطوطات، اردو ادب کا دورِ اول (دکنی)، مآخذاتِ احوالِ شعر اور مشاہیر، فہرست مخطوطات دیال سنگھ لائبریری اور قاموس الکتب کی تین جلدیں اہم ہیں۔

ان کے علاوہ غالب اور اقبال پر موجود کتابوں کی وضاحتی فہرستیں بھی مرتب کر لی گئی ہیں۔

ہندوستان میں مخطوطات کے بہت اچھے ذخیرے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی فہرستیں مرتب ہو کر شائع ہوں تا کہ محققین استفادہ کر سکیں۔ جو فہرستیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے آصفیہ لائبریری کی وضاحتی فہرست، ادارۂ ادبیاتِ اردو کے مخطوطات و مطبوعات کی فہرست، فہرستِ مخطوطاتِ خدا بخش لائبریری، اسٹیٹ لائبریری رام پور (عربی مخطوطات)، اردو مخطوطات کی وضاحتی فہرستِ انجمن ترقیِ اردو، قاموس الکتب کی ایک جلد اور نیشنل لائبریری کلکتہ کی فہرست کتب وغیرہ اہم ہیں تاہم یہ شعبہ محققین کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ چند لائبریریوں کے کیٹالاگ ضرور موجود ہیں لیکن کئی ذخیرے صندوقوں اور عجائب گھروں میں بند پڑے ضائع ہو رہے ہیں۔ ان سے استفادے کے دائرے کو وسیع کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کی وضاحتی کیٹالاگ جدید اصولوں کی روشنی میں مرتب کر کے شائع کی جائیں۔

اس جائزے سے ایک بات سامنے آئی کہ اردو میں کوئی ایسی رہنما کتاب موجود نہیں جو اردو ادب سے متعلق جملہ اقسام کی لائبریریوں کے سلسلے میں معاون ہو۔

مجموعی طور پر تحقیقی کاموں کا جائزہ لینے سے جو موضوعات زیادہ مقبول نظر آتے ہیں وہ مشاہیرِ ادب اور شخصیاتی تحقیقی مقالوں کی فہرست ہے اکثر مقالوں کی تکمیل میں محقق کا طریقۂ کار مورخ نگار کا ہوتا ہے جو عموماً میکانکی انداز سے انجام پاتا ہے۔ مثلاً حالاتِ زندگی اور عصری نقوش تو یکجا ہو جاتے ہیں اور غیر مطبوعہ کلام یا نگارشات کا انتخاب درج کر دیا جاتا ہے مگر شاعر یا ناثر کے فکر و فن کے خدوخال نمایاں نہیں ہوتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی ادب میں جتنے کام ہوئے ہیں ان میں اصناف ادب کا دوسرا نمبر ہے۔ مغرب کی روشنی میں ہمیں ادبی و غیر ادبی ساخت اور ان کی قدر و قیمت کے تصور کا اندازہ ہوا۔ اردو تنقید جس روایتی ڈگر پر چل رہی تھی اس میں تبدیلی آئی۔ یہ مقالے تحقیقی ہی نہیں بلکہ ان میں تنقیدی شعور ضو فشاں ہے۔

پھر مراکز علم و ادب پر بے شمار مقالے لکھے گئے۔ ان مقالوں کے ذریعے ملک کے منتشر علاقے سامنے آ گئے ہیں جن کا اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں اہم حصہ رہا ہے۔ سب سے کم لسانیاتی مقالے لکھے گئے۔ یہ تفاوت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے ہاں شخصیت پرستی اور واقعاتی ریسرچ کا رجحان تیز ہے۔

یہ آزادی کے بعد اردو تحقیق کی رفتار اور سمت کا مختصر خاکہ ہے۔ یقین ہے کہ میری کم نظری کے باعث کچھ اہم کاموں کا تذکرہ نظر انداز ہو گیا ہوگا تاہم اس عرصے میں اردو میں تحقیق کی جو کاوشیں ہمارے سامنے آئی ہیں وہ نہ صرف اطمینان بخش ہیں بلکہ تخلیق کا یہ پھیلاؤ امید افزا بھی ہے۔ ساقط المعیار کاموں کے انبار میں معیاری کارناموں کی تعداد کم ضرور ہے لیکن قابل قدر ہے۔ محققین اور تحقیقی ادارے اپنے محدود وسائل کے باوجود اردو کے تحقیقی اور ادبی سرمائے میں قابل قدر اضافہ کر رہے ہیں اور بعض ایسے منصوبے عمل میں آئے ہیں جو عملی اور تحقیقی لحاظ سے وسیع اور وقیع ہیں۔

حواشی:

(۱) بند و پاک کے محققین کے کارناموں کے سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند کے مضمون، ڈاکٹر خلیق انجم کی فہرست اور معین الدین عقیل کے مضمون اور ڈاکٹر معین الرحمٰن کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا۔

(۲) اردو تحقیق آزادی کے بعد، پروفیسر گیان چند جین۔ ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریقہ کار، مرتبہ عبدالستار دلوی، بمبئی یونیورسٹی بمبئی، ص ۲۱۳۔

(مشمولہ "اردو میں اصول تحقیق" جلد دوم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمیل جالبی

تحقیق کے جدید رجحانات

جیسے علوم سائنس میں تحقیق بنیادی اہمیت رکھتی ہے اسی طرح ادب، شاعری اور تخلیق میں بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر شاعر کو یہ معلوم ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے اور اس کے اسلاف نے یہ کام کیسے اور کیوں کر کیا تھا تو وہ نہ صرف بہتر بلکہ زندہ رہنے والی شاعری کر سکے گا۔ جیسے عمارت بنانے سے پہلے عمارت کے پورے نقشے، اس کی ضرورت، اس کے مقصد، زمین جس پر وہ عمارت بنائی جا رہی ہے، آب و ہوا، ماحول اور موجود سامان عمارت وغیرہ سے پوری طرح واقف ہونا ضروری ہے اسی طرح تخلیق، تنقید اور علم و ادب کی ہر شاخ کو پورے طور پر پروان چڑھانے کے لیے تحقیق کا عمل ضروری ہے۔ وہ ادیب، نقاد اور شاعر جو تحقیق سے دامن بچاتے ہیں، اسے بے ضرورت اور غیر اہم سمجھتے ہیں یا "بے خبری" میں اپنی تخلیق و تحریر سے سرسری طور پر گزر جانا چاہتے ہیں، علم و ادب کی دنیا میں ہرگز وہ کام نہیں کر سکتے جس کی وہ آرزو رکھتے ہیں۔ اقبال نے خوبصورت شاعری کی لیکن ان کی عظیم تخلیقی قوت نے ان کے تحقیقی مزاج کی مدد سے زندگی کے پھیلاؤ اور مسائل حیات کو اپنے دامن میں سمیٹ کر عمل ارتقا طے کیا اور وہ وہ بن گئی جو وہ ہے۔ ہر بڑا شاعر، ہر بڑا ناول نگار اور افسانہ نویس، ہر بڑا نقاد، ہر بڑا فلسفی اور ہر بڑا سائنس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دان تحقیق کے بغیر کوئی بڑا کام انجام نہیں دے سکتا۔ بڑی تخلیق کے لیے تحقیق اتنی ہی ضروری ہے جتنا پانی زندگی کے لیے ضروری ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا تحقیق کی اہمیت یہ ہے کہ جب تلاش و جستجو سے آپ نے غلط کو صحیح سے الگ کر لیا اور سچائی اپنی اصلی شکل میں آپ کے سامنے آ گئی تو پھر جو رائے قائم کریں گے، جس نتیجے پر آپ پہنچیں گے، وہ بھی صحیح ہوگا۔ اس بات کو میں ایک مثال سے واضح کرنا چاہوں۔ یہ مثال میں اس لیے دے رہا ہوں تاکہ یہ واضح کر سکوں کہ ہمارے نقاد تحقیق سے دامن بچا کر کس کس قسم کی غلطیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پروفیسر احتشام حسین اردو کے اہم نقاد ہیں لیکن ان کا رشتہ چونکہ تحقیق سے قائم نہیں تھا اسی لیے ان کی تحریروں میں بہت سی بنیادی باتیں غلط اور نادرست مفروضات پر کھڑی نظر آتی ہیں۔ احتشام حسین صاحب کا ایک مضمون ہے ''غالب کا تفکر اور اس کا پس منظر'' جس میں غالب کی وسعتِ مطالعہ اور تاریخ سے گہری واقفیت کو غالب کے تفکر کی بنیاد بتایا گیا ہے اور غالب کے اس فارسی ترجمے کو جو ''مہرِ نیم روز'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی وسعتِ مطالعہ اور تاریخ دانی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اگر یہ بات لکھنے سے پہلے وہ تحقیق کی کسوٹی پر اسے پرکھ لیتے تو انھیں یہ مضمون لکھنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی اس لیے کہ تاریخ یا اس کے مطالعے سے غالب کو سرے سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی۔ یہ بات واضح رہے کہ ''مہرِ نیم روز'' غالب کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ترجمہ ہے جسے انھوں نے بادشاہ وقت کے اصرار پر کیا تھا۔ غالب اپنے ایک خط میں ''مہرِ نیم روز'' کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ:

> ''مجھ سے انتخاب حالات ممکن نہیں۔ آپ مدعا کتب سیر سے نکال کر زبان اردو میں میرے پاس بھیج دیا کیجیے۔ میں اس کو فارسی میں کر کر تم کو دے دیا کروں گا۔'' (''نادرات غالب'' ص ۳۴)

اسی سلسلے میں ایک اور جگہ لکھا کہ:

> ''کارپردازان دفتر شاہی خلاصہ حالات از روئے کتب اردو میں لکھ کر بھیج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں، میں اس کو فارسی کر کے حوالے کرتا ہوں۔ میرے ہاں ایک کتاب بھی نہیں ہے۔ میں اس فن سے اتنا بے خبر ہوں کہ یہ بھی اچھی طرح نہیں سمجھا کہ پنڈت صاحب نے کیا کچھ لیا ہے اور وہ کیا ہے۔''

(''نادراتِ غالبؔ''، ص۲۹)

اب دیکھیے کہ غالبؔ کے تفکر کی بنیاد غالبؔ کی جس تاریخ دانی اور جس کتاب پر قائم کی گئی ہے وہ کتنی کمزور اور کتنی بے معنی ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے جو نتائج اخذ کیے گئے ہوں گے وہ کتنے بے بنیاد، غیر ذمے دارانہ اور بے جان ہوں گے۔ غالبؔ کیا کہہ رہے ہیں اور ہمارے محترم پروفیسر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ من چہ می سرایم وطنبورۂ من چہ می سراید۔ تحقیق سے بے تعلقی و بے خبری کی وجہ ہی سے ہماری تنقید غیر وقیع اور غیر مستند ہو کر رہ گئی ہے اور ہمارے محترم اساتذہ اور عزیز طلبہ ایسی غلط فہمیوں کا شکار ہیں جن سے نکلنے میں ایک عرصہ لگے گا۔ ایسی اور بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں صرف ایک اور مثال پیش کر کے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم جو کچھ کریں، خواہ وہ شعر و شاعری ہو، ڈراما یا ناول نگاری ہو، تنقید یا تاریخ ہو، اصل حقیقت سے پوری طرح واقف ہو کر کریں ورنہ ہم ادیب، شاعر، نقاد زندگی بھر ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے۔ ناواقفیت ایک طرف گمراہ کر دیتی ہے اور دوسری طرف رسوائی کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ ایک محقق نے ایک جگہ ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ ایک پرانے اہل قلم نے ''شعلۂ جوالہ'' نامی مجموعۂ واسوخت کا مطالعہ کیا تو واسوخت نمبر ۳۲، ۳۳ کے نیچے مصنف کا نام ''لاادری'' لکھا ہوا دیکھا اور قیاس کا تو تا مینا اڑا کر لکھا کہ ان دونوں واسوختوں کا مصنف ایک ہی شخص ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''لاادری'' ''لاہوری'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ حالاں کہ بات صرف اتنی تھی کہ ''شعلۂ جوالہ'' کے مرتب کو یہ دونوں واسوختیں تو مل گئیں لیکن ان کے مصنفین کے نام نہ معلوم ہو سکے اس لیے اس نے ان کے نام کی جگہ ''لاادری'' لکھ دیا جو عربی مرکب ہے اور جس کے معنی ہیں ''میں نہیں جانتا'' یا مجھے معلوم نہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال مجھے اتنا عرض کرنا ہے کہ علم وادب کی دنیا میں ہم نے تحقیق کو چونکہ کوئی اہمیت نہیں دی ہے اس لیے ہمارے ہاں تحقیق کی حالت بھی تشفی بخش نہیں ہے۔ تحقیق جس استقلال، جس صبر، محنت اور توجہ کی طالب ہے ہم اس سے اس لیے بھاگتے ہیں کہ ہمیں تو اب روٹی بھی پکی پکائی ہی اچھی لگتی ہے۔ تن آسانی تحقیق کی دشمن ہے اور بفضلِ تعالیٰ تن آسانی ہمارے خون میں اچھی طرح سرایت کر گئی ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے بیشتر اہلِ تحقیق بھی دادِ تحقیق نہیں دیتے اور قیاسیات سے کام چلا رہے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بغیر پڑھے ایسی کتابوں کے حوالے دیتے ہیں جو ان کی نظر سے نہیں گزریں۔ فارسی کا رواج کم سے کم تر ہو گیا ہے اور بدقسمتی سے انیسویں صدی تک کے بیشتر حوالے کی کتابیں فارسی زبان ہی میں ہیں۔ ان کتابوں کے اول تو اردو ترجمے موجود نہیں ہیں اور جو ہیں وہ عام طور پر اتنے ناقص ہیں کہ ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ صورت یہ ہے کہ مصنف کچھ لکھ رہا ہے اور مترجم صاحب کچھ اور فرما رہے ہیں۔ تحقیق کے لیے بنیادی مواد اور کتابوں کی جو سہولتیں ہونی چاہئیں وہ ہمارے ہاں موجود نہیں ہیں۔ ہماری زبان، ادب، ثقافت و تاریخ کے لاتعداد مخطوطات جو بنیادی مآخذ کا درجہ رکھتے ہیں، ملک سے باہر انگلستان کی انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم، آکسفورڈ اور فرانس، جرمنی، ایران، ہندوستان وغیرہ میں پڑے ہوئے ہیں جن تک رسائی اہلِ علم وادب کے محدود مالی وسائل کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ہماری حکومت اپنے ملک کی تاریخ، اس کی ادبیات اور تہذیب، ثقافت سے متعلق سارے مخطوطات کی مائیکرو فلم یا ان کے عکس حاصل کر کے اسلام آباد، کراچی اور لاہور کے مرکزی کتب خانوں میں محفوظ کر دیتی تاکہ ہمارے غریب و لاچار اہلِ علم وادب ان سے استفادہ کر کے علم وادب کے پھول کھلا سکتے۔ ان مخطوطات تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اہلِ علم وادب اس معیار کی تحقیقات پیش کرنے سے قاصر ہیں جو ہمیں مغربی مصنفین کی تصانیف میں نظر آتی ہیں یہ کام حکومت کو بلا کسی تاخیر کے فوراً کرنا چاہیے۔ اسی طرح ہمارے ہاں فنِ تحقیق اور اصولِ تحقیق کے بارے میں بھی کتابیں نہیں ہیں۔ وہ اساتذہ جو طلبہ کی رہنمائی کرتے ہیں عام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود پر خود تحقیق کے فن اور اصولوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ تحقیق کی تعلیم و تربیت کا بھی ہماری یونیورسٹیوں میں کوئی انتظام نہیں ہے۔ شاید ہی کسی یونیورسٹی میں فن اور اصول تحقیق و تدوین کا الگ سے کوئی پرچہ رکھا گیا ہو۔ تحقیق کرنے والے انکل پچو کام شروع کر دیتے ہیں۔ کام کا آغاز کرتے وقت انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مواد کہاں ملے گا۔ کون سے ماخذ معتبر ہیں اور کون سے غیر معتبر ہیں۔ انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دورانِ تحقیق دوسرے درجے کے حوالوں سے کیوں احتراز کرنا چاہیے۔ ہمارے ہاں اکثر بڑے اور اہم کتب خانوں کی وضاحتی فہرستیں بھی موجود نہیں ہیں۔ یہ بات شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ قومی عجائب خانے کراچی میں تقریباً بارہ تیرہ ہزار مخطوطات ہیں جن کی اب تک درجہ بندی بھی نہیں ہوئی ہے اور ان مخطوطات تک رسائی ناممکن ہے۔ ہمارے ہاں ببلیوگرافی کا بھی قحط ہے۔ "آکسفورڈ کمپینین آف انگلش لٹریچر" کی طرح کی بھی کوئی کتاب ہمارے ہاں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں تحقیق کا وہ معیار اور وہ روایت قائم نہیں ہو سکی جس سے کسی قوم کی قسمت بدل جاتی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایسی اندوہ ناک صورت ہے جس میں تحقیق کا پودا، سازگار حالات نہ ہونے کی وجہ سے کبھی پروان نہیں چڑھ سکتا۔

اس پس منظر میں ہمارے ہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا عام معیار غیر تشفی بخش اور پست ہے لیکن تحقیق کا رواج چونکہ علمی و ادبی ضرورتوں اور کچھ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کی معاشی ضرورت کی وجہ سے مسلسل بڑھ رہا ہے اس لیے گزشتہ ۳۵ برسوں میں کچھ نئے رجحانات بھی ابھرے ہیں اور چند ایسے محقق، (جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے) بھی سامنے آئے ہیں جنھوں نے احتیاط کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود اور امتیاز علی عرشی کی روایتِ تحقیق پر گامزن ہیں۔ اب سے چالیس سال پہلے تک مختلف مخطوطات کے بارے میں تعارفی تحقیقی مقالات لکھنے کا عام رواج تھا۔ یہ تعارف عام طور پر اسی مخطوطے تک محدود ہوتا تھا لیکن اب جدید رجحان یہ ہے کہ کسی قلمی کتاب کا تعارف کرانے کے لیے ضروری ہے کہ محقق ان سارے مخطوطات کی نشان دہی کرے جو مختلف کتب خانوں میں [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مخطوطے کا ذکر کن کن کتابوں میں کہاں کہاں آیا ہے۔ ساتھ ساتھ مصنف کے بارے میں بھی معتبر ماخذ کے حوالے سے معلومات فراہم کرے، اور اس تصنیف کے زمانے کا بھی تعین کرے۔ زبان کا مطالعہ کر کے ان اثرات کو بھی واضح کرے۔ جو اس تصنیف میں ملتے ہیں اور یہ بھی بتائے کہ اس زبان اور جدید زبان میں تبدیلیوں کی کیا نوعیت ہے اور یہ تبدیلیاں کیوں پیدا ہوئیں۔ اس نئے رجحان کے زیر اثر لسانیات و صوتیات کا علم بھی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

ایک رجحان یہ بھی پروان چڑھ رہا ہے کہ اب مختلف موضوعات پر تحقیقی کام بھی کیے جا رہے ہیں مثلاً بہت سی کتابیں ایسی سامنے آئی ہیں جن میں مختلف اصناف، مختلف مصنفوں، شاعروں اور ادوار کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس طرح ادبی تحقیق کا دائرہ پہلے کے مقابلے میں وسیع تر ہو گیا ہے۔

چالیس سال پہلے تک ترتیب و تدوینِ متن کو وہ اہمیت حاصل نہیں تھی جو اب حاصل ہے۔ پہلے عام طور پر کسی ایک نسخے کو لے کر متن تیار کر دیا جاتا تھا۔ اگر کوئی دوسرا نسخہ آسانی سے میسر آ گیا تو پہلے نسخے کے مشکل مقامات کو اس کی مدد سے حل کر لیا اور اس کا حوالہ حواشی میں دے دیا لیکن اب تدوین متن سے پہلے مرتب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس مخطوطے کے زیادہ سے زیادہ نسخے فراہم کرے اور پھر ان سب کی مدد سے مستند متن تیار کرے اور اختلافات و تعلیقات حواشی میں درج کر دے۔ یہ بہت محنت طلب کام ہے اور اسی لیے تدوینِ متن کی اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارے ہاں آج بھی یہ صورت ہے کہ بہت کم شعرا کے مستند دواوین مرتب ہوئے ہیں، مثلاً میر جیسے شاعر کی مستند و مکمل کلیات اب تک سامنے نہیں آئی اور آج تک کلیاتِ میر مرتبہ عبدالباری آسی سے کام چل رہا ہے۔ یہی صورت تذکروں کے ساتھ ہے۔ بہت سے تذکرے شائع ضرور ہو گئے ہیں لیکن ان کے موجودہ متن کو مستند و معتبر نہیں کہا جا سکتا۔ [illegible] تذکروں اور اہم ماخذ کی تدوین و اشاعت کا پہلا دور ختم ہو گیا۔ اب دوسرا دور شروع ہوا جس [illegible] اہم متون کو مستند [illegible] انداز سے [illegible] مرتب کرنے کا رجحان پیدا ہوا ہے۔

[illegible] تحقیق و تنقید [illegible] کا [illegible] تھا اور یہ ادب کی [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت رکھتی تھیں جن کا آپس میں یا تو کوئی تعلق نہیں تھا اور اگر تھا بھی تو بہت کمزور اور سرسری تھا۔ نقاد محقق کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایک کوڑھ مغز انسان ہے جو تخیل سے عاری ہے اور اردو شاعری سے اس کا رشتہ الفاظ شماری کا رشتہ ہے۔ وہ اختلاف نسخ کا ذخیرہ تو جمع کر دیتا ہے لیکن اس سے آگے نہ اس کا ذہن چلتا ہے اور نہ اس ذخیرے کی کوئی افادیت ہے۔ برخلاف اس کے محقق یہ کہتے تھے کہ نقاد برخود غلط ایک ایسا حیوانِ ناطق ہے جو بغیر علم و آگاہی کے ایسے فیصلے صادر کر دیتا ہے جو اس کی جہالت، عدم معلومات اور بے خبری پر مبنی ہوتے ہیں۔ نقاد نے قیاسات اور مفروضات سے ایسے بے سر و پا و بے بنیاد نتائج اخذ کیے ہیں جن کی وجہ سے تاریخ ادب میں بے شمار غلطیاں در آئی ہیں۔ یہ دونوں زاویہ نظر بہت سے محققوں اور نقادوں پر صادق آتے ہیں لیکن جدید رجحان یہ ہے کہ تنقید کی بنیاد تحقیق پر رکھی جائے تاکہ جو بات کہی جائے پہلے اس کی صحت ہو جائے۔ اس عمل سے جو نتیجہ اخذ ہوگا وہ بھی درست ہوگا۔ اس رجحان کے زیر اثر تنقید و تحقیق ایک دوسرے سے نہ صرف قریب آ رہی ہیں، بلکہ تحقیق تنقید میں جذب ہو رہی ہے۔ جہاں یہ صورت پیدا ہوئی ہے وہاں معیارِ تنقید بلند، اندازِ نظر واضح اور تنقیدی رایوں میں گہرائی آ گئی ہے۔ تاثراتی تنقید کا طلسم بھی تحقیق و تنقید کے ربط و جذب کے زیر اثر ٹوٹ رہا ہے۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے اور صحت مند رجحان بھی ہے۔

گزشتہ آٹھ دس سال سے یہ رجحان بھی تقویت پکڑ رہا ہے کہ تحقیق کی حدود اور دائرۂ کار کو بھی متعین کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند باتیں صاف ہوگئی ہیں۔ اب یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ محقق کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ مختلف مصنفوں کی تصانیف کے ایسے مستند متن تیار کرے جو اغلاط و تحریف سے پاک ہوں۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے ماخذ کی نشان دہی کرے اور حواشی بھی لکھے۔ دوسرا کام یہ ہے کہ وہ مصنفوں اور ادب کے ادوار کے چھوٹے بڑے سب اور صحیح حالات مرتب کرے۔ تیسرا کام یہ ہے کہ وہ علم کی ان شاخوں کو اپنی صلاحیت اور علم سے سیراب کرے جنھیں جدید اصطلاحوں میں کتابیات (Bibliography)، تاریخ وار سلسلۂ واقعات یعنی تقویم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Chronology) ابجدی اشاریہ (Conocrdance) اور لفظ شماری کہا جاتا ہے۔ چوتھا کام یہ ہے کہ تاریخ ادب کی ان چھوٹی بڑی سب غلطیوں کی نشان دہی کر کے ان غلط فہمیوں کو دور کرے جنھوں نے پڑھنے والوں کے ذہن میں جڑ پکڑ لی ہے۔ پانچواں کام یہ ہے کہ دوسری زبانوں سے اپنی زبان میں مستند تراجم پیش کرے، ان پر نہ صرف حواشی لکھے بلکہ پڑھنے والوں کے لیے نئے ماخذ کی نشان دہی بھی کرے۔ ادب کے مستند و نمائندہ انتخاب بھی مرتب کرے۔ تحقیق و تدوین کے اصول و فن کے بارے میں کتابیں تصنیف کرے۔ مختلف کتابوں، مصنفوں اور واقعات کے زمانے اور سنین کا تعین کرے۔ یہ وہ کام ہوگا جس پر نقاد صحیح تنقید کی بنیاد رکھے گا۔ ادبی تاریخ لکھنے کے لیے ان دونوں کے امتزاج کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ادبی مؤرخ کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تحقیق و تنقید کی یکساں صلاحیت ہو۔

پہلے تحقیقی مقالات میں پورے حوالوں کا رواج نہیں تھا۔ صرف اتنا لکھ دیا جاتا تھا کہ فلاں فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے۔ ضروری نہیں تھا کہ سارے الفاظ بھی اسی مصنف کے ہوں جن کا حوالہ دیا گیا ہے بلکہ مفہوم پر زور تھا۔ اب حوالوں میں باقاعدگی آ گئی ہے۔ اقتباس کے الفاظ میں ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی جاتی۔ کتاب، مصنف، صفحہ، سن اشاعت اور ناشر کا نام بھی دیا جاتا ہے تاکہ اس حوالے کی آسانی سے تصدیق کی جا سکے۔

اب تک فارسی اقتباسات فارسی زبان میں دیے جاتے تھے۔ کتاب اردو میں ہوتی تھی اور حوالے فارسی زبان میں ہوتے تھے۔ یہ بات اس وقت تک تو درست تھی جب فارسی کا رواج عام تھا لیکن اب جب کہ فارسی دانوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے ان اقتباسات کے پڑھنے اور سمجھنے میں مشکل ہوتی ہے۔ نئی تحقیق کا رجحان یہ ہے کہ فارسی اقتباسات کے اردو ترجمے تو متنِ کتاب میں دیے جائیں اور اصل فارسی اقتباسات کو مقالے یا کتاب کے ہر باب کے آخر میں شامل کر دیا جائے تاکہ ترجمے کی سند بھی ساتھ ہی موجود رہے۔

جدید تحقیق میں معروضی انداز نظر اور کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اسے پوری طرح ٹھوک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے دیکھنے کا صحت مند رجحان بھی بڑھ رہا ہے۔ معتبر اور اصل ماخذ کی اہمیت بھی قائم ہو رہی ہے لیکن جیسے طلوع آفتاب کے ساتھ دھوپ آہستہ آہستہ منڈیروں پر پھیلتی ہے اسی طرح یہ رجحان ابھی اس طور پر نمایاں ہوا ہے کہ اہل تحقیق اس کی اہمیت کو تو دل سے مانتے ہیں لیکن جب خود کام کرتے ہیں تو سہل پسندی یا مزاج کی کاہلی کے باعث پوری طرح عمل نہیں کر پاتے۔ وقت کے ساتھ یہ رجحان بھی غالب آ جائے گا اور وہ اس لیے کہ اصل تحقیق کا یہی صحیح اور واحد راستہ ہے۔

جدید تحقیق میں ایک اور صحت مند رجحان بھی پروان چڑھ رہا ہے۔ آزادی سے پہلے کے مقالات میں چند مستثنیات کو چھوڑ کر یہ بات عام طور پر نظر آتی ہے کہ متعلق و غیر متعلق مواد کا ملبہ انتخاب اور چھان پھٹک کے بغیر، جمع کر دیا گیا ہے۔ محقق نے نتائج اخذ کرنے کی بھی زحمت نہیں اٹھائی۔ اب نیا رجحان یہ ہے کہ محقق کے لیے نتائج اخذ کرنا بھی ضروری ہے۔ اس رجحان سے تحقیق میں جہت پیدا ہو گئی ہے اور معنویت و افادیت بھی بڑھ گئی ہے۔

آزادی سے پہلے اور اس کے بہت بعد تک تدوین متن کا معیار یہ تھا کہ جو تصانیف مختلف کتب خانوں میں دبی پڑی ہیں انھیں فوراً سامنے لایا جائے۔ اس خواہش نے متعدد مخطوطات کی اشاعت کے لیے راستہ ہموار کیا۔ یہ اس وقت کی ضرورت تھی۔ اب نیا رجحان یہ ہے کہ ان بنیادی کتابوں، تذکروں اور دواوین وغیرہ کو دوبارہ مدون و مرتب کر کے شائع کیا جائے تا کہ مستند ترین متن سامنے آ جائیں۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات کی تعداد بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ان مقالات میں ایک خرابی عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ ضروری و غیر ضروری مواد کے ڈھیر سے لدے پھندے ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ضخیم اور فربہ ہوتے ہیں۔ تحقیق کرنے والے کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسے کیا شامل کرنا ہے اور کیا شامل نہیں کرنا ہے۔ تحقیق کا سارا رف ورک شامل کرنے سے مقالہ تو ضخیم ہو جاتا ہے لیکن اصل موضوع بے ضرورت مواد اور پھیلاؤ کی وجہ سے دب کر رہ جاتا ہے۔ بعض مقالات میں صرف ضروری مواد شامل کیا جائے اور اختصار و جامعیت پر زور دیا جائے۔ یہ رجحان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا جائے گا۔ موجودہ تحقیقی مقالات کی خرابی کے ذمہ دار وہ استاد ہیں جو جامعات میں ان مقالات کے نگران ہیں اور خوفِ تحقیق و تدوین کے اصول و مسائل سے نابلد ہیں۔

گزشتہ پندرہ بیس سال سے پاکستان میں ایک اور رجحان بھی نمایاں ہو رہا ہے اور وہ ہے فکر، خیال، روایت اور مابعد الطبیعیات کی تحقیق و تلاش تاکہ تہذیبی آلودگیوں کو دور کر کے اس سچائی کو اصل شکل میں دریافت کیا جا سکے جس سے اپنے معاشرے کی تشکیلِ نو کی جا سکے۔ اس تحقیق کا بنیادی حوالہ بھی ادب، تاریخ اور تہذیب و ثقافت ہے۔ تحقیق کی یہ نوعیت اپنی جگہ منفرد ہے اور اس کی روایت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے۔

میں نے یہاں ادبی تحقیق کے حوالے سے چند بنیادی رجحانات آپ کے سامنے پیش کر دیے ہیں اور ہر رجحان کی مثالوں سے اس لیے دامن بچایا ہے کہ اس صورت میں بڑے عظیم سب محققوں کے کاموں کا جائزہ بھی شامل کرنا پڑتا جس کے باعث یہ مقالہ بہت طویل ہو جاتا۔ میں نے یہاں یہ کوشش ضرور کی ہے کہ رجحانات کے مطالعے کے ساتھ قابلِ ذکر محققوں کے نام اور کام آپ کے ذہن میں از خود آتے چلے جائیں۔

(مشمولہ ''اردو میں اصولِ تحقیق'' (جلد دوم)

مرتبہ ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء)

☆☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہمیدہ شیخ

اردو تحقیق کی جائزہ نگاری

اس مختصر مضمون کا مقصد اردو تحقیق کا خود کوئی جائزہ لینا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہمارے فضلا نے اردو تحقیق کے بارے میں اس دور میں تواتر کے ساتھ جو متعدد جائزے پیش کیے ہیں اور اس طرح اردو میں ایک نئے فن، اردو تحقیق کی جائزہ نگاری کو پروان چڑھایا ہے اسے زیر بحث لایا جائے۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس کی صراحت کرنی چاہیے کہ اردو تحقیق کی جائزہ نگاری سے ہماری کیا مراد ہے؟ اس کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ کسی خاص مدت کے دوران اردو تحقیق کا جو سرمایہ کتابوں اور مقالوں کی صورت میں سامنے آیا ہو، اس کا ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے، جس سے اس کام کی مقدار اور اس کے معیار کا اندازہ ہو سکے اور یہ معلوم ہو سکے کہ اس خاص مدت میں اردو تحقیق میں کیا پیش رفت ہوئی ہے، کن کن ارباب تحقیق نے بہتر نتائج تحقیق حاصل کیے ہیں اور اردو تحقیق کے مختلف میدانوں میں کیا کیا انکشافات سامنے آئے ہیں۔

یہ کام اپنی جگہ خود نہایت اہم ہے اور اس کام کو وہی حضرات بہتر انجام دے سکتے ہیں جو اردو تحقیق کی پیش رفت، اس کے مسائل اور اس کے وسائل سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں، بلکہ بحیثیت محقق خود اپنی خدمات کا ایک ریکارڈ رکھتے ہوں۔ ایسے حضرات ہی اردو کے تحقیقی سرمائے کی بہتر درجہ بندی کر سکتے ہیں اور نوجوان محققین کے سامنے اپنے جائزوں کے ذریعے ایسا مواد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کر سکتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ اس موضوع پر مفید اطلاعات فراہم کرنے والا ہو بلکہ ایک حد تک ترغیب اور رہنمائی کا کام بھی انجام دے سکے۔

''تحقیق کی جائزہ نگاری'' چاہے وہ تحقیق کے کسی بھی میدان سے تعلق رکھتی ہو خود اپنی جگہ ایک فن ہے۔ یہ فن جدید العہد ہے۔ جیسے جیسے کسی زبان میں تحقیق کا دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے اس بات کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے کہ جائزہ نگار سامنے آئیں اور اس تحقیق کی قدر و قیمت کا جائزہ پیش کریں گویا یہ ایک پیمانہ ہے کسی زبان میں تحقیق کے فروغ اور پیش رفت کا۔

اگر کسی زبان میں بہت سے جائزہ نگار سامنے آ رہے ہوں تو یہ ایک نہایت اچھی علامت ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ آج کی اردو تحقیق میں یہ اچھی علامت نظر آتی ہے کہ کئی باصلاحیت محققین اس اہم کام کی طرف پوری توجہ دے رہے ہیں یہاں تک کہ اردو تحقیق کی جائزہ نگاری کے موضوع پر ایک کتاب بھی سامنے آ گئی ہے۔ اس تمام صورتِ حال کو سامنے رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو تحقیق ترقی کی منازل نسبتاً زیادہ تیزی سے طے کر رہی ہے۔

یوں تو یہ ایک جدید العہد فن ہے جس کا باقاعدہ آغاز قیامِ پاکستان کے بعد ہوتا ہے لیکن اس باقاعدہ آغاز سے پہلے بھی جبکہ اردو تحقیق کا سرمایہ اس قدر پھیلا ہوا نہیں تھا ہمارے بعض اعلیٰ پائے کے محققوں کی توجہ ضمناً اس طرف مبذول ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا نام اور سب سے پہلا کام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم کا ہے جنھوں نے اپنے ایک خطبے میں جو ''آل انڈیا اورینٹل کانفرنس'' کے گیارھویں اجلاس منعقدہ حیدرآباد دکن، دسمبر ۱۹۴۱ء میں [اردو تحقیق کا جائزہ] پیش کیا۔ اس وقت تک سامنے آنے والی اردو تحقیق کا جائزہ لینے کی یہ اعلیٰ کوشش تھی جیسا کہ ان جیسے بے مثل محقق سے توقع کی جا سکتی تھی مگر وہ ان کے خطبے کا ایک ضمنی حصہ ہے نہ کہ جداگانہ جائزہ۔ اس طرح ہمارے خیال میں، گو کہ قیامِ پاکستان سے قبل ہی اردو تحقیق کی جائزہ نگاری کا نقشِ اول سامنے آ چکا تھا لیکن اس فن کا باقاعدہ آغاز قیامِ پاکستان کے بعد ہوا جب کہ جداگانہ اور مستقل نوعیت کے جائزے پیش کیے گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام پاکستان کے بعد اردو تحقیق کی رفتار بڑھ گئی اور اس سرمائے میں دیکھتے ہی دیکھتے گراں قدر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حکومتوں کی سرپرستی سے اردو تحقیق کی خدمت کرنے والے ادارے ایک بڑی تعداد میں وجود میں آ گئے۔ پھر جامعات میں بھی اردو تحقیق کی سرگرمیاں زیادہ بڑھ گئیں علاوہ ازیں جامعات سے باہر کے بلند پایہ ارباب تحقیق کی سرگرمیاں بھی ایک قابل تعریف حد تک سامنے آئیں، نتیجہ یہ کہ اردو کے تحقیقی سرمائے میں خاصا اضافہ ہوا جس کی وجہ سے یہ حقیقی ضرورت بھی سامنے آئی کہ اس سرمائے کے معیار و مقدار کا جائزہ لیا جائے بلکہ مسلسل لیا جاتا رہے تاکہ آگے چل کر تحقیق کرنے والوں کو بہتر معلومات حاصل ہو سکیں اور رہنمائی مل سکے۔

خوش قسمتی سے ہمارے محققین نے اس ضرورت کو بروقت محسوس کر لیا۔ چنانچہ ہمیں ڈاکٹر عبید قریشی کی کتاب ''کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ'' میں شامل ان کے مقدمے میں اردو تحقیق کے جائزے کا ایک ابتدائی خاکہ ملتا ہے جس میں انھوں نے بالخصوص دبستان لاہور کی تحقیقی سرگرمیوں پر عمدہ نکات پیش کیے ہیں۔ اگرچہ یہ اردو تحقیق کا کوئی مستقل جائزہ نہیں یہ صرف ایک ضمنی جائزہ ہے لیکن فکر انگیز ہے۔

غور کیا جائے تو ''اردو تحقیق کی جائزہ نگاری'' کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں، ایک عمومی یا جامع جائزہ نگاری جو اردو تحقیق کے سب میدانوں کا احاطہ کرتی ہے یا یہ کہ پیش از پیش میدانوں کا احاطہ کرتی ہے۔ دوسری قسم خصوصی یا جزوی جائزہ نگاری ہے جس میں کسی خاص تحقیقی میدان میں کی جانے والی تحقیق کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے مثلاً اقبالیات کا تحقیقی جائزہ یا غالبیات کا تحقیقی جائزہ۔ اسی طرح خصوصی جائزے کے اور میدان بھی ہو سکتے ہیں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ان دونوں قسموں کے تحقیقی جائزوں کے اچھے نمونے شائع ہو کر ہمارے سامنے آئے ہیں۔ اردو تحقیق کے عمومی یا جامع تحقیقی جائزہ نگار کی حیثیت سے جو نام اور کام ہمارے سامنے آیا وہ ڈاکٹر معین الدین عقیل کا ہے۔ انھوں نے اپنے جائزے کو یہاں تک وسعت دی کہ وہ ایک مختصر مقالے کی حد سے نکل کر ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ میری مراد ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب "پاکستان میں اردو تحقیق" سے ہے جس میں قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۸۵ء تک کی اردو تحقیق کا ایک جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے جس سے عمدہ طور پر صحیح صورتِ حال سامنے آجاتی ہے اور بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ کن میدانوں میں کیا کیا انکشافات کیے گئے ہیں اور کیا کیا نتائج تحقیق پیش کیے گئے ہیں۔ اس کی جامعیت ایسی ہے کہ پڑھنے والے کو بہت حیران کرتی ہے کیونکہ مشکل ہی سے کوئی ایسا نکتہ ہوگا جس کی طرف جائزہ نگار کی نظر نہ گئی ہو یا قابلِ ذکر تحقیق ان تک نہ پہنچی ہو۔ یہ جائزہ ہمارے نوجوان محققین کے لیے اپنے اندر ایک ترغیب بھی رکھتا ہے اور رہنمائی بھی۔ یہ ایک نہایت مفید سلسلہ ہے جس کے لیے نہ صرف جائزہ نگار بلکہ انجمن ترقیِ اردو پاکستان بھی تحسین کی مستحق ہے جس نے اول اس کو اپنے سہ ماہی رسالے "اردو" میں شائع کیا اور پھر اسے کتابی شکل دے دی۔

اب ہم خصوصی جائزے کی طرف آتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو اہم ترین جائزہ نگاروں کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ غالبیات کے تحقیقی سرمائے کا جائزہ اور جامعات کی اردو تحقیق کا جائزہ ڈاکٹر سید معین الرحمن کے دو خاص میدان رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے ان دونوں پسندیدہ اور نہایت مفید جائزوں کے تسلسل کو آئندہ بھی برقرار رکھیں گے اور جیسے جیسے غالبیات پر نئی نئی تحقیقات اور جامعات کی اردو تحقیق سے متعلق نئی نئی معلومات سامنے آتی جائیں گی ڈاکٹر صاحب ان کی روشنی میں اپنے کام کو مکمل سے مکمل تر کرتے رہیں گے۔

خصوصی جائزہ نگاروں میں ایک اور بہت اہم نام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا ہے۔ انھوں نے اقبالیات پر کی جانے والی تحقیق کے جائزے کو اپنا خاص موضوع بنایا ہے۔ ان کا مقالۂ تحقیق اسی موضوع پر ہے۔ اس کام کو انھوں نے دلچسپی اور محنت کے ساتھ جاری رکھا ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۶ء میں کی جانے والی اقبالیات کی تحقیق کے دو جائزے وہ کتابی صورت میں پیش کر چکے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ آئندہ بھی اپنے اس جائزے کے تسلسل کو برقرار رکھیں گے۔

ایک اور جزوی جائزہ یا خصوصی جائزہ جناب گوہر نوشاہی کا ہے جسے انھوں نے "مجلس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترقی ادب'' سے وابستگی کے دوران ایک مقالے ''مجلس ترقی ادب کی دو سالہ ادبی خدمات'' کے عنوان سے صحیفہ بابت اکتوبر ۱۹۶۸ء میں شائع کرایا۔ یہ ایک ادارے کے تحقیقی کام کا جائزہ ہے۔ اس وقت تک مجلس ۲۰۰ (دوسو) کے قریب کتابیں شائع کر چکی تھی۔ انھوں نے اپنے اس جائزے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) اردو کلاسیکی ادب جو از سرِ نو مرتب اور مدون ہوا۔

(۲) نئی تحقیقی تصانیف و مقالات۔

یہ جائزہ خاصا اچھا ہے، خامی اگر ہے تو یہ کہ یہ ایک ایسے محقق کے قلم سے ہے جو خود اس ادارے سے وابستہ تھے۔ ہماری ناچیز رائے میں اردو تحقیق کے جائزہ نگاروں کو پیش از پیش معروضی جائزہ پیش کرنے میں اسی وقت بھرپور کامیابی ہو سکتی ہے جب کہ وہ زیرِ تبصرہ ادارے سے شخصی طور پر وابستہ نہ ہوں بلکہ آزادانہ طور پر جائزہ لینے والے ہوں۔

بہرکیف اس نئے میدان میں ہمارے جائزہ نگاروں کی پیش رفت فی الجملہ مفید اور قابلِ تحسین ہے۔ امید رکھنی چاہیے کہ جیسے جیسے اردو تحقیق کے سرمائے میں سال بہ سال اضافہ ہوتا چلا جائے گا اس کے جائزے کی ضرورت بھی اسی قدر نمایاں ہو کر سامنے آتی جائے گی اور دوسرے جائزہ نگار بھی اپنی بہترین تحقیقی صلاحیتوں کے ساتھ اردو تحقیق کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے جائزے پیش کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے — اور یہ ایک اچھی علامت ہوگی جس سے اردو تحقیق کی پیش رفت کا بہتر اندازہ لگایا جاتا رہے گا۔

(مشمولہ ''تحقیق''، جام شورو، سندھ یونی ورسٹی، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء)

☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رابعہ اقبال

اردو میں تحقیقی اصول وطریقِ کار

سے متعلق توضیحی سرمایہ

(۱)

اردو زبان میں تحقیقی اصول وطریقِ کار سے متعلق توضیحات پیش کرنے کی ابتدا مولانا شبلی سے ہوتی ہے۔ انھیں اردو زبان وادب کی تاریخ میں بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں اور ہماری ناچیز رائے میں ایک اہم فضیلت یہ بھی ان کے حصے میں آئی ہے کہ انھوں نے گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں ''الفاروق'' کے مقدمے میں اور اس صدی کی ابتدائی دہائی میں ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مقدمے میں محدثین اور اسلامی مؤرخوں کے تحقیقی اصول وطریقِ کار سے متعلق قابلِ قدر توضیحی سرمایہ اردو میں جمع کیا۔ یہ سرمایہ اپنے معیار ومقدار کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اس کا ایک تاریخی وتحقیقی جائزہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ ذیل میں اس قسم کی ایک کوشش کی جاتی ہے۔

مولانا شبلی کی ''الفاروق'' دسمبر ۱۸۹۹ء میں سامنے آئی۔ اس کے حصۂ اول میں مسلمان مؤرخوں اور فنِ تاریخ کے اصول وطریقِ کار سے متعلق عمدہ توضیحات پیش کی گئی ہیں۔ قدما کی تصنیفی خصوصیات، واقعات کو بیان کرنے کے طریقے، فلسفۂ تاریخ کے فن کی ایجاد،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کے لوازمات، قدیم تاریخوں کے نقائص اور ان کے اسباب، واقعات کی صحت کا معیار، غرض یہ کہ سب تحقیقی پہلو انھوں نے عمدگی کے ساتھ پیش کیے ہیں اور اس آخری نکتے کی توضیح یعنی واقعات کی صحت کے معیار کے سلسلے میں اسلامی فن تحقیق کے دو گراں قدر اصول، روایت و درایت بھی بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ اسی کے ذیل میں جرح و تعدیل سے متعلق بھی عمدہ توضیحات پیش کی گئی ہیں اور اس سلسلے کو یہاں تک وسعت دی ہے کہ شاہ ولی اللہ کی گراں قدر تصنیف ''ازالۃ الخفا'' تک پہنچایا ہے اور واقعات کی تحقیق و تنقید کے لیے درایت کے اصولوں کی تشریح کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اصولِ درایت سے تحقیق کے کن کن فیصلہ طلب امور کا پتا لگ سکتا ہے۔

یہ تو پہلو تھا تحقیقی اصول و طریق کار کی توضیح سے متعلق، لیکن اسی ذیل میں مولانا شبلی نے اس نکتے کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے کہ تاریخی تحقیقات کے لیے کس قسم کا طریقۂ تحریر موزوں تر ہے اور یہ کہ تاریخی تحقیق سے متعلق کتابوں کی ترتیب اور اصولِ تحریر کے متعلق کیا کیا اور امور قابل لحاظ ہیں۔ غرض کہ ''الفاروق'' کے مقدمے میں انھوں نے تحقیقی اصول و طریق کار سے متعلق مفید توضیحات کی ایک مضبوط بنیاد رکھ دی اور یہ سب کچھ انھوں نے فن تاریخ کے تناظر میں پیش کیا ہے۔

اب ہم مولانا شبلی کی ایک اور گراں قدر کوشش کی طرف آتے ہیں جو انھوں نے اسلامی تحقیقی طریق کار سے متعلق توضیحات پیش کرنے کے لیے اپنی گراں قدر تصنیف ''سیرۃ النبیؐ'' جلد اول کے مقدمے میں کی ہے۔ اس مقدمے میں انھوں نے سلسلۂ روایات کو اسلامی تاریخ کے تناظر میں علمائے سلف کے مقرر کردہ اصول کے مطابق پیش کیا، بے اعتدالی اور قیاس آرائی سے پرہیز کیا اور عقلی اصولوں سے کام لیتے ہوئے حقائق کا سراغ لگانے کی تلقین کی، سلسلۂ روایات کی تنقید کی اور ان اصولوں کی توضیحات پیش کیں جو محققین کے لیے آج تک مشعل راہ ہیں۔ مولانا کے پیشِ نظر وہ اصولِ تحقیق ہیں جن کا بہترین نمونہ احادیث کی تدوین میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمے میں محدثین کے اصولِ روایت و درایت کی توضیح کی ہے اور اس کے ساتھ ہی موضوعات کے مسئلے کو بھی مناسب اہمیت دی ہے اور ملا علی قاری کے اصولِ موضوعات کی نہ صرف نکتہ بہ نکتہ توضیح کی ہے بلکہ مثالیں دے کر ان تحقیقی اصولوں کے انطباق کی تشریح بھی کی ہے جس سے ہمارے آج کے نوجوان محققین بیانات کی تحقیق کا فن سیکھ سکتے ہیں۔ مولانا شبلی نے نقد و جرح اور روایت و درایت کے تمام محدثانہ تحقیقی اصولوں سے کام لیتے ہوئے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرتب کی ہے۔

مولانا شبلی واقعات میں سلسلۂ علت و معلول قائم کرتے ہیں اور واقعے کی نوعیت کے لحاظ سے شہادت کے معیار کو قائم کرتے ہیں۔ جرح و تعدیل کے وضع کردہ اصولوں پر زور دیتے ہیں اور تاریخ و روایت میں حوالۂ اسناد کو مقدم سمجھتے ہیں۔ مولانا نے آئندہ کام کرنے کے لیے واقعات کی تحقیق، ترتیب، درو بست اور اخذ نتائج کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ ان سب باتوں پر مستزاد مولانا کا طرزِ تحریر ہے۔ ان کا اسلوبِ بیان نہایت شگفتہ اور دلکش ہے۔ وہ فصاحت و بلاغت کے اصول جانتے ہیں اور تحقیقی مسائل پر اس فن کی مناسبت سے زبان استعمال کرتے ہیں۔ غرض کہ یہ مقدمہ معلومات و مباحث کے لحاظ سے تحقیقی اصول و طریقِ کار پر ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

تاہم اس قسم کی توضیحات میں اختلافات کی گنجائش رہتی ہے۔ چنانچہ ابوالبرکات دانا پوری نے اپنی قابلِ قدر تصنیف ''اصح السیر'' کے مقدمے میں مولانا شبلی کی بعض توضیحات پر محاکمہ کیا ہے۔ وہ روایت کی توضیح میں، مولانا شبلی سے اس بنا پر اختلاف کرتے ہیں کہ یورپ نے جو سطحی تعلیم ایشیا میں پھیلا دی ہے اس کا ایک اثر ہمارے نوجوانوں پر عجیب و غریب پڑا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہر بات کو عقل کے معیار پر جانچ کر قبول کرنا چاہیے اور جو بات عقل کے خلاف ہو اس کو رد کر دینا چاہیے۔ علم، سمجھ، رائے، وہم، قیاس وغیرہ کے فرق سے بالکل نابلد ہیں۔ صاحب اصح السیر کہتے ہیں کہ بظاہر یہ بات بہت معقول ہے مگر لوگ ہر ایک چیز کو، جو ان کی رائے میں ٹھیک نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، خلافِ عقل کہہ دیتے ہیں ان لوگوں کو مولانا شبلی کے ایک بیان سے بڑی مدد ملی ہے۔ مولانا سے تسامح ہوا ہے کہ اول وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں، دوسرے یہ کہ درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں۔ غرض کہ صاحبِ اصح السیر نے بھی اصولِ درایت کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر سے قابلِ توجہ توضیحات پیش کیں جو مولانا شبلی کی توضیحات کے بعد اپنی جدگانہ اہمیت رکھتی ہیں۔

مولانا شبلی کے بعد تحقیقی اصول وطریقِ کار سے متعلق توضیحات کی خدمت حافظ محمود شیرانی کے حصے میں آئی۔ اردو میں جدید تحقیق کے اصولوں اور طریقوں کو ایسی خوبی اور مضبوطی کے ساتھ برتنے والا جیسا کہ شیرانی تھے شاید ابھی تک سامنے نہیں آیا۔ ان کے بعد یقیناً اردو تحقیق آگے بڑھ گئی ہے کیونکہ معلومات کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے لیکن حزم واحتیاط اور دلائل کی مضبوطی اور معاملۂ زیرِ بحث کی تنقیح اور اخذِ نتائج کے معاملے میں تو آج بھی شیرانی سب سے بلند و بالا مقام پر نظر آتے ہیں۔ ان کا علمی تحقیق پر کام خود اپنے اندر ایک خاموش تعلیم تحقیقی اصول وطریقِ کار رکھتا ہے لیکن انھوں نے شہادت کلام سے متعلق عمدہ توضیحات بھی اپنے ایک مقالے ''یوسف و زلیخائے فردوسی'' میں پیش کیں جو ۱۹۲۲ء میں رسالہ اردو میں شائع ہوا تھا (یہ توضیحات تحقیق شمارہ سوم میں بھی شامل ہیں)۔ وہ صراحت کرتے ہیں کہ ادبی تحقیق میں واقعاتی شہادت کے علاوہ شہادتِ کلام ایک زبردست آلہ ہے۔ اس کے تحت وہ زبان کی نبض شناسی کو لازم قرار دیتے ہیں تاکہ زبان میں تجریدی تغیر وتبدل کی تاریخ اور الفاظ کے حقائق زبست وممات سے واقفیت حاصل کر کے ہم عمدہ نتائج حاصل کر سکیں۔ ایک اور اصول جس کی وہ وضاحت کرتے ہیں اسالیب ایامی کا اصول ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح انسان شکل وصورت، رنگ روپ، طبیعت اور مذاق میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسی طرح اسالیب میں بھی انفرادیت رکھتے ہیں اور اس انفرادیت کی تحقیق کی جانی چاہیے۔ شہادتِ کلام کے سنہرے اصول کا نام انھوں نے اسالیب مقامی رکھا ہے جس سے مراد وہ بعض خصوصیات ہیں جو کسی خطہ ملک میں رائج ہیں۔ شہادت کلام کا چوتھا اصول اسلوبِ خصوصی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ایک محقق کسی مصنف کی ان تمام خصوصیتوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی، جو اس کی تصنیف کے خصوصی خط و خال ہیں سراغ رسانی کر سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں جس طرح ایک ایجنٹ کسی ماہر آثارِ قدیمہ کے لیے دفترِ احوال کی ایک الگ فرد ہوتی ہے اسی طرح ایک کتاب کیا اُس صاحبِ تصنیف کی ہستی کو مشخص کرنے کے لیے قابلِ اعتبار شہادت نہیں بن سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ شیرانی نے شہادتِ کلام کے ان چار اصولوں کی توضیحات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر انھیں برتنے کا سلیقہ بھی سکھایا ہے اور ہم انھیں اردو میں جدید تحقیق کے اصول و طریقِ کار کا معلمِ اوّل کہہ سکتے ہیں۔

شیرانی کے بعد بہت سے فضلا نے اردو تحقیق کی طرف توجہ کی لیکن تحقیقی اصول وطریقِ کار کی توضیحات کی طرف توجہ کم رہی۔ یہاں ہمیں نیاز فتح پوری کے ایک مقالے کا ذکر کرنا چاہیے جو رسالہ نگار کے انتقاد نمبر ۱۹۴۶ء میں شامل ہے۔ اگرچہ یہ مضمون انھوں نے استقرائی تنقید کا ایک عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے لکھا ہے اور اس میں غالبؔ کے حالات سے بحث کی ہے لیکن فی الحقیقت یہ تحقیقی اصولوں کو تنقید میں استعمال کرنے کی ایک اچھی مثال ہے۔ یہ اردو تنقید کو تحقیق کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ایک ابتدائی کوشش تھی جس میں عملی تحقیق کے اصولوں اور طریقوں کو برت کر دکھایا گیا ہے۔ درحقیقت یہ ایک اچھی کوشش تھی اور ہم سمجھتے ہیں کہ نیاز فتح پوری کی یہ کوشش ہمارے اس جائزے میں جگہ پانے کی مستحق ہے۔

(۲)

اس کے بعد پاکستان ہندوستان میں جامعاتی تحقیق کا نسبتاً بڑے پیمانے پر آغاز ہوتا ہے۔ اس حوالے سے جدید تحقیقی طریقِ کار پر ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا ایک مضمون ہمیں ''رسالہ برگِ گل'' ۱۹۵۸ء اردو کالج کراچی میں ملتا ہے۔ اس مقالے کو ڈاکٹر صاحب نے ''انجمن اردو اساتذہ کراچی یونیورسٹی'' کے جلسے میں ۱۸ جولائی ۱۹۵۸ء کو پڑھا تھا۔ زیرِ بحث مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے جامعاتی تحقیق کے بارے میں اہم مسائل اٹھائے ہیں اور نکتہ بہ نکتہ بحث کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب کے لیے تحقیق اور اس کے طریقِ کار کے بارے میں اچھی منصوبہ بندی پیش کی ہے۔ اپنے مقالے میں ڈاکٹر صاحب جامعات میں تحقیقی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے اول ترجیح ریسرچ اسکالرز کی عملی تحقیق کے جدید طریقِ کار سے ناواقفیت کو دیتے ہیں اور سب سے اہم مسئلہ موضوع کے انتخاب کا بتاتے ہیں اس کے لیے وہ اختصار کو اہمیت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تحقیق کی حدود کا تعین بے حد ضروری ہے۔ بنیادی طور پر موضوع کا انتخاب اور تحقیقی نقطۂ نگاہ سے اس کی تشکیل ایسی ہو کہ غیر ضروری وسعت ختم ہوتی چلی جائے تاکہ یہ کام بحسن وخوبی سمیٹا جا سکے۔ اگلا نکتہ وہ خاکے کی تیاری سے متعلق اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ موضوع کی منظوری اس وقت تک نہ دی جائے جب تک متعلقہ موضوع پر طالبِ علم ایک مختصر مقالہ نہ لکھے۔ ڈاکٹر صاحب Documentation Centre قائم کرنے کی ضرورت محسوس کراتے ہیں تاکہ اساتذہ اور طلبہ دونوں کی رہنمائی ہو سکے، وہ Bibliography مرتب کرنے کی تربیت کو طلبہ کے لیے ناگزیر بتاتے ہیں۔ اپنے اس مقالے میں تحقیق کے لیے تلاش حق اور تلاش حقیقت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تحقیقی مقالے کے لیے وہ ایجاز واختصار کو مقالے کا اہم وصف کہتے ہیں اور توازن پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زود نویسی کے باعث اکثر تحقیقی مقالے غیر متوازن ہو جاتے ہیں اس لیے انھیں حشو وزوائد سے پاک ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ملک کے مشہور محقق ہیں ان کا تحقیقی کام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ہم سر دست ان کے ایک مضمون ''فنِ تحقیق'' کا ذکر کریں گے۔ یہ مقالہ پہلی مرتبہ کل پاکستان اردو تدریس کانفرنس منعقدہ لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء میں اجمالاً پیش کیا گیا۔ اس کے بعد یہ مقالہ طالب میں تحقیقی وتنقیدی شعور کی تخلیق کے زیرِ عنوان شعبۂ اردو، جامعہ سندھ کے مجلے ''صریر خامہ'' ۱۹۶۲ء میں پہلی مرتبہ چھپ کر سامنے آیا۔ اس کے بعد ترمیم اور اضافے کے ساتھ ''توسیعی خطبے'' کے طور پر سندھ یونیورسٹی میں ۱۷، اکتوبر ۱۹۶۵ء کو پیش کیا گیا۔ یہ توسیعی خطبہ بعد میں ''رسالہ انتقاش لاہور'' جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا اور پھر کتابی صورت میں سامنے آیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ہم اس مضمون کے اہم پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اول ڈاکٹر صاحب اس رجحان کو رد کرتے ہیں کہ آج کل کے اکثر تحقیقی مقالات میں اصل موضوع سے متعلق بہت کم مواد ہوتا ہے اور غیر ضروری مباحث کے لیے کوئی ایک دو نہیں بلکہ متعدد ابواب ہوا کرتے ہیں اور غیر متعلق اقتباسات سے مقالات کا حجم بڑھایا جاتا ہے۔ ایسی سرسری ''تحقیق'' عام ہے جس میں تحقیق اور جانچ پڑتال سے بہت کم واسطہ ہے۔ وہ یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ تحقیق بہ ظاہر تنقید سے مختلف ہے مگر یہ دونوں فن ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ان ضروری تصریحات کے بعد وہ بالخصوص مولانا شبلی کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ اسلامی طرزِ تحقیق کیا ہے اور اس سلسلے میں راویوں کی چھان بین، اقسام احادیث، روایت و درایت کے اصول ان سب پر عمدہ طور پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ اس پر بھی زور دیتے ہیں کہ انسان طبعاً اپنی رائے سے مطابقت رکھنے والی چیزوں کو بغیر چھان بین کے قبول کر لیتا ہے لیکن ایک محقق کے لیے اصولِ عادت، قواعدِ سیاست، طبیعتِ تمدن اور اجتماعِ انسانی کے احوال پر نظر رکھنی ضروری ہے کیونکہ انسان کے زمان و مکان کا واسطہ ان ہی چیزوں سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ مغربی اصول تحقیق کو لیتے ہیں جس کی توضیح بالخصوص Carter V.Good اور ڈاکٹر Hollis کے حوالے سے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مقالے کا ایک نہایت اہم حصہ داخلی و خارجی شہادت سے متعلق تصریحات ہیں جس میں بڑے کام کی باتیں بیان کی گئی ہیں مزید یہ کہ داخلی شہادت کے ذیل میں ولی کے دیوان کی پہلی غزل کا تجزیہ کر کے عملی طور پر یہ بتایا ہے کہ ان اشعار سے ولی کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اشعار کا یہ تجزیہ داخلی شہادت کی ایک نہایت کامیاب مثال ہے جس سے تحقیق کے طلبہ بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ بتاتے ہیں کہ داخلی شہادت سے اصلی اور الحاقی کلام کے درمیان حد فاصل بھی قائم کی جا سکتی ہے۔ وہ قطعاتِ تاریخ کی تحقیق میں اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور آخر میں تحقیق کے طلبہ کے لیے چند مفید نکات پیش کرتے ہیں۔ غرض کہ یہ گراں قدر مقالہ تحقیق کے اصول و طریق کار کی تعلیم کے لیے ایک اچھی بنیاد بننے کا پورا سامان رکھتا ہے اور یہی ہوا، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالے سے تحقیق کے طلبہ کو بڑی مدد ملی ہے۔

برصغیر کی جامعات میں اصولِ تحقیق کی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرنے والوں میں اور کامیابی کے ساتھ عملی اقدام کرنے والوں میں ہمارے علم و اطلاع کے مطابق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اوّلیت رکھتے ہیں، گو کہ اس کی ضرورت اوّل اوّل محسوس کرنے والوں میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا نام آتا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔

(۳)

بھارتی جامعات میں اس کام کی طرف توجہ اور عملی اقدام دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو نے کیا اور گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اردو ادب کی تاریخ میں پہلی بار پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے دلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں مخطوطہ شناسی کا کورس شروع کیا۔ تحقیق و تدوین کے مسائل پر مختلف مضامین تو لکھے گئے لیکن اس موضوع پر کوئی باقاعدہ کتاب نہیں تھی۔ اس کورس کی ضروریات کے پیشِ نظر ڈاکٹر خلیق انجم نے تدوینِ متن کے مسائل پر ''متنی تنقید'' کے نام سے کتاب لکھی جو اس موضوع پر اولیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد اور احباب نے بھی قلم اٹھایا جس کا ذکر اپنے اپنے مقام پر کیا جائے گا۔ ان سب فضلا نے متنی تنقید کے اصول مغربی مصنفین کی کتابوں سے اخذ کیے ہیں اور اس بات کی اب بھی گنجائش موجود ہے کہ تدوینِ متن کے اصول و طریق کار مزید مثالی کاموں سے اخذ کیے جائیں۔ مراد یہ کہ مثلاً شیرانی کے اصولِ تدوین بہت کچھ ان کے مرتب کردہ ''مجموعۂ نغز'' سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے اول درجے کے فضلا نے تدوین کے جو کارنامے پیش کیے ہیں ان سے بھی تحقیقی اصول و طریقِ کار کی توضیحات میں مدد اور رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اب ہم ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب ''متنی تنقید'' کا ایک معروضی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کو دو اہم عنوانات میں تقسیم کیا ہے اور پھر اس میں ذیلی عنوانات قائم کر کے توضیحات و تشریحات مع امثال پیش کی ہیں۔ پہلا حصہ ''تیاری اور مواد کی فراہمی'' سے تعلق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے۔ اس میں ذیلی عنوانات کے تحت درج ذیل نکات پر بحث کی گئی ہے: بنیادی نسخہ، موازنے کا طریقہ، اختلافاتِ نسخ کے مسائل، متنوں کی مختلف قرأتیں، اردو رسم خط کی دشواریاں، متن کی تصحیح۔

دوسرا اہم باب اعلیٰ تنقید کے ضمن میں ہے۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے سب سے اہم پہلو یہی ہے۔ اس بارے میں صاحبِ کتاب یہ عنوانات قائم کرتے ہیں: متن مستند ہے یا غیر مستند، سرقہ، مصنفین کے ناموں کی مماثلت، عوام کی عقیدت، جعلی نسخے، متن کی آزمائش، متن کے سنِ تصنیف کا تعین، ماخذ کی نشان دہی۔

ڈاکٹر صاحب نے متنی اور ادبی دونوں تنقیدوں کے بارے میں یہ توضیح پیش کی ہے کہ دونوں سائنسی ہیں۔ ان اصولوں اور ضابطوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے جو اس ضمن میں کام میں لائے جاتے ہیں لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ متنی تنقید کے اصول بدلتے نہیں ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ متن پر کام کرنے والوں کے لیے کچھ رہنما اصول ہیں۔ اس میں اوّلیت ''تیاری اور مواد کی فراہمی'' کو حاصل ہے۔ جس نسخے پر کام کرنا ہے اگر اس کا بنیادی نسخہ مل جائے تو جتنے نسخے موجود ہیں ان کی تلاش جاری رہنی چاہیے تاکہ موازنے کے بعد یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ اصل نسخہ کون سا ہے۔ جس عہد کے نسخے پر کام کرنا ہے اس کے ساتھ مختلف زمانوں کے منتخب نسخے بھی زیرِ مطالعہ ہونے چاہئیں تاکہ اختلافاتِ نسخ کے مسائل کو حل کیا جا سکے۔ محقق کو جس عہد کے شاعر یا مصنف پر کام کرنا ہو اس عہد کی زبان، ادبی تاریخ، تحاریکِ سیاسی، سماجی اور مذہبی تاریخ پر پورا عبور حاصل ہو۔ مصنف کے حالاتِ زندگی سے بھی پوری واقفیت لازمی امر ہے۔

اب ہم اعلیٰ تنقید کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی توضیحات پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ متن کے مستند یا غیر مستند ہونے کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ سرقے کے بارے میں اردو اور فارسی اشعار کی متعدد مثالیں دے کر اس عنوان کو وقیع بنا دیا ہے۔ اسی باب میں مصنفین کے ناموں کی مماثلت کا بھی ذکر ہے۔ متن کی آزمائش کا بڑا مرحلہ اصل نسخوں سے جعلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسخوں کی موجودگی ہے۔ اس کی وضاحت بڑے مدلل انداز میں کی ہے۔ متن کے سنِ تصنیف کا تعین بھی ایک مسئلہ ہے جس کو زیرِ بحث تصنیف کی داخلی اور خارجی شہادتوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں کہ ڈاکٹر خلیق انجم نے بڑی محنت اور جاں فشانی سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور آئندہ کام کرنے والوں کے لیے متنی تنقید کے لیے جدید اصول اور سائنٹیفک طریق کار واضح کر دیا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی کتاب ''اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن'' کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند جین اپنے مقالے ''اردو میں تحقیق و تدوین'' مشمولہ سہ ماہی اردو، ۱۹۸۴ء میں کہتے ہیں ''یہ اتنی بلند پایہ ہے کہ اب اردو میں اس سلسلے میں کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا۔''

ڈاکٹر علوی نے متن کی ترتیب و تحقیق سے متعلق جملہ حقائق اور مسائل کو دس ابواب میں تقسیم کر کے علیحدہ عنوانات اور ذیلی عنوانات قائم کر کے بحث کی ہے اور معروضی انداز اور استدلال کے ساتھ حقائق سامنے لائے ہیں۔ منطقی استدلال کے ذریعے زیرِ بحث عنوانات کی تشریح و توضیح مثالوں کے ساتھ پیش کی ہے۔ ان کے شفاف مطالعے نے ترتیبِ متن کی الجھنوں کو دور کیا ہے۔ فاضل مصنف کہتے ہیں کہ تحقیق کی بنیاد ان متون پر ہے جن سے حقائق اور مسائل کے معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ متن کا قابلِ استناد ہونا بھی ضروری ہے۔ ترتیبِ متن کا کام سائنسی اصولوں پر ہونا چاہیے۔ جس متن کی تالیف مقصود ہو اس کے ماخذ کی جستجو اور مصادر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ اردو ادب پر کام کرنے والوں کی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں وسائل کی کمی ہے۔ کتب خانے اول تو بہت کم ہیں اگر ہیں بھی تو ان میں فہرستیں ناپید ہیں۔ ذاتی ذخیروں میں موجود نایاب نسخوں اور نادر مخطوطوں تک رسائی اور بھی مشکل ہے۔ متن حاصل کرنے کے بعد تنقیدِ متن پر کام کیا جائے۔ متن سے متعلق داخلی اور خارجی حقائق پر روشنی ڈالی جائے۔ تنقیدِ متن کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں معروضی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور موضوعی مطالعہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں عصری معلومات، تاریخی حقائق، تمدنی ماحول، تنقیدی میلان، تہذیبی ماحول، متنی محاسن، ادبی اور لسانی خوبیاں سب کو زیرِ بحث لانا چاہیے۔ جس متن پر کام کرنا مقصود ہو اس دور کے دیگر مخطوطات بھی زیرِ مطالعہ ہونا چاہییں۔ اس سے متن کے حدودِ زمانۂ تالیف یا نسخِ مختلف کے بارے میں معلومات مل جاتی ہیں۔ نثر و نظم دونوں متون میں الحاق و اضافہ اور تصرفات کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔ مؤلف کو ان پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ تحقیقی تقابلی مطالعے کی مدد سے متن میں اصلاحات و اضافات کے زمانے کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں قدیم اخبارات و رسائل کا مطالعہ بھی زمانے کے تعین میں مددگار ہو سکتا ہے۔ کتابتِ متن کی تاریخ کے تعین کے سلسلے میں بھی چند اصول بیان کیے ہیں جن کی مدد سے طالبانِ تحقیق معروضی و موضوعی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب حدود کے ساتھ تاریخِ کتابتِ متن یا زمانۂ تحریر پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔

تحقیقِ متن پر کام کرنے والوں کے لیے سب سے مشکل اور اہم مرحلہ تصحیحِ متن کا ہے اس بارے میں فاضل محقق کی رائے ہے کہ متن کا مطالعہ بڑے غور و خوض سے کرنا چاہیے۔ ذرا سی لغزش سارے کام پر پانی پھیر سکتی ہے۔ اسکالر اس میں تحقیق و تفحص کی مدد سے حقیقت کا سراغ لگاتا ہے اس لیے کہ اندازِ بیان اور مذاقِ سخن میں تیز رفتار تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ متن کی تصحیح کے لیے زبان پر دسترس بے حد اہم ہے۔ جس عہد پر کام کرنا ہو اس کے املائی رجحان کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ املائی اور لسانی مباحث مخطوطے کی زبان اور لب و لہجے کے تعین میں مدد دیتے ہیں۔ ادبی متن کے سلسلے میں الفاظ کی لسانی حیثیت، فقروں کی ترتیب، لب و لہجے کا انداز، لغوی اور لسانی تحقیق بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

صاحب کتاب ترتیبِ متن کے سلسلے میں حاشیہ نگاری کی اہمیت واضح کرتے ہوئے شیرانی کے مرتب کردہ ''مجموعۂ نغز'' کے دیباچے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ حاشیہ نگاری کا عمل ہر جگہ مختلف ہوتا ہے۔ اس کا انحصار متن کی انفرادی خصوصیات پر ہوتا ہے۔ ایک محقق اس ضمن میں اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائل اور استصواب پر ہی بھروسا کر سکتا ہے۔

ترتیبِ متن کا آخری مرحلہ ''تعلیقاتِ متن'' ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے مفصل توضیحات پیش کی ہیں۔ کتابیات کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصل اور اہم ماخذ کی فہرست احتیاط اور صحت کے ساتھ تیار کی جائے اور انھیں ماخذ، مصادر یا مراجع کے عنوانات کے تحت پیش کیا جائے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی کتاب ''اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن'' اپنے موضوع کا پوری طرح احاطہ کرتی ہے اور متن پر کام کرنے والوں کے لیے رہنما ثابت ہوئی ہے۔

(۴)

اب ہم ایک اور محقق ڈاکٹر سید محمد عقیل کے مقالے ''تحقیق اور مواد کی فراہمی'' کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ یہ مقالہ رسالہ نقوش شمارہ ۱۰۷ مئی ۱۹۶۷ء میں اشاعت پذیر ہو کر سامنے آیا۔ اپنے مضمون کی ابتدا میں فاضل محقق نے ادب اور ادیب کے رشتے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ محقق کو ایک خاص مزاج کا حامل ہونا چاہیے۔ ایمان داری اور توازن اس کے مزاج کی خصوصیت ہو۔ موضوع کے تعین پر بحث کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ موضوع کا تعین محقق کی دل چسپی کے مطابق ہونا چاہیے۔ صاحبِ مقالہ آگے چل کر ایک بہت اہم مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں تحقیق میں نہ محقق کا منصب متعین ہے نہ طریقِ کار اور مواد کی فراہمی میں آسانیاں جو جدید دنیا میں روز بروز مروج ہو رہی ہیں۔ وہ رائے دیتے ہیں کہ موضوع کے تعین کے وقت ہی محقق اپنی دل چسپی اور قوتِ مطالعہ وغیرہ کا اندازہ لگائے۔ اس کے بعد مواد کی فراہمی کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ اصل اہمیت مواد کی فراہمی کی ہے جس پر تحقیقی کاموں کی تکمیل کا انحصار ہے اور اب تک ہمارے ہاں وہ آسانیاں مہیا نہیں ہو سکی ہیں جو جدید وسائل سے مالا مال ملکوں کو میسر ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے محققین نے ان تمام دشواریوں پر قابو پا کر بہترین تحقیق کے نمونے پیش کیے ہیں۔ فنِ تحقیق کے ارتقا کے لیے اردو میں بیبلیوگرافی نگاری کی اہمیت کی وضاحت کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہیں کہ مغربی ممالک میں تحقیق کا کام کرنے والوں کے لیے اہم بلیو گرافی موجود ہیں۔ متعلقہ موضوع پر جدید کتابوں کی فہرست اور اس موضوع پر جہاں بھی جو مواد موجود ہے یکجا مل جاتا ہے اور محقق کے لیے کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اس ضمن میں اردو ادب کو معرضِ بحث میں لاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ تحقیق کا کام ہمارے ہاں سائنٹیفک ڈھنگ سے بہت کم کیا گیا ہے۔ بلیو گرافی پر تو ماسوا چند کتب خانوں کے یہ کام کہیں نظر نہیں آتا۔ اس ذیل میں سرِ فہرست ڈاکٹر زور، پروفیسر مبارز الدین رفعت، نصیر الدین ہاشمی اور نوائے ادب اور قومی زبان جیسے رسالے ہیں جو رفتارِ ادب کے عنوان سے تحقیق کے لیے مواد پیش کرتے رہے ہیں۔ صاحبِ مقالہ بزرگ محققین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر اس کام کو پہلی ترجیح کے طور پر کریں اس لیے کہ نئی نسل کے وسائل و ذرائع اتنے محدود ہوتے جا رہے ہیں کہ آئندہ صحیح معنوں میں تحقیقی کام کرنا دشوار تر ہوتا جائے گا۔ فاضل محقق نے مخطوطوں کے حصول کی دشواری کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے اس ضمن میں یورپین ممالک کے مخطوطات اور محققین کی دشواریوں کا بھی اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس مسئلے کا حل انھوں نے یہ بتایا ہے کہ ہم مخطوطوں کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں اور بڑے بڑے ادارے قائم کیے جائیں جو قیمتاً ان مخطوطوں کے عکس حاصل کر سکیں۔

ڈاکٹر صاحب نے راوی اور روایتوں کے بارے میں بڑی پتے کی باتیں کہی ہیں اور قدیم کتب سے حوالے دیتے ہوئے بتایا ہے کہ کس طرح راویوں کی غلط بیانیوں سے تحقیق میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔ محقق کے لیے جذباتی ہونا بھی خطرناک اور مضرت رساں ہے۔ خود نوشت سوانح عمریوں، خطوط اور مصنف کے اپنے بیان سے بھی غلطی کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ صاحبِ مضمون کا کہنا ہے کہ تحقیق کو "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کی حد تک حالات اور واقعات کے قریب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تحقیق میں واقعات اور بیانات کی بڑی اہمیت ہے۔ ان کو بیان کرنے میں حزم و احتیاط لازم ہے۔ ذرا سی لغزش ادب میں بے بنیاد باتیں پھیلانے کا ذریعہ بنتی ہے اور پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسل در نسل یہ مفروضے پھیلتے چلے جاتے ہیں اس لیے بقول صاحب مضمون، بزرگ محققین پر بڑی ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ تحقیقی کاموں کے لیے ڈاکٹر صاحب لائبریریوں کو جز و لاینفک قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ لائبریریاں حکومت کی مدد سے مائیکروفلم اور فوٹو گراف کا بندوبست کریں تا کہ محققین کے لیے کام میں آسانی اور وسعت پیدا ہو سکے اور انھیں ادھر اُدھر نہ بھٹکنا پڑے۔ اس طرح نایاب کتابیں بھی تلف ہونے سے بچ سکتی ہیں۔

مختصر یہ کہ ڈاکٹر سید محمد عقیل نے اپنے اس مضمون میں تحقیقی اصول اور طریقۂ کار سے متعلق بڑی عمدہ توضیحات و تصریحات پیش کی ہیں جن پر عمل کر کے اعلیٰ تحقیقی نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر انصار اللہ نظر کا بھی ایک بلند پایہ مقالہ ''تدوین کے اصول و مدارج'' پیشِ نظر ہے۔ یہ مقالہ سہ ماہی اردو شمارہ ۳۔۴، ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے تدوین کو ایک بسیط فن کہا ہے۔ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں کہ ناقد ہو یا مؤرخ، مفسر ہو یا محقق، سب پہلوں کی فراہم کردہ معلومات پر تکیہ کرتے ہیں۔ مدوّن بڑی حد تک آزاد ہوتا ہے، اس عملی فن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فاضل مقالہ نگار نے چھے شعبے تجویز کیے ہیں۔

۱۔ فراہمیِ متن

۲۔ ترتیبِ متن

۳۔ تصحیحِ متن

۴۔ تحقیقِ متن

۵۔ تنقیدِ متن

۶۔ توضیحِ متن یا تحشیہ، اس کے بعد مقدمہ نگاری

فراہمیِ متن کے سلسلے میں وہ دو باتیں کہتے ہیں اول یہ کہ وہ یکجا ہو دوم منتشر حالت میں ہو۔ اگر یکجا ہو تو کرنے کا کام بس اتنا ہے کہ اصل مخطوطے سے اسے نقل کر لیا جائے۔ وہ صراحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی چند قباحتیں ہیں آیا وہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو یا اصلاح کیا ہوا ہو یا اس کی نظر سے گزر چکا ہو اسے لازماً منتخب متن ہونا چاہیے۔ فراہمیِ متن کے بارے میں دوسری اہمیت مصنف کے تلفظ و املے کی ہے، کیونکہ یہ مصنف کی علمیت کا اظہار بھی ہوتے ہیں اور ان کی لسانی اور تاریخی اہمیت بھی ہوتی ہے۔ مصنف اور کاتب کے درمیان جو بُعدِ مکانی اور بُعدِ زمانی ہے اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں وہ توضیح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مدوّن متن میں تو مصنف کا اتباع کرے لیکن حاشیے میں کاتب کے مسلک کی نشان دہی کرنی چاہیے تاکہ دونوں کا تجزیہ کیا جا سکے۔

ترتیبِ متن کے بارے میں وہ ان مسائل کی نشان دہی کرتے ہیں جن سے مدوّن کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ترتیبِ متن کو وہ مدوّن کی صواب دید پر چھوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ ترتیب کلی طور پر مدوّن کے منشا اور مزاج پر منحصر ہے البتہ مقدمے میں ان تبدیلیوں کا ذکر کرنا چاہیے جو مدوّن نے روا رکھی ہیں۔

تصحیحِ متن کے بارے میں فاضل محقق کا کہنا ہے کہ "Best Text Method" کو اختیار کرنا چاہیے۔ ایک کتاب کے کئی مخطوطے دستیاب ہیں تو ان کا تقابلی مطالعہ کر کے مناسب ترین صورت اختیار کرنی چاہیے۔ تحقیقِ متن کے سلسلے میں صاحبِ مضمون کا کہنا ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ متن میں کتنا حصہ الحاقی ہے اور کتنا حصہ واقعی اصلی ہے۔ تمام مواد کا فراہم کر دینا بنیادی کام ہے، تحقیق کے بعد کوئی جزو الحاقی یا جعلی ثابت ہو جائے تو بھی مدوّن اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔

تنقیدِ متن کے سلسلے میں وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر انصار اللہ کا کہنا ہے کہ مدوّن متن پر تنقیدی نگاہ ڈالے اور حقائق کی روشنی میں اس کو پرکھے کہ کہیں تناقص یا تضاد تو نہیں ہے۔ متن کے الفاظ، افراد، کتب، مقامات وغیرہ جس کا ذکر متن میں آیا ہے وہ سب حقیقی اور تاریخی شواہد کے مطابق ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب توضیحِ متن کو عملِ تدوین کی آخری کڑی کہتے ہیں۔ اس کی تصریح وہ اس طرح کرتے ہیں کہ مصنف بعض باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے یا اختصار اختیار کرتا ہے۔ ایسے موقعے پر مدوّن کو ان کی تفصیل حاشیے میں دینی چاہیے۔ اس سے تفہیمِ متن میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ متن کی تدوین مکمل ہونے کے بعد مقدمے کا نمبر آتا ہے۔

''مقدمہ کتاب کا وہ حصہ ہے جو اپنے وجود کے اعتبار سے آخری لیکن اپنے کام کے لحاظ سے اولین ہے۔'' (۵۶) اس میں مدوّن یہ بتاتا ہے کہ کن مشکلات اور مراحل سے گزر کر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کا جائزہ، مصنف کا تعارف، اس کا عہد اور اس کے عہد کے علمی ماحول کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔

حرفِ آخر کے طور پر ڈاکٹر صاحب بحث کو سمیٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ مدوّن کا مقصد یہ ہے کہ وہ اہلِ تحقیق اور اہلِ تنقید کے لیے صحیح ترین مواد تمام تر تفصیلات کے ساتھ پیش کر دے۔ وہ مدوّن کو سائنس داں کی حیثیت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ داد و ستائش سے بے نیاز ہو کر کام کرنا اور نتائج سے بے پروا ہو کر مسلسل محنت کرنا اس کا اصل کام ہے۔

اس جائزے کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے کا ایک نہایت اہم نام اور پروفیسر رشید حسن خاں کا ہے جنھوں نے تحقیق میں سہل انگاری کے خلاف مسلسل جہاد کیا اور تحقیقی اصول و طریقِ کار سے متعلق عمدہ توضیحی مواد بھی پیش کیا۔ اسی طرح اس جائزے میں ڈاکٹر افتخار حسین کے مضامین بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں تحقیق کی عملی دشواریوں سے متعلق عمدہ توضیحی نکات ملتے ہیں۔ آغا افتخار حسین اپنے مضمون ''اہلِ تحقیق حضرات کی خدمت میں چند معروضات'' نگار کراچی جون ۱۹۶۵ء میں کہتے ہیں کہ ادبی تحقیق کا طریق کار جہاں تک ہو وہی ہونا چاہیے جو سائنس اور دیگر علوم میں ہوتا ہے۔ اس مضمون کا اصل نکتہ تحقیقی احتساب ہے۔ وہ تحقیق کے نتائج کے محاسبے پر زور دیتے ہیں۔

اب مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے شائع ہونے والے ایک مجموعۂ مقالات کا اجمالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائزہ پیش کیا گیا ہے جس کی دو جلدیں "اردو میں اصولِ تحقیق" کے عنوان سے سامنے آئی ہیں۔ جلد اول ۱۹۸۶ء میں اور جلد دوم ۱۹۸۸ء میں، اس کی مرتب ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش ہیں۔ پہلی جلد تحقیقی اصول اور طریقِ کار سے متعلق ہے۔ دوسری جلد میں ادبی تحقیق کے جائزے اور اطلاقی تحقیق سے متعلق منتخب مقالات پیش کیے گئے ہیں۔ ان دونوں جلدوں میں برصغیر کے کم و بیش تمام ایسے محققین و متخصصین کی علمی کاوشوں کو نمایاں طور پر جگہ دی گئی ہے جنھوں نے اصولِ تحقیق کی توضیحات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں تحقیق کے طریقِ کار، فنِ تحقیق اور اس کے اہتمام، موضوع کا انتخاب، مواد کی فراہمی، مواد کی ترتیب، تحقیقِ متن، تصحیحِ متن جیسے اہم مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ادبی تحقیق کے مفصل جائزے پیش کیے گئے ہیں جن سے ہندو پاک میں تحقیقی کاموں کی پیش رفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جن فضلا کے مقالے شامل کیے گئے ہیں وہ تحقیق کی قد آور شخصیتیں ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر نذیر احمد، قاضی عبدالودود، مالک رام، رشید حسن خاں، ڈاکٹر محمود الٰہی، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر معین الرحمان۔ دورِ حاضر میں تحقیق کے مختلف مراحل کو سائنٹیفک خطوط پر استوار کرنے کی یہ ایک قابلِ ستائش کوشش ہے۔ ڈاکٹر سلطانہ بخش بجا طور پر اپنے اس کام کے لیے مبارک باد کی مستحق ہیں۔ وہ ایک اچھی محققہ ہیں اور اردو تحقیق کا صحیح ذوق رکھتی ہیں۔ جلد اوّل و دوم کے مقدمے اس بات کا بیّن ثبوت ہیں۔

آخر میں ہم اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے فہمیدہ شیخ کے مقالے "اردو تحقیق کی جائزہ نگاری" سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو شعبہ جاتی تحقیقی مجلّے "تحقیق" شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۸ء میں چھپا ہے:

"جیسے جیسے کسی زبان میں تحقیق کا دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے اس بات کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے کہ جائزہ نگار سامنے آئیں اور اس تحقیق کی قدر و قیمت کا جائزہ پیش کریں۔ گویا یہ ایک پیمانہ ہے کسی زبان کے فروغ اور پیش رفت کا"[۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جیسے جیسے کسی زبان میں تحقیق اور طالبانِ تحقیق کا دائرہ وسیع تر ہوتا ہے اس بات کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے کہ اس میدان کے نو واردوں کے لیے جدید تحقیق کے اصول وطریق کار کی وضاحتیں پیش کی جائیں جو ان کی عملی تربیت میں مددگار ہوں اور اسی ذیل میں تحقیق کے سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات اور درپیش مسائل سے متعلق بحثیں بھی سامنے آتی رہیں تاکہ یہ سب توضیحات وتصریحات ہمارے اسکالر صاحبان کی عملی تربیت میں مددگار ثابت ہوں۔ جیسے جیسے جامعات اور بیرونِ جامعات کے علمی حلقوں میں ذوقِ تحقیق اُجاگر ہوتا جارہا ہے اسی کی مناسب سے تحقیق کے اصول وطریق کار پر مفید مواد بھی چھپ کر سامنے آرہا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک پیمانہ ہے ہماری زبان میں تحقیق کے فروغ اور پیش رفت کا ہماری ناچیز رائے میں اس ذیل میں دہلی یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ نے اردو تحقیق کے اصول و طریق کار کی توضیح کی نمایاں خدمت کی ہے۔

اس تمام جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شبلی سے لے کر ہمارے آج کے دور کے فضلا تک تحقیق کی آبیاری میں عمدہ توضیحات کے ذریعے مسلسل کوشاں رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ بالخصوص برصغیر کی جامعات میں اردو تحقیق کے اصول وطریق کار کو نصاب کا حصہ بنانے کے بعد یہ ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ ہمارے فضلا نے نہ صرف یہ کہ قدیم طرزِ تحقیق کی توضیحات کی طرف توجہ کی ہے بلکہ جدید تحقیق کے اصول وطریق کار سے روشناس کرانے میں بھی مفید کوشش کی ہے جس کے پیشِ نظر ہم اردو تحقیق کے مستقبل سے اچھی توقعات وابستہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔

حواشی:

(۱) فہمیدہ شیخ، ''اردو تحقیق کی جائزہ نگاری'' شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ ''تحقیق''، شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۶۵۔

کتابیات

۱۔ ابوالبرکات دانا پوری: ''اصح السیر'' کراچی، نور محمد، اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب ۱۹۵۷ء،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر: ''اردو میں اصولِ تحقیق'' جلد اول و دوم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۸۸۔۱۹۸۶ء
۳۔تنویر احمد علوی، ڈاکٹر: ''اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن''، دہلی، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۷۷ء
۴۔خلیق انجم، ڈاکٹر: ''متنی تنقید''، دہلی، خرام پبلیکیشنز، ۱۹۶۷ء
۵۔شبلی نعمانی: ''الفاروق'' طبع دوم کراچی مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء
۶۔شبلی نعمانی: ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم''، حصۂ اول، اعظم گڑھ دارالمصنفین، ۱۹۲۰ء
۷۔غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: ''تحقیقی جائزے''، سکھر، بزمِ غالب، ۱۹۶۸ء
۸۔شیرانی، حافظ محمود: ''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی''، مرتبہ مظہر شیرانی، طبع اول، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء

رسائل

۱۔''تحقیق''، شعبہ جاتی تحقیقی مجلّہ شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، شمارہ دوم، ۱۹۸۸ء
(مقالہ فہمیدہ شیخ، بعنوان ''اردو تحقیق کی جائزہ نگاری'')
۲۔رسالہ برگ گل، کراچی ۱۹۵۸ء مجلہ اردو کالج کراچی (مقالہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
بعنوان ''علمی تحقیق کا جدید طریق کار'')
۳۔رسالہ نگار لکھنؤ، انتقاد نمبر حصہ اول بابت جنوری ۱۹۴۶ء (مقالہ نیاز فتح پوری،
بعنوان: ''انتقادی استقراء کی ایک مثال'')
۴۔رسالہ نگار پاکستان، کراچی، جون ۱۹۶۵ء (مقالہ آغا افتخار حسین بعنوان: ''اہلِ تحقیق حضرات کی خدمت
میں چند معروضات'')
۵۔رسالہ نگار پاکستان کراچی، مارچ ۔۱۹۴۷ء (مقالہ آغا افتخار حسین بعنوان: تحقیق اور احتساب کے لیے
ایک ضابطۂ اخلاق'')
۶۔رسالہ نقوش لاہور، شمارہ ۱۰۴ جنوری ۱۹۶۶ء، مقالہ: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں بعنوان: ''فنِ تحقیق'')
۷۔رسالہ نقوش لاہور، ۱۹۶۷ء (مقالہ: ڈاکٹر سید محمد عقیل بعنوان: ''تحقیق اور مواد کی فراہمی کا مسئلہ'')
۸۔سہ ماہی اردو اورنگ آباد دکن، ۱۹۲۲ء (مقالہ: حافظ محمود خاں شیرانی بعنوان ''یوسف و زلیخائے فردوسی'')
۹۔سہ ماہی اردو کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۰ء (مقالہ: ڈاکٹر انصار اللہ نظر بعنوان: ''تدوین کے اصول و مدارج'')
۱۰۔سہ ماہی اردو کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۴ء (مقالہ: ڈاکٹر گیان چند جین بعنوان: ''اردو میں
تحقیق و تدوین'')

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ سریر خامہ، مجلۂ شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی ۱۹۶۲ء (مقالہ: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان بعنوان: طلبہ میں تحقیقی وتنقیدی شعور کی تخلیق")

۱۲۔ ماہ نامہ قومی زبان، کراچی، انجمن ترقی اردو، جنوری ۱۹۷۰ء (مقالہ: ڈاکٹر بیان چند بعنوان: "تحقیق کے مسائل")

☆☆☆☆

(مشمولہ "تحقیق" جام شورو، سندھ یونی ورسٹی، شمارہ ۴، ۱۹۹۰ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مطبوعات

ادارۂ یادگارِ غالب

مقالاتِ ممتاز
ڈاکٹر ممتاز حسن
مرتبہ: شان الحق حقی
علمی و ادبی مقالات اور شخصی خاکوں کا مجموعہ۔
صفحات: ۴۱۰۔ قیمت: ۱۵۰ روپے

یادگارِ غالب
مولانا الطاف حسین حالی
طبع اول ۱۸۹۷، کامکس۔ صفحات: ۴۵۰، قیمت: ۲۰۰ روپے

رموزِ غالب
ڈاکٹر گیان چند
مجموعۂ مقالات۔ صفحات: ۴۶۰، قیمت: ۲۵۰ روپے

نامہ ہائے فارسی غالب
ترجمہ: پرتو روہیلہ
غالب کے فارسی خطوط کا ترجمہ۔ صفحات: ۲۲۴، قیمت: ۱۲۰ روپے

تذکرۃ الشعرا
مولانا حسرت موہانی
مرتبہ: شفقت رضوی
یہ تذکرہ پہلی مرتبہ کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔
صفحات: ۶۸۸، قیمت: ۳۰۰ روپے

آثارِ غالب
مرتبہ: قاضی عبدالودود
تدوینِ نو: ڈاکٹر حنیف نقوی
غالب کی غیر مدون اردو فارسی تحریروں کا مجموعہ۔ مع ترجمۂ خطوط فارسی از پرتو روہیلہ۔ صفحات: ۲۵۶، قیمت: ۱۵۰ روپے

تصحیح و تحقیقِ متن
ڈاکٹر نذیر احمد
صفحات: ۹۶، قیمت: ۸۰ روپے

املائے غالب
رشید حسن خان
غالب کے طرزِ املا کا مفصل مطالعہ۔ صفحات: ۲۲۰، قیمت: ۱۴۰ روپے

فلسفیانہ مکالمے
قاضی قیصر الاسلام
صفحات: ۲۵۵ قیمت: ۲۵۰ روپے

زمانۂ تحصیل
محمد یامین عثمان
صفحات: ۲۲۵، قیمت: ۲۰۰ روپے

جہاتِ غالب
مرتبہ: ڈاکٹر ممتاز حسن
مترجمہ: نبی الحق فاروقی
صفحات: ۱۰۶، قیمت: ۱۰۰ روپے
بین الاقوامی دانشوروں کے انگریزی مقالات کا ترجمہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب کی اردو نثر اور دوسرے مضامین

مولانا حامد حسن قادری — صفحات: ۲۰۰، قیمت: ۱۵۰ روپے

انتخابِ غالب

مرتبہ: رشید حسن خان — غالب کے کلام نظم و نثر کا انتخاب: بخود غالب نے کیا تھا۔ صفحات: ۱۸۰، قیمت: ۱۵۰ روپے

آئینۂ افکارِ غالب

شان الحق حقی — غالب سے متعلق مقالات کا مجموعہ۔ صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۱۴۰ روپے

غالب: شخصیت و کردار

پروفیسر لطیف اللہ — غالب کے بارے میں مستقل کتاب۔ صفحات: ۱۴۰، قیمت ۸۰ روپے

نوادرِ غالب

ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری — مجموعۂ مقالات۔ صفحات: ۲۶۴، قیمت: ۲۰۰ روپے

غالب شناس مالک رام

ڈاکٹر گیان چند — غالب پر مالک رام کے کاموں کا جائزہ۔ صفحات: ۱۵۲، قیمت: ۱۴۰ روپے

غالب صدرنگ

سید قدرت نقوی — مجموعۂ مقالات۔ صفحات: ۲۹۲، قیمت: ۲۰۰ روپے

تعبیراتِ غالب

ڈاکٹر فرمان فتح پوری — مجموعۂ مقالات۔ صفحات ۴۰۴، قیمت: ۳۰۰ روپے

غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے

ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری — مجموعۂ مقالات۔ صفحات ۸۰، قیمت: ۲۰۰ روپے

حسین بن منصور حلاج — ایک تحقیقی جائزہ

پروفیسر لطیف اللہ — صفحات: ۱۴۴، قیمت: ۱۲۰ روپے

اشاریہ کلامِ فیض

ڈاکٹر معین الدین عقیل — صفحات: ۱۳۶، قیمت: ۴۰ روپے

عمرِ گزشتہ کی کتاب

مرزا ظفر الحسن — صفحات: ۵۴۴، قیمت: ۷۵ روپے

دکن اداس ہے یارو

مرزا ظفر الحسن — صفحات: ۱۲۸، قیمت: ۴۰ روپے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرباتِ رشیدی — عربی میں دخیل الفاظ کے بارے میں ایک اہم تصنیف۔
سید عبدالرشید تحوی — تدوین نو مع ترجمۂ اردو، ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی
مرتبہ: ڈاکٹر الستار صدیقی — صفحات: ۲۸۰، قیمت: ۲۲۰ روپے

چراغ حسن حسرت — احوال و آثار
ڈاکٹر طیب منیر — صفحات: ۶۵۶، قیمت: ۴۰۰ روپے

غالب: نظر اور نظارہ
ڈاکٹر حنیف فوق — مجموعۂ مقالات۔ صفحات: ۱۷۶، قیمت: ۱۲۰ روپے

غالب کے سات رنگ
ڈاکٹر سہیل بخاری — صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۱۰۰ روپے

جگر و اصغر
جلیل قدوائی / مرتب: شاہ انجم — صفحات: ۱۹۲، قیمت: ۱۵۰ روپے

خرمنِ جاں
مجید ملک — مجموعۂ نظم و نثر۔ صفحات: ۲۹۶، قیمت: ۲۵۰ روپے

آہنگِ پنجم (ترجمہ خطوط غالب) پنج آہنگ میں شامل خطوط کا اردو ترجمہ۔
پرتو روہیلہ — صفحات: ۲۸۴، قیمت: ۲۵۰ روپے

نذرِ غالب — تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ۔
ڈاکٹر وحید قریشی — صفحات: ۲۴۴، قیمت: ۱۵۰ روپے

گفتۂ غالب (شرح کلام غالب)
سید مقبول حسین احمد پوری / مرتب: شیما مجید — صفحات: ۱۹۲، قیمت: ۱۵۰ روپے

غالب آشفتہ نوا
ڈاکٹر آفتاب احمد — صفحات: ۲۵۶، قیمت: ۲۰۰ روپے

اقبال اور کلام اقبال
مرتبین: مرزا ظفر الحسن، مشفق خواجہ، ڈاکٹر معین الدین عقیل — صفحات: ۱۹۸، قیمت ۶۰ روپے

رفت و بود (خودنوشت)
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
مرتب: ڈاکٹر معین الدین عقیل — صفحات: ۴۴۸، قیمت: ۴۵۰ روپے

ہماری قومی ثقافت — صفحات: ۱۹۸، قیمت ۲۵۰ روپے
فیض احمد فیض (مرتب: مرزا ظفر الحسن)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے جیون کی کچھ یادیں (خودنوشت)

زیڈاے احمد صفحات:۲۸۸، قیمت:۲۰۰روپے

غالب اور آج کا شعور

ڈاکٹر محمد علی صدیقی صفحات:۱۶۰، قیمت:۱۳۰روپے

شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب

محمود احمد برکاتی صفحات:۲۱۶، قیمت:۷۵اروپے

متفرقاتِ غالب مع فارسی متن، سوانح مکتوب الیہم و فرہنگ۔

پرتو روہیلہ صفحات:۱۹۲، قیمت:۲۰اروپے

غالبیاتِ نیاز فتح پوری

ڈاکٹر فرمان فتح پوری صفحات:۵۶۰، قیمت:۴۰۰روپے

مصطلحات الشعراء

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی صفحات:۹۲۴، قیمت:۱۰۰۰روپے

تلامذۂ غالب (ترمیم و اضافہ شدہ اشاعت)

مالک رام صفحات:۸۷۲، قیمت:۶۰۰روپے

کلیاتِ مکتوباتِ فارسیِ غالب (اردو ترجمہ، فارسی مکتوبات اور مکتوب الیہم کے حالات زندگی)

پرتو روہیلہ (مرتب و مترجم) صفحات:۸۱۴، قیمت ۶۹۵ روپے

محرابِ تحقیق

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر صفحات:۱۷۵، قیمت:۲۵۰روپے

کتابی سلسلہ "غالب"

شمارہ ۱،۲ صفحات:۳۸۴، قیمت:۱۰۰اروپے

شمارہ ۳تا۵ صفحات:۴۲۴، قیمت:۱۵۰اروپے

شمارہ ۶تا۱۰ صفحات:۴۰۰، قیمت:۲۰۰روپے

شمارہ ۱۱تا۱۸ صفحات:۵۷۴، قیمت:۲۰۰روپے

شمارہ ۱۹ صفحات:۴۷۷، قیمت:۲۰۰روپے

شمارہ ۲۰ صفحات:۲۲۶، قیمت:۳۰۰روپے

رابطہ:

ادارۂ یادگارِ غالب و غالب لائبریری

دوسری چورنگی، پیٹرول پمپ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰ فون:۳۶۶۸۶۹۹۸

کتاب نمبر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اُردو زبان وادب کی تحقیق کی تاریخ اگرچہ زیادہ طویل نہیں ہے لیکن ایسی کم مایہ بھی نہیں، یہ البتہ ضرور ہے کہ اردو تحقیق کی مبسوط اور منضبط تاریخ اب تک مرتب نہیں کی جا سکی ہے۔ اردو تحقیق وتدوین کی تاریخ رسائل وجرائد میں مضامین کی صورت میں بکھری ہوئی ہے یا تحقیقی کتب کے اجزاء کی شکل میں موجود ہے۔ تحقیق سے متعلق بعض موضوعات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے مثلاً رسمیات تحقیق، کتابیات وفہارس وغیرہ، لیکن اردو میں کیے گئے تحقیقی وتدوینی کام کا جائزہ کم کم لیا گیا ہے۔

اکثر اہلِ علم اس بکھرے ہوئے تحقیقی وعلمی کام سے واقف اور استفادے کے قابل ہوتے ہیں لیکن اصل مشکل نئے محققوں اور طلبہ کو پیش آتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

مضامین کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب نے نہ صرف تحقیق و تدوین کے باب میں کام کرنے والے نمایاں اور نمائندہ مصنفین کے مقالات کو اس کتاب کا حصہ بنایا ہے بلکہ تاریخی ترتیب کا لحاظ بھی رکھا ہے۔ لہٰذا ایک نئے محقق کو اردو تحقیق وتدوین کا ایک جامع اور معیاری جائزہ ایک ہی کتاب میں مل جاتا ہے۔

تنظیم الفردوس